ہند کی اخلاقی ترقی کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان اصحاب تقدس مآب کی مفید زندگی کے کارنامے شائع کیے جائیں جو خاص مذہب اور قوم کے لیے بیش بہا خدمات کرتے رہے اور اس قسم کی اشاعت ان بزرگانِ دین کی قیمتی جانبازیوں کا شکریہ بھی ہے۔ جو قوم اور ملک کا فرض ہے۔

اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہر ایک قوم مختلف ذرائع سے ان اشخاص کی خدمات کا اعتراف کرتی رہی ہے۔ جو قوم اور ملک کے لیے مساعی جمیلہ دکھاتے رہے ہیں۔ چنانچہ قدیم یونانیوں نے اپنے لیے قومی جان نثاروں کی عزت میں یہاں تک غلو کیا کہ انکو الوہیت کے درجہ تک پہنچا دیا۔ یہی حال مصریوں اور ہندوؤں وغیرہ کا رہا ہے۔ زمانہ متمدنہ میں گو معبود تو قرار نہ دیا گیا۔ لیکن ایسے کارناموں کے اظہار اور دوامی یادگار کے لیے بہت کچھ اختراعات کیے گئے۔ یورپ میں رستوں اور عام نظر گاہوں میں سنگین بت نصب کیے جاتے ہیں۔ اور ہیرو کی کسی مشہور وصف کو تصویر میں دکھایا جاتا ہے۔ جس کے دیکھتے ہی آنکھوں میں اس کے بہادرانہ افعال کا نقشہ کھنچ جاتا ہے۔ اور اس طرح سے تاریخی واقعات خود بخود عوام کے یاد میں تازہ رہتے ہیں۔

دوسرا طریقہ اعتراف اور قیام ذکر علمی۔ اخلاقی۔ مفید عام عمارات مثلاً مدارس۔ شفاخانجات۔ معابد وغیرہ کا تعمیر کرنا ہے۔ جس میں مسلمان اپنی ترقی کے زمانہ میں بہت کچھ کر چکے ہیں۔

قرطبہ دہلی سمرقند و دمشق و بغداد
شوکتِ اسلام ان سے برملا آتی ہے یاد

لیکن اس میں روپیہ کی ضرورت ہے اور فی زمانہ مسلمانوں سے یہ کام چلنا مشکل ہے

تیسرا طریق اعتراف ایسے قومی خیر خواہوں کے حالات کو قلمبند کر کے پبلک ہی

میں شائع کرنا ہے۔ گو مسلمانوں کا تاریخی مذاق کسی سے کم نہیں اور ان کی تاریخی خزانوں
میں سب کچھ موجود ہے۔ لیکن فرداً فرداً سوانح عمری کے لکھنے کا طریق جس طرح یورپ
میں مروج ہے مسلمانوں میں چند صدیوں سے قریباً مفقود ہے۔ یورپ میں ہر اہم
کوئی امرا و ہیرو اس کی سوانح عمری جھٹ پٹ پبلک کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے اور
عام کی قدردانی سے اشاعت میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ اس طریق سے
تاریخی وسعت کے علاوہ موجودہ اور آئندہ نسلوں کے دلوں میں قوم اور ملک کی خدمات
کرنے کا زبردست جوش پیدا ہوتا ہے۔ جو ترقی کی جڑ ہے۔ اور اس سے انکار نہیں
ہو سکتا کہ جس قدر بہادر ظفر جنگ مسلمانوں میں گذرے ہیں۔ اس قدر اور کسی قوم
میں نہیں گذرے۔ اگر یونانی سکندر۔ تاتاری چنگیز خاں فرانسیسی نپولین۔ انگریز
ولنگٹن پر فخر کر سکتے ہیں۔ تو مسلمان حضرت خالد بن ولید۔ حضرت سعد وقاص
عمرو عاص۔ عقبہ بن نافع فہری۔ حسان بن نعمان غسانی۔ موسیٰ بن نصیر۔ طارق
بن زیاد۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی۔ منصور اندلسی۔ مہلب بن ابی صفرہ۔ قتیبہ
ابن مسلم۔ الپ ارسلان۔ نورالدین زنگی۔ صلاح الدین۔ محمود غزنوی۔ یوسف بن
تاشفین مراکوی۔ شہاب الدین غوری۔ تیمور لنگ۔ سلطان سلیمان ترک کی فتوحات
پر ناز کر سکتے ہیں۔ ان میں سے اکثر وہ اصحاب ہیں جو محض قومی خدمت کے لیے ایمانی
طاقت اور خلوص نیت کی وجہ سے ہر ایک موقعہ پر مقدسانہ ورع و بزرگانہ قنع بہادرانہ
استقلال شریفانہ جلال۔ پاکیزہ اخلاق ستودہ اطوار کے مؤثر نمونے دکھاتے رہے
ہیں۔ از انجملہ گروہ صحابہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان صفات میں خاص ممتاز تھے
جن کے قول و فعل اہل اسلام کے دلوں میں مقناطیسی اثر ڈالتے ہیں۔ ان مطالب
کے حصول کے لیے میں نے حضرت خالد بن ولید مخزومی قرشی رضی اللہ عنہ کو منتخب
کیا ہے کہ جن کا نام سنتے ہی خون میں ایک متہورانہ جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اور سچائی۔

ایمانی طاقت - ایفائے وعدہ - تحفظ حقوق - ایثار و ہمدردی - خدا پرستی - تقید شرعی - رضا و تسلیم کی زبردست تحریک پیدا ہوتی ہے - جنکی مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے - علاوہ اس کے یہ مطلب بھی مدِ نظر ہے کہ مخالفین کو بتلا یا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے جملہ غزوات و فاعی - انتقامی یا حفظ ما تقدم کیلئے تھے - اور سب میں اشاعت توحید باریتعالےٰ کے سوا اور کوئی غرض نہ تھی - دوم یہ خیال بھی ہے کہ جو لوگ عربی کی ضخیم کتابوں کو پڑھ نہیں سکتے یا خرید نہیں سکتے انکے لیے سہولیت بہم پہنچائی جائے -

چونکہ اس سے پہلے کوئی کتاب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حالات میں پائی نہیں جاتی تھی اس لیے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ راقم کو کس قدر کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا ہوگا - یہ کتاب ۱۳۱۲ھ ہجری میں لکھی گئی تھی - جبکہ فقیر عالیجناب قاضی محمد اسلم خانصاحب سیٹھی - ایم - جی سابق ڈپٹی کمشنر حصار - حال سیشن جج جہلم کے زیر سایہ فارغ البال تھا - چنانچہ اس کے ابتدائی اوراق اخبار چودھویں صدی راولپنڈی ۱۸۹۵ء میں بھی طبع ہو چکے ہیں -

اگر توفیقِ الٰہی شاملِ حال رہی تو اور اسلامی بہادروں کی سوانح عمریاں بھی قوم کی خدمت میں پیش کیجاوینگی - السّعی منّی والاتمام من اللہ تعالیٰ -

وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم

راقم

کرم الٰہی (صوفی)

خالد ابن ولید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھویں پشت میں مرہ گذرا ہے جسکے تین بیٹے تھے۔ ایک کلاب جو آنحضرت کا مورث اعلیٰ تھا۔ دوسرا تیم جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جد بزرگ تھا تیسرا یقظہ تھا جسکا بیٹا مخزوم قریش میں کثیر الاولاد وفارغ البال گذرا ہے۔ بنی مخزوم کا مشہور قبیلہ اسی شخص کیطرف منسوب کیا جاتا ہے مخزوم کی نسل میں سے مغیرہ قریش میں مشہور سردار اور بہادر شہسوار گذرے ہیں چنانچہ فوج سوار جاں اسکے ماتحت ہوتی تھی اور اسکا لقب صاحب الاعنہ پڑگیا تھا۔ آنحضرت کے عہد میں اسکا بیٹا ولید بن مغیرہ قریش میں فصاحت۔ لیاقت۔ صلاحت۔ تجارت زرمشیت۔ دولت وحشمت ریاست وامارت میں نہایت مشہور تھا۔ اسی باعث سے اسکو وحید القوم (یگانۂ قوم) کہا جاتا تھا۔ اور بلحاظ خوبصورتی اور عام خوش خلاقی کے ریحانۂ قریش (گل قریش) کہلاتا تھا سیکڑوں باغ وبستان اور ہزاروں عربی گھوڑے رکھتا تھا تجارت کا یہ حال تھا کہ بزازی سے لیکر جواہرات تک اسکی تجارتی کوٹھی سے ہر وقت مل سکتے تھے۔ اسکے ایجنٹ مختلف ممالک میں رہتے تھے اور تجارت کرتے تھے۔ اسکو خزانہ میں ہر وقت ایک لاکھ دینار سرخ اور دس لاکھ

روپیہ نقد موجود رہتا تھا۔ مگر باوجود اس قدر فضل ایزدی اور نعمائے الٰہی کے ممنون و شاکر نہ تھا۔ اور جیسا کہ عام دنیا پرست دولتمند ہوتے ہیں خدا کا ناسپاس بنا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں جس قدر ظالمانہ منصوبے کئے جاتے تھے وہ عموماً اسی ولید کے دماغ کا نتیجہ ہوتے تھے۔ اور باوجودیکہ اپنی فراست و ذہانت ذاتی سے بخوبی سمجھ چکا تھا کہ اسلام حق ہے اور قرآن مجید کے مقدس اور متاثر کلام کو سنکر انسانی کلام سے بالاتر جان چکا تھا۔ مگر صرف دولت کے غرور اور قریش کے لیڈر ہونے کے چند روزہ گھمنڈ نے جیسا کہ عموماً دنیاوی جھوٹے لیڈروں میں ہوا کرتا ہے اُسکو راہ راست پر نہ آنے دیا۔ اور نہ مشرف باسلام ہونے دیا۔ چونکہ خدا کی ناسپاسی اور صداقت کی مخالفت ایک ایسی بات ہے کہ نتیجہ دیئے بغیر نہیں رہتی۔ سلسلۂ ولید کو بھی اس زبردست اور اٹل قانون سے بچنا نصیب نہ ہوا۔ اور سب کارخانہ خاک میں مل گیا۔ ولید کی اولاد میں سات مشہور بیٹے تھے۔ منجملہ ان عاص قیس عبد الشمس تو بتقلید ولید آبائی جہالت کو نہ چھوڑ سکے۔ مگر ولید بن ولید۔ ہشام عمارہ۔ خالد مسلمان ہو کر باعث تقویت اسلام ہوئے۔ خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب کی ماں کا نام لبابہ صغرےٰ بنت حارث الہلالیہ تھا۔ جو خواہر لبابہ کبریٰ (ام فضل) زوجہ حضرت عباس عم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمشیرہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تھی۔

خالد کو بچپن میں دستور قریش کے مطابق رسمی تعلیم کی طرف متوجہ کیا گیا۔ لیکن طبعیت کا رجحان شہسواری کی طرف زیادہ مائل تھا۔ جس میں کہ آخر وہ دنیا کا ایک مشہور باکمال بےنظیر جنرل نکلا اور جس کی بدولت ہر ایک زمانہ اور ہر ایک حالت میں جہاں رہا ممتاز و سرفراز رہا۔ قبل از اسلام تمام لڑائیوں میں خواہ وہ اسلام سے ہوئیں یا دیگر اقوام عرب سے۔ سواروں کی کمان خالد ہی کے سپرد

ہوتی تھی۔ اور شجاعت کا تمغہ اسی بے مثل بہادر کے زیب گلو ہونا تھا۔ اسلام کے لاتے
ہی دو ماہ بعد قدرت نے خود بخود خالد کو جنگ موتہ میں مسلمانوں کا ہونہار سپہ سالار
اور مہیب فتح نصیب جنرل منتخب کر لیا۔ اور اس ربانی انتخاب کو خالد نے آنحضرت صلعم
اور آپکے لائق جانشین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد حقانی عہد میں اپنی فوق
العادت طاقت اور شجاعت اور لاثانی جنگی لیاقت سے دنیا کی مشہور زبردست
قدیمی سلطنتوں کو پاش پاش کر کے بالکل صحیح و درست ثابت کر دیا۔ اور بہادران
عالم کو ہمیشہ کے لیئے حیران و ششدر بنا دیا۔ خالد کے قبل از اسلام بہادرانہ کارنامے
کو مورخین اسلام نے غالباً کم لکھا ہے۔ جنگ احد میں مشرکین مکہ کی فتح بعد شکست
صرف خالد کی تدبیر و استقلال عزم و شجاعت کا نتیجہ تھا۔

احد کی لڑائی کے شروع ہونے سے پیشتر ہی خالد نے ایک ہوشیار اور مدبر جنرل
کیطرح میدان جنگ کی بخوبی دیکھ بھال کر لی تھی۔ اور مفید جنگی موقعوں کو اپنے ذہن
نشین کر لیا تھا۔ لشکر اسلام کے پس پشت ایک پہاڑ کا درہ تھا جہاں پچاس تیرانداز
مسلمان مقرر کیئے گئے تھے۔ اور وہاں سے نہ ہلنے کی سخت تاکید کی گئی تھی۔ لڑائی کے
شروع ہوتے ہی۔ خالد نے چاہا کہ درہ سے گذر کر مسلمانوں پر حملہ کرے۔ مگر مسلمان
تیراندازوں کی ہوشیاری اور سخت تیرباری نے اسوقت کامیاب ہونے نہ دیا۔ میدان
جنگ میں اسلامی بہادروں نے مشرکوں کے بہادر علم بردار اور مشہور شہسواروں کو چن چن کر
تہ تیغ کر ڈالا اور مخالفوں کو ہیبت زدہ اور حواس باختہ کر کے انکے مورچوں سے ہٹا دیا
بلکہ کیمپ پر جا ہاتھ مارا۔ اور انکے ڈیروں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ مگر اسوقت میں
بھی خالد کی چستی و چالاکی ہمت و تدبیر میں ذرا فرق نہ آیا اور یہ سوچ کر کہ اب درہ نگر
سے فائدہ اٹھانے کا موقع آپہنچا ہے۔ اپنے چیدہ دستہ سواروں کو ساتھ لیکر درہ
میں جا گھسا اور جیسا کہ خالد نے خیال کیا تھا درہ کو مسلمان تیراندازوں سے خالی پایا۔

کیونکہ فتح کی خبر پاتے ہی مسلمان تیرانداز متعینہ درہ غنیمت میں جا شامل ہوئے تھے
صرف انکا افسر معہ دس ہمراہیوں کے وہاں رہ گیا تھا جنکے غازیانہ مقابلہ نے انکی
ذاتی شہادت کے سوا اور کچھ فائدہ نہ دیا۔ عام مسلمان فاتح بنکر اطمینان سے کفار کے
ڈیروں کو لوٹ رہے تھے اور خاص محتاط اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین فَاِذَا لَقِیْتُمُ
الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰی اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ[1]
فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا کی تعمیل میں قتل کفار سے
میدان کارزار کو لالہ زار بنا رہے تھے کہ یکایک غضب سے خالد بجلی کی طرح آگرا۔ اور ایسی غیر
معمولی تیزی کے ساتھ حملہ کیا کہ مسلمان اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے میدان چھوڑنے
یا پہاڑ پر جمع ہونے پر مجبور ہوئے۔ مشرکوں کو یہ آخری عالیشان فتح محض خالد کی
لیاقت اور جرأت سے حاصل ہوئی تھی ۔

خالد کا اسلام لانا

اس فتح کی کامیابی کا عموماً نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ خالد ایک فتحمند جنرل
کی طرح مغرور ہوتا۔ اتراتا۔ مخالفت میں سابق سے زیادہ حصہ لیتا۔ مگر صداقت بھی ایک ایسی
شے ہے جو سخت سے سخت مخالفوں کے دلوں کو بھی ہلا دیتی ہے۔ اسلامی صداقتوں نے آخر اس
مظفر و منصور سردار کے دل پر بھی اپنی تصادمی کشمکش کا اثر ڈالنا شروع کر دیا اور نخوت
و مساعی جاہلانہ میں دھبا پڑ گیا۔ فطرت نے جو نور ہدایت خالد کی طبیعت میں ودیعت
رکھا تھا بمصداق کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا اب اس کے ظہور کا وقت قریب آنے لگا
یہ نور صلح حدیبیہ کے بعد زیادہ چمکنے لگا اور خالد ایک عقلمند فلاسفر کی طرح آنحضرت کے حالا

ف [1] سورۂ محمد پارہ ترجمہ۔ جب تم کفار سے لڑائی کرو تو انہیں قتل کرو یہانتک کہ وہ چور ہو جاویں
پس قید کر لو یا تو محض احسانمندی سے یا فدیہ لیکر چھوڑ دو یہانتک کہ ضرورت قتال نہ رہے

عادات معاملات تعلیم وغیرہ پر غور کرنے لگا اور اسلام کی حقیقت کو ٹٹولنے لگا اس کو آں حضرت کی مقدس زندگی عام انسانی آلائشوں سے مبرا و منزہ نظر آتی تھی اسلامی کامیابی ایک انسانی طاقت اور بناوٹ سے بہت ہی اونچی دکھائی دیتی تھی۔ ایک یتیم بیکس امی مفلس کا ہزاروں مغرور و سرکش بہادر بارعب عیاش سرداران عرب کو سیدھی سادی تعلیم سے حلیم۔ متواضع منکسر۔ زاہد۔ مرتاض۔ موحد۔ خداپرست۔ ہمدرد قوم بنا لینا سوائے تائید ایزدی اور توفیق ربانی کے ممکن معلوم نہ ہوتا تھا۔ اور اہل اسلام کا باوجود جلاوطنی۔ بے سروسامانی اور سخت سخت تکالیف اٹھانے اور بلاکسی قسم کی ظاہری امید کے خویش و اقارب۔ مال و دولت کو ترک کرنا اور اپنے ہادی برحق کا ساتھ نہ چھوڑنا اور خلوص دل سے اسلامی ہدایات کا پابند ہو کر اپنے تقدس و ورع کا اعلیٰ نشان دکھلانا صرف بشری طاقت و تعلیم سے بہت ہی بڑھ کر معلوم ہوتا تھا۔ جہاں تک وہ سوچتا تھا اسکو اسلام کی یہ صداقت تعلیم انسانی تہذیب و کمال کیلئے ایک مکمل و اکمل معلم اور نیز جملہ ادیان سے بہتر اور افضل نظر آتی تھی۔ آنحضرت صلعم کے اخلاق اور ابتدا سے عمر سے لیکر ابتک کے جملہ واقعات پر جب نظر عمیق ڈالتا تھا تو دعوائے نبوت کی راستی کے سامنے سر تسلیم خم کیئے بغیر کچھ بن نہ پڑتا تھا وہ سمجھ چکا تھا کہ بقول قریش نہ وہ ساحر ہے نہ کاہن وہ صرف مؤید من اللہ ہے جسکا تائیدی ثبوت اس کے قول و فعل میں ہمیشہ پایا جاتا ہے عمرۃ القضا کے وقت جبکہ یہ خالد بھی مشرکین کے ساتھ مکہ سے نکل گیا تھا۔ اسکے مسلمان بھائی ولید بن ولید نے خالد کی تلاش کی۔ مگر وہ نہ ملا۔ ولید نے بھائی کو خط لکھا اور اسلام کی ترغیب دی اس خط نے خالد کے خیالات میں ایک تحریک پیدا کر دی اور فطرتی مادہ کا جوش لب موجزن ہو گیا۔ چند اصیل بیش قیمت گھوڑے بطور نذرانہ امیرانہ شاہ رسل کی خدمت بابرکت میں مدینہ روانہ کیئے اور اپنی جبلی اولوالعزمی سیر چشمی بلند نظری عالی ہمتی کا پورا ثبوت دیا۔

بھلا ایسا بہادر ایمان خفیہ کب لاسکتا تھا اور جس صداقت کو اُس نے
عرصہ کی تلاش اور غور کے بعد ہر ایک قسم کی کسوٹی پر پرکھ لیا تھا اور خالص بلا غش
دیکھ لیا تھا اب اس کی راستی کا اعلان دینا شروع کر دیا۔ رؤسائے قریش کو اسلام کی
دعوت کرنے لگا۔ صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل اپنے چچازاد بھائی کے بیٹے کو اسلام
لانے اور تلافی مافات کرنے کے لئے کہا۔ مگر افسوس کہ دونوں نے سخت انکار کیا۔ ابوسفیان
رئیس مکہ نے یہ بات سنکر خالد اور عکرمہ کو بلایا اور خالد کو طنزاً کہا کہ کیا تو بھی مسلمان
ہوگیا؟ اگرچہ ابتک خالد نے اسلام ظاہر نہیں کیا تھا مگر اس سچے بہادر کی شجاعت نے
یہ تقاضا نہ کیا کہ جس امر کو وہ صحیح اور درست مان چکا تھا اُس سے نامردوں کی طرح
صرف خوفِ سنان یا کلام سے انکار کرے اور اِس بزدلانہ لقمہ سے اپنی مردانہ تہور
لائف پر بدنما دھبہ لگالے۔ اسلیئے صاف اقرار کرلیا جسکے سنتے ہی ابوسفیان کی آنکھوں
میں خون اُتر آیا اور خالد پر وار کرنے کو جھپٹا کہ عکرمہ بیچ میں آگیا اور ڈانٹ کر کہا کہ خبردار
خالد تو ایک طرف رہا میں ہی دھجیاں اڑا دونگا۔ قریش اپنی اپنی رائے میں آزاد ہیں
خالد بھی کسی کا پابند و مقید نہیں۔ عکرمہ کی اِس جادو بھری اور تائیدی تقریر نے
خالد کے جوش کو اُبھرنے نہ دیا اور خیر گذر گئی۔ اس کے بعد نڈر خالد نے ہر ایک عام
مجمع قریش میں بیخوف و خطر اسلام کی صداقت پر تیز و زور لکچر دینے شروع کیئے اور
مخالفوں میں سے کسی کا حوصلہ نہ پڑا کہ اس شیر ببر کے سامنے آسکے اور کچھ مزاحمت
کرسکے۔ جب خالد نے دیکھا کہ مشرکوں کو پند و نصیحت بے سود ہے۔ تو نا اُمید ہو کر اپنے
دوست عثمان بن طلحہ عبدری کلید بردار کعبہ معظمہ کو ساتھ لے کر مشرکوں کے سامنے
روز روشن میں مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوا۔ راستہ میں عمرو بن العاص خالد کا پُرانا
رفیق اور مشہور دانا سردار بنی سہم نجاشی شاہ حبش کے پاس سے آتا ہوا ملا جو مشرکین
مکہ کی طرف سے سفیر بنکر مسلمان مہاجرین کو حبش سے نکلوانے کے لیئے بھیجا

گیا تھا۔ اب برکاتِ اسلام سے متاثر ہو کر مدینہ کو اسلام لانے کے لیے جا رہا تھا۔ پس
تینوں سردار مدینہ پہنچے اور آنحضرت صلعم کو بہت خوشی ہوئی۔ اور فرمایا کہ مکہ نے اپنے
جگر گوشہ ہماری جانب پھینک دیئے ہیں۔ مگر خالد کے آنے کی زیادہ خوشی ہوئی جن
کے مسلمان ہونے کی ہمیشہ آرزو کیجاتی تھی اور بارہا فرما چکے تھے۔ کہ اگر خالد اسلام
لا کر اپنی شجاعت اور بہادری کو تقویتِ اسلام پر صرف کرے تو بہتر ہو۔ اور وہ اوروں
سے بڑھ کر رہے گا۔

سبحان اللہ جو کچھ آنحضرتؐ نے بطور پیشین گوئی زبانِ دُرفشاں سے فرمایا تھا
اُسی طرح معرضِ ظہور میں آیا۔ اسلام بھی لایا اور اسلام کو تقویت بھی بڑھ کر دی۔ یہی وجہ
تھی کہ آنحضرت صلعم خالد کی خاص انتظار مسجد نبوی میں کر رہے تھے۔ کہ ولید نے اپنے
بھائی خالد کو جلد حاضر ہونے کی تاکید کی۔ خالد بعد تبدیلِ لباس حاضرِ خدمت ہوا
اور السلام علیکم یا رسول اللہ کہا۔ آنحضرتؐ نے شاداں و فرحاں جواب دیا۔ خالد نے
کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یعنے سوائے اللہ کے اور کوئی لائقِ
عبادت نہیں اور تو بلاشک اسکا سچا رسول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰكَ فِی الْاِسْلَامِ (سب حمد و ثنا اُس معبودِ حقیقی کو سزاوار ہے جس نے
تجھ کو اسلام کی ہدایت کی) میں جانتا تھا کہ تم زیورِ عقل سے آراستہ ہو۔ اسی لیے امید وار تھا
کہ تم ضرور مسلمان ہو جاؤ گے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں نے جناب کی بہت
سی مخالفت کی ہے۔ دعا کیجیے کہ سابقہ گناہ معاف ہوں اور آئندہ اسلام کی خدمت میں
ساعی رہوں۔ آنحضرتؐ نے دعا کی۔ خالد جیسے معزز اور بہادر سرداروں کا کمال تحقیق
و تدقیق اور ظفرمندی کے بعد مسلمان ہونا اشاعتِ اسلام کی وجہ محض حقانیت قرار دینے
کے لیئے کافی دلیل ہے۔ یہ واقعہ ساتویں سال ہجری کا ہے۔

خالد رضی اللہ عنہ کی فتوحات

جنگِ موتہ

رحمۃ للعالمین رسولِ امین کی اجابتِ دعا کا جلدی ہی اثر ظاہر ہونے لگا۔ ابھی
خالد کو اسلام لائے دو ہی ماہ گذرے تھے کہ موتہ کو لشکرِ اسلام بھیجنا پڑا۔ موتہ حدودِ
شام میں بیت المقدس سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک شہر تھا جہاں کے حاکم شرحبیل
گورنر قیصرِ روم نے آنحضرت صلعم کے ایلچی حارث بن عمیر کو مار ڈالا تھا جو کہ حاکم بصریٰ امیر
شام کے پاس جا رہا تھا۔ حالانکہ ایلچی کا مارنا کسی مذہب اور قانون میں درست نہیں تھا
اور یہ ایسا واقعہ تھا کہ جسکا انتقام انتظامِ آئندہ کے لیے نہایت ضروری تھا ورنہ مسلمان
تاجروں مسافروں کا غیر ممالک میں چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا اس لیے ساتویں سال
ہجری میں تین ہزار اصحاب تقدس مآب کا ایک لشکر مرتب کرکے بسرکردگی زید بن حارثہ
اپنے غلام آزاد کے موتہ کو روانہ کیا اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابی اور خاندانی
رؤسا مثل اپنے چچازاد بھائی جعفر بن ابیطالب عبداللہ بن رواحہ عبداللہ بن
عمر خالد بن ولید کے زید کے ماتحت کر دیئے جسکا تعلیمی نتیجہ یہ تھا کہ اسلام غلام اور
اصیل کی تفریق کو مٹانے والا ہے اسکا اصل الاصول اور بے نظیر قانون الکرم
التقویٰ ہے یعنی شرافت پرہیزگاری پر موقوف ہے وہ خویش و بیگانہ میں ہرگز ہرگز تمیز
روا نہیں رکھتا وہ ایک خدائی نعمت ہے جسکے حصول کے بعد کالے گورے کا کوئی
فرق نہیں رہتا۔ آنحضرت صلعم نے چلتے وقت حکم دیا تھا کہ اگر زید شہید ہو جائے

ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ۱۲

تو جعفر بن ابی طالب فوج کی کمان کرے اور اُس کی شہادت کی صورت میں عبداللہ بن
رواحہ اور بعد ازاں مسلمان جسکو چاہیں امیر بنا لیں۔ یہ رسولِ خدا کی ایک پیشینگوئی تھی
جو بعینہ مطابق فرمان ظہور میں آئی۔ مسلمانوں نے جاتے ہی دشمن کے ہراول کو شکستہ
کرلیا اور شرجیل گورنر کے بھائی سدوس کو مار لیا۔ شرجیل قلعہ بند ہوگیا۔ مگر آخر عیسائی
شاہی فوج کے پہنچنے اور متفرقہ عرب کی کل فوج کے آملنے سے میدان میں نکل کر
صف آرا ہوا۔ اب مخالف فوج کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ اور مسلمان صرف تین
ہزار تھے۔ ضرور آجکل کے نوجوانوں کو تعجب یا مبالغہ معلوم ہوگا کہ تین ہزار کا ایک لاکھ سے
کیونکر مقابلہ ہوسکتا ہے۔ مگر علاوہ دیگر بے شمار اسلامی نظائر کے ذرا ہندوستان کی
تاریخ کو دیکھیں تو اطمینان کرسکتے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی بت شکن پر حملہ آور ہوکر
اٹک کے قریب راجگانِ ہند کی متفقہ فوج تین لاکھ کو بیس ہزار سے شکست دیکر
ہندوستان میں اسلام کی بنیاد ڈالنا اور سلطان ظہیر الدین بابر کا رانا سانگا کو جس
اُسکی ساڑھے تین لاکھ فوج کے دس ہزار جیدہ مجاہدین سے پامال کرنا اور سلطان احمد
شاہ ابدالی کا مرہٹے غرور اور طاقت کو پانی پت کے مشہور میدان میں ایک ساتویں
حصہ فوج کے ساتھ مٹا کر خوش قسمت انگریزوں کے لئے ہندوستان کی سلطنت
کا راستہ صاف کرنا ایسی صریح نظائر ہیں کہ عربی خون کے تہور کی نسبت کوئی وجہ
استعجاب باقی رہنے نہیں دیتی حالانکہ یہ لوگ صحابہ رسول کے جوش اور حمیت اسلامی
کی برابری نہیں کرسکتے تھے وہ تو بانی اسلام ہادی انام کے خاص فیض یافتہ تھے۔ وہ
الجنۃ تحت ظلال السیوف (جنت الفردوس زیر سایہ شمشیر ہے) پر بلا تامل دل سے
یقین رکھتے تھے اور انکو خدا کے پاک کلام اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ
صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ[1] پر پورا وثوق تھا۔ انہوں نے بارہا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و

[1] خدا اُن لوگوں سے ضرور ہی پیار کرتا ہے جو اسلام کی حمایت میں دیوار آہنی کی طرح جم کر بلا لغزش
لڑتے ہیں (سورہ صف پارہ ۲۸)

اسلام کی رفاقت میں کیا معجز نما م کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ
کی صداقت کا مشاہدہ عینی کرلیا تھا پس ایسی خدا پرست جاں فروش بہادروں کی نگاہ میں
دشمن کی کثرت کیا وقعت رکھ سکتی تھی اور انکی دینی شجاعت پر کیا اثر ڈال سکتی تھی۔
آخر لڑائی شروع ہوئی۔ زید بن حارثہ سردار لشکر اسلام بعد ترتیب دلہی افوج علم لیکر
میدان میں نکلا اور شجاعت اور فن شہسواری کی داد دیکر حملات متواترہ کرنے لگا لیکن
عیسائیوں کی بہادر تیر اندازوں کی قواعد دانی اور سخت تیر بارانی نے کوئی فائدہ اٹھانے
نہ دیا اور تیروں سے زید کا بدن چھلنی ہو گیا۔ مگر اس بہادر نے مقابلہ سے منہ نہ موڑا اور
فوج کو عمدگی سے لڑاتا رہا۔ آخر کثرت جراحت سے کم طاقت ہو کر گھوڑے سے گرا اور راہی
فردوس بریں ہوا۔ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔

زید کے شہید ہوتے ہی جعفر بن ابیطالب نے فوج کی کمان لی اور اپنی ذاتی اور آبائی
بہادری کے جوہر دکھا کر عیسائی بہادروں کو دنگ کر دیا۔ حملہ میں جعفر کا گھوڑا بیچ کیا
گیا مگر اس کی جبلی ہاشمی جرأت پر کوئی اثر نہ پڑا پیادہ سابق سے زیادہ شیر ہو گیا اور
اپنے چند صحاب کو ساتھ لیکر دشمن کے ٹڈی دل میں جا گھسا کسی مخالف نے تلوار کے وار
سے جعفر کا داہنا ہاتھ اڑا دیا۔ علم کو جعفر نے بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا اور بدستور مقابلہ پر ڈٹا
رہا کہ اتنے میں کسی اور مخالف نے بائیں ہاتھ کو بھی قلم کر دیا۔ اسلام کی جان نثار جعفر طیار نے
جو شہادت کے نشہ میں چور ہو رہا تھا علم محمدی کو چھاتی سے لگا لیا۔ اور ایک قدم بھی پیچھے
نہ ہٹا۔ اور آیندہ نسلوں کے لیے بے مثل شجاعت اور استقلال کی ایک بیش قیمت اور
مفید نظیر چھوڑ گیا۔ گو بیدست و بے سلاح تھا مگر اپنی کمان افسری کے فرائض منصبی کے
بجا لانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا تھا کہ کسی دشمن نے ضرب شمشیر سے جعفر
کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

---

[1] اکثر تھوڑے بہتوں پر غالب ہوئے اللہ کے حکم سے (سورۂ بقرہ پارہ ۲)

نے جعفر کی لاش پر پچاس زخم شمار کیئے تھے جو کہ سب اگلی طرف تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ دشمن کو پیٹھ ہرگز نہیں دکھائی۔ یہ اسلامی شجاعت اور ہاشمی خون کا ایک نمونہ تھا جو جعفر رضی اللہ عنہ دکھلا گئے۔ اور افضل الجہاد ان یعقر جوادک ویھراق دمک کی تفصیل کر گئے۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اسوقت تین روز سے بھوکا تھا اس کے چچازاد بھائی نے کچھ گوشت پکا ہوا دیا تھا۔ ابھی عبداللہ نے منہ میں ہی رکھا تھا کہ جعفر کی شہادت کی خبر پائی جسکے سنتے ہی قومی ہمدردی کے جوش میں گوشت منہ سے نکال کر باہر پھینکا اور کہنے لگا کہ افسوس جعفر تو دنیا سے چلا جائے اور میں دنیا کے دھندوں میں لگا رہوں چونکہ عموماً ایسے موقعوں پر اسباب تعلقات دنیوی کی محبت اور خیالات مانع حصول شہادت ہوا کرتے ہیں اور انکی جدائی شاق گذرتی ہے۔ عبداللہ جو ایک امیر صاحب جائداد تھا فوراً غلاموں کو آزاد باغ و بستان وغیرہ جائداد غیر منقولہ و منقولہ کو اسلامی کاموں کے لیئے وقف کر دیا۔ آزاد مجرد ہو کر نفس کو کہا کہ بتلا اب تیرا کیا باقی رہا جسکی جدائی کا تجھ کو افسوس ہو شہادت سے بھاگنا اچھا نہیں پس بسم اللہ پڑھ کر اور علم سرداری کو اٹھا کر دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑا اور افضل الناس مؤمن یجاہد فی سبیل اللہ بنفسہ وماله کی فضیلت حاصل کر کے اور بہتوں کو مار کر شہید ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عبداللہ کی شہادت کے بعد ثابت انصاری نے علم اٹھالیا اور بہادرانہ مقابلہ سے دشمن کو بڑھنے کا موقعہ نہ دیا مسلمانوں کو کہا کہ جلدی اپنا امیر منتخب کرلو۔ اہل اسلام نے خالد بن ولید کو کہ جس کی بہادری کا سکہ دلوں میں بیٹھا ہوا تھا۔ امیر انتخاب کیا مگر خالد جو اسلامی تنبیہ دنیوی تعلیم کے سبب سے ماتحت و افسر کی مجاہدانہ کوششوں

سلہ حل بخت۔ اعلیٰ وجہ کا جہاد یہ ہے کہ غازی کے گھوڑے کی کونچیں کٹ جائیں اور اسکی لاش خون میں تر بتر ہو کر میدان جنگ میں گرے دوسری۔

سلہ جملہ مومن آدمیوں سے وہ شخص افضل ہے جو اسلام کی سرکی خدمت اسلام سے جان و مال خرچ کرتا ہے

میں کوئی فرق نہیں جانتا تھا اور قرآنی فیض نے اس کے دل سے حب جاہ کو نکال کر محبت الٰہی کے سوا اور کسی چیز کی گنجائش ہی نہیں رکھی تھی۔ ثابت سے کہنے لگا کہ آپ مجھ سے بڑے اور جنگ بدر میں حاضر ہو چکے ہیں۔ آپ کے ہوتے میں امارت کا مستحق نہیں ہوں۔ اور بہ نسبت افسری کے ایک عام سپاہی خادم اسلام ہونا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ منصف مزاج ثابتؓ نے کہا کہ پہلوانی بہادری شہسواری جانبازی کارروائی تجربہ کاری تجھ پر ختم ہے اور میں نے علم بھی صرف تمہارے لیے ہی اٹھایا تھا۔ پس امیر خالد رضی اللہ عنہ نے حسبی اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر پڑھ کر علم لے لیا۔ اور یہ انکی سب سے پہلی اسلامی کمان تھی۔ مگر یہ کمان ایسے آڑے اور مشکل وقت میں ملی کہ عیسائی بہادر فوجوں کی صولت و شدت اور چند بہادر سرداران اسلام کی پے در پے شہادت نے مسلمانوں کو ہلا دیا اور ایسی پلیسی کا جو نتیجہ عموماً ہوتا ہے وہ آخر اسلامی لشکر میں ظاہر ہو کر مسلمانوں کو بھاگ نکلے۔ ایسے وقت میں صرف امیر خالد کے استقلال بہادرانہ اور تدبیر شجاعانہ ہی کا کام تھا کہ ایک طرف تو مقابلہ میں ڈٹا رہا اور دشمن کو اس شکست سے فائدہ اٹھانے نہ دیا اور دوسری جانب اپنی پراگندہ اور قلیل فوج کو جوش و غیرت دلا کر میدان میں لا کھڑا کیا اور اپنی فوق العادۃ شجاعت سے شمشیر آبدار کے ساتھ کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں چکر لگاتا اپنی فوج کو سنبھالتا دشمن کو کاٹتا بجلی کی طرح کوندتا شیر ببر کی طرح دھاڑتا ہوا نکل جاتا۔ جدھر حملہ کرتا تھا صفوں کی صفیں الٹ دیتا تھا۔ عیسائی بہادروں نے بھی دل کھول کر مقابلہ کیا اور مسلمانوں کی صفوں کو کئی بار بے ترتیب اور متزلزل کر دیا مگر انکی قومی جرأت، مذہبی جوش امیر خالد کی مشہور چستی و چالاکی فرزندی و شجاعت کا مقابلہ نہ کر سکا اور نہ خالد کی مستعدی کے سامنے اپنی تعداد کی زیادتی اور سامان جنگ سے کچھ فائدہ اٹھا سکے

اس روز امیر خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹی تھیں اسی سے امیر خالد کی کوشش اور کشش کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ بھلا ایسے دشمن کش سخی جنرل سے کوئی عہدہ برآ ہوسکتا ہے؟ یا بازی جیت سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں شام تک کشت وخون کا بازار گرم رہا مگر کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ سر شام طرفین کو اپنے اپنے کیمپ کیطرف جانا پڑا اگرچہ عیسائی بہادروں نے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا مگر اہل اسلام کے غازیانہ صبر و استقلال اور بے نظیر جنرل خالد کی جنگی ہیبت اور شجاعت کا سکہ بھی عیسائیوں کے دلوں پر بیٹھ گیا۔

امیر خالد اس پہلے روز کی لڑائی میں سمجھ چکا تھا کہ دشمن کی کثیر فوج کا مقابلہ مٹھی بھر جماعت کے ساتھ عام جنگی دستور سے دشوار ہے اس لئے امیر خالد نے دوسرے روز اپنی فوج کو سکویر (مربع) کی شکل میں کھڑا کیا جو کہ یورپ میں جنگی ایک اعلٰی قانون جنگی تصور کیا جاتا ہے اور جسکے قلعہ کو کوئی زبردست سے زبردست رسالہ بھی نہیں توڑ سکتا۔ واضح رہنا ہے کہ سب سے پہلے اس قاعدہ کو امیر خالد نے ہی صرف اپنی عقل خداداد سے جنگ موتہ میں اختراع کیا تھا۔ لڑائی کے شروع ہوتے ہی مخالفوں نے سر توڑ کوششوں سے حملے کئے مگر اس سنگین فوجی قلعہ کو نہ توڑ سکے بلکہ ہر بار نقصان کثیر اٹھا کر پسپا ہوتے رہے۔

دوراندیش اور مدبر جنرل امیر خالد نے جب دیکھا کہ دشمن پے درپے حملوں سے تھک گیا ہے۔ فوراً شیر کی طرح جھپٹا اور ایسا تیز حملہ کیا کہ دشمن کو حواس باختہ کر دیا۔ نوک سنان اور تلوار کی دھار کے آگے مخالف فوج کو دھر لیا اور گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کیا۔ دشمن بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے کچھ دور تک تعاقب کیا اور جمعیت مخالف کو بالکل پراگندہ کر دیا ہزاروں مقتول اور کئی سو اسیر کئے گئے۔ چونکہ یہ غزوہ محض ابنِ عمی اسلام کے قتل کے انتقام کے لئے کیا گیا تھا جو بااحسن وجہ پورا کر لیا گیا اسلئے امیر خالد رضی اللہ عنہ

سالما پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں مدینہ منورہ واپس حاضر ہوا اور اسلامی شمشیر کا رعب عیسائیوں کے دلوں میں جم گیا۔

امیر خالد رضی اللہ عنہ کو خطاب سیف اللہ کا عطا ہونا

جس وقت لشکر مجاہدین میدانِ موتہ میں لڑ رہا تھا اور ابھی تک مدینہ میں کوئی خبر نہ آئی تھی کہ آنحضرت صلعم مسجد مدینہ میں اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور محض اشراق نبوت سے میدان جنگ کا ملاحظہ کوسوں سے فرما رہے تھے یکایک آپ نے فرمایا کہ زید شہید ہو گیا پھر جعفر پھر عبد اللہ کی شہادت کی خبر دی پھر ارشاد کیا کہ اب خدا کی شمشیروں میں سے ایک شمشیر (سیف اللہ) خالد بن ولید نے علم اٹھایا ہے اور خدا نے اس کے ہاتھ پر فتح دی ہے۔ اس روز سے خالد کا خطاب سیف اللہ پڑ گیا۔ جو بالکل موزوں تھا اس کے بعد ہر ایک لڑائی میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفیق عتیق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اکثر مہموں میں برابر سپہ سالار رہا۔

فتح مکہ

جنگ موتہ کے بعد سیف اللہ نے فتح مکہ میں اپنی خونخوار اور دشمن شکار لیاقت کو دکھلایا جس کا باعث یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ میں منجملہ دیگر شرائط ایک یہ شرط بھی مابین پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مشرکین کے قرار پائی تھی کہ ایک دوسرے کے دوستوں اور متوصل اقوام سے بھی میعاد مقررہ کے اندر لڑائی نہیں کی جاویگی۔ بنی خزاعہ کی قوم ابتدا سے بنی ہاشم کے ہم عہد اور خیر خواہ تھی اور اس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ تھی۔ اور بنی بکر بن کنانہ مشرکین مکہ کے رفیق تھے اور ان دونوں قوموں میں مخالفت و عداوت تھی اور کئی بار کشت و خون ہو چکا تھا۔ بعثت رسول اللہ کے سبب

جملہ اقوام عرب کی توجہ اسلام کی طرف منعطف اور کچھ عرصہ کے لیئے جنگ باہمی موقوف ہوگئی تھی۔ مگر صلح حدیبیہ کی میعادی صلح نے پیمسلمانوں کی طرف سے عربوں کو کچھ اطمینان دیا تو پھر قدیمی جہالت اور عداوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور ایک دوسرے کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی میں کوشش کرنے لگے۔

چنانچہ ایک دن بازار مکہ میں ایک بنی بکر نے ایک خزاعی کے روبرو اسکا دل دکھانے کے لیئے حضرت رسول اللہ صلعم کی ہجو کہی۔ خزاعی نے منع کیا وہ باز نہ آیا۔ خزاعی نے غصہ میں آکر مخالف کو سخت زدوکوب کیا۔ جس نے اپنی قوم بنی بکر سے استغاثہ کیا۔ جبکہ لڑائی پر آمادہ ہوگئی۔ اور ہمسایہ قوموں سے امداد چاہی مگر قریش کے رسوا ہی نے اجابت کی۔ سرداران قریش مثل عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان بن امیہ وغیرہ مع دیگر اپنی فوج کے ٹھاٹھ باندھ کر اور منہ چھپا کر بنی بکر سے جا ملے اور شبخون مار کر بنی خزاعہ میں سے بیس مقتول اور سینکڑوں مجروح کر دیئے اور عہدنامہ حدیبیہ کا کچھ پاس نہ کیا انکا خیال تھا کہ ہمیں کوئی شناخت نہیں کریگا اور بنی خزاعہ کی تباہی سے مسلمانوں کے رسوخ اور طاقت کو نواح مکہ سے زائل کردینگے۔ جس سے ہمیں کئی ایک پولیٹیکل فوائد حاصل ہونگے۔

مگر نبی کریم صلعم کو تو اسی رات مدینہ منورہ میں بذریعہ نور نبوت معلوم ہوچکا تھا اور چند روز بعد جب عمرو بن سالم خزاعی چالیس سواروں کے ساتھ مدینہ پہنچ کر داد خواہ ہوا۔ اور مفصل حال عرض کیا تو سواران خزاعی کو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیکر روانہ خانہ کیا اور خود قریش کی اس بیہودہ حرکت پر غور کرنے لگے۔ یہ عہدشکنی کوئی معمولی بات نہ تھی۔ بلکہ قریش نے علانیہ پیغام جنگ دیا تھا۔ اگر آنحضرت صلعم توجہ نہ فرماتے تو آئندہ اہل اسلام کی دوستی اور رفاقت کا اعتبار جزیرہ نمائے عرب سے بالکل اٹھ جاتا اور اسلام کے دعاۃ اور منادیوں کو کوئی اپنے ہاں ٹکنے نہ دیتا اور اشاعت توحید میں سخت

رکاوٹ پیدا ہو جاتی۔ مشرکین کا حوصلہ اور غرور بڑھ جاتا اور احتمال تھا کہ اگر مشرکین مکہ کی اس جسارت کا انتقام نہ لیا جاتا تو پھر مدینہ سکینہ پر مثل سابق چڑھ آتے اور نہیں تو لا کھوں کی جایداد غیر منقولہ ہی تاخت و تاراج ہو جاتی جو مشرکوں کی جرأت اور مسلمانوں کی بدنامی کا باعث ہو جاتا۔ مد نظر حالات بالا کوئی شخص بھی خواہ وہ کسی مذہب کا پابند ہو انکار نہیں کر سکتا کہ یہ لڑائی بہ نظر حفظ ما تقدم کس قدر ضروری تھی اور مشرکین کے اقوال بے ثبات نے اسکو کس قدر اٹل کر دیا تھا۔

پس آنحضرت صلعم نے یقین کر لیا کہ مشرکین مکہ آرام لینے نہیں دیتے۔ انکی متواتر شرارتوں سے تنگ آکر وطن مالوفہ کو الوداع کہا۔ مصائب سفر کو گوارا کیا۔ مسلمانوں کو کوڑے پٹوائے گئے۔ جلتی دھوپ میں بٹھلا کر انکا بھیجا نکالا گیا۔ سولی چڑھائے گئے قتل کیے گئے۔ انکی جایدادیں چھین لی گئیں۔ عرب کی خونخوار قوموں کو لالچ دیکر ہزاروں کی جمعیت بہم پہنچا کر اسلام کے استیصال کے لیے چڑھا چڑھا کر لائے۔ زیارت کعبہ سے مسلمان روکدیے گئے۔ اور محض بنی آدم کو کشت و خون سے بچانے کے لیے صلح حدیبیہ کی کمزور شرائط کو برخلاف رائے معزز و مستند اصحاب مان لیا گیا۔ مگر باوجود اس قدر بردباری اور نرمی و رعایت واغماض کے مشرکین کے غرور و تکبر جور و ظلم میں کچھ بھی کمی نہیں ہوئی۔ ایفائے عہد کا انکو پاس نہیں عہود و مواثیق کا انکو خیال نہیں۔ کسی طرح مسلمانوں کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ناچار مع صحاب کبار روانگی مکہ کا عزم کیا۔ مشرکین نے گو ابو سفیان کو بھیجکر دم جھانسا دینا چاہا۔ مگر ابو سفیان کی روباہ بازی یہ چل نہ سکی۔ آنحضرت نے مسلمان اقوام بنی سلیم غفار۔ اسلم۔ جہینہ۔ اشجع کو طلب کیا اور دس ہزار مجاہدین کے ساتھ مکہ کا راستہ لیا جب لشکر اسلام منزل مر الظہران میں جسکو اب وادی فاطمہ کہتے ہیں پہنچا جو مکہ سے ۱۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور وہاں ابو سفیان کو جو دریافت حالات کے لیے مکہ سے

نکلا ہوا تھا۔ حضرت عباسؓ عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم گرفتار کر کے لائے اور مشرف باسلام
ہوا۔ تو جمعیت اور شوکت اسلام دکھلانے کے لیے حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان
کو ایک تنگ درہ میں لیکر کھڑے ہوئے۔ سب سے اول آنحضرت صلعم کے مقدمۃ الجیش خالد
رضی اللہ عنہ معہ ایک ہزار سوار جرار بنی سلیم کے گذرے جنہوں نے معہ اپنی فوج تین
بار اللہ اکبر کے مہیب گونج سے ابوسفیان کے دل کو خوف سے بھر دیا۔ اور دل سے
تابعدار رسول بنا دیا۔ مکہ کے قریب پہنچکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا
جائزہ دیا۔ کثرت اور شوکت دیکھ کر اور اپنی سابقہ مصائب اور تکالیف اسباب
ہجرت کو یاد کر کے در میان پالان شتر پر سجدہ شکر بجا لائے جو ایک سچے رسول کے شایاں
تھا۔ بعد ازاں فوج کے تین حصے کر کے ایک دستہ کو زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے
ماتحت کیا۔ اور حکم دیا کہ بالائی رستہ سے ہو کر موضع حجون میں پہنچکر آنحضرت صلعم کا خیمہ
بابرکت نصب کیا جاوے۔ اور ابوعبیدہ بن الجراح کو تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ
بطن وادی کے راستہ سے قریش کی تسلی کے لئے روانہ کیا گیا۔ تیسرا دستہ خالد رضی اللہ
عنہ کی سرکردگی میں دیا گیا اور حکم ملا کہ پائین راہ سے ہو کر آخیر آبادی میں علم محمدی
جا گاڑے اور ہر ایک کو تا بمقدور جنگ کرنے سے منع کیا۔ ہر ایک سردار اپنی اپنی ڈیوٹی
پر روانہ ہوا مگر چست و چالاک خالد بہت جلد آگے بڑھ گیا اور مشرکین کو چونکہ زیادہ
اندیشہ خالدؓ کی جانب ہی سے تھا اس لیے اپنا سارا زور خالد کے مقابلہ میں ہی خرچ
کیا۔ سرداران قریش مثل صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل وغیرہ بنی مخزوم نے
بہ رفاقت مشرکین بنی بکر و بنی حارث و ہذیل حبشیوں کے موضع خندمہ میں
جان توڑ مقابلہ کیا قدم قدم پر جانبازیاں کرتے اور ہر ایک مورچہ پر داد
شجاعت دیتے رہے مگر عاشق اسلام خالدؓ نے محض ایمانی جوش سے عزیز
واقارب کی کچھ پروا نہ کی اور مخالفین رسول کو یکساں تلوار کے گھاٹ اتارتا

شروع کر دیا۔ اور مسجد الحرام کے دروازہ باب ولید تک چلا گیا۔ آخر مخالف بھاگ نکلے۔ اور مشرکین کے غرور اور طاقت کا آخری فیصلہ خالد کے بازو اور ہاتھوں سے ہی ہوا۔ اور فتح مکہ کا سہرا اجرا مگر خالد ہی کے سر پر رہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ طبعاً قتل انسان اور لڑائی سے نفرت تھی آپ نے جنگ میں اطلاع پاکر ایک شخص کی زبانی خالد کو کہلا بھیجا کہ ارفع عنھم السیف (اپنی تلوار روک لو) مگر پیغام پہنچانے والے نے غلطی سے ضع فیھم السیف (اپنے قتل کرو) کہہ دیا جس کی تعمیل میں ستر آدمی مشرکین مکہ سے قتل کیے گئے اور آنحضرت نے جو جنگ احد میں حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر ارشاد فرمایا تھا کہ میں بجائے حمزہ کے ستر آدمی مشرکین کے قتل کرونگا۔ اس کی صداقت اللہ کی حقانی شمشیر نے کر دکھائی۔ یہ پہلا اعتراض ہے جو بعض نے حضرت امیر خالد کے سر تھوپتے ہیں جو بالکل بیہودہ ہے۔ لڑائی کی ابتدا مشرکین نے کی۔ ستر آدمیوں کا زیادہ قتل اگرچہ غلطی سے ہوا مگر اس میں خالد بے قصور تھا اس کو پیغام ہی ایسا پہنچا تھا۔ پس امیر خالد سے کوئی بھی عدول حکمی نہیں ہوئی اور رسول اللہ کا تمام اور معافی خالد کی بریت کے لئے کافی شہادت ہے۔

فتح مکہ کے بعد امیر خالد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل حرم ہوا اور باڈی گارڈ کا کام دیتا تھا۔ لوگوں کے ہجوم کے صدمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتا تھا۔ جب حرم اصنامات سے صاف ہو چکا تو خالد کو بتخانہ عزیٰ کے انہدام کے لیے موضع نخلہ کی جانب روانہ کیا گیا جو خالد کے خدا پرست ہاتھوں سے منہدم اور پامال کیا گیا۔

جنگ بنی جذیمہ

فتح مکہ کے بعد خالد رضی اللہ عنہ مع سواران بنی سلیم و چند مہاجرین کے موضع یلملم کو بنی جذیمہ کی تادیب کے لیے روانہ کیے گئے۔ جو ایک بادیہ نشین بدوی قوم تھی اور بنی کنانہ کی ایک شاخ تھی اور مخالفتِ اسلام میں مشہور تھی۔ مخالف سمجھ کر ہی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلامی فوج کو روانہ کیا تھا۔ قوم مذکور خالد کی روانگی کی خبر سنکر پورے ساز و سامان سے ہتھیار بند ہو کر مقابلے کو نکلی تھی۔ جو مخالفت کا ایک زبردست قرینہ تھا۔ خالد نے جب انکو دعوتِ اسلام کی تو انہوں نے صاف کہدیا کہ "صبأنا صبأنا" جس کا عام مفہوم یہ تھا کہ "ہم بے دین ہوگئے یا ہم نے مذہب تبدیل کرلیا۔" یہ ایک دوسرا قرینہ تھا جس سے خالد رضی اللہ عنہ کو اس قوم کے مخالفِ اسلام ہونے کا یقین ہوگیا اور بعضوں کو قتل اور بعضوں کو قید کر لیا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ لوگ مسلمان تھے اور انہوں نے غلطی سے بجائے "اسلمنا" کے "صبأنا" کہدیا۔ انکی مراد "صبأنا" سے "اسلمنا" ہی تھی کیونکہ مشرکین عرب اکثر مسلمانوں کو صابی کہتے تھے اسی خیال سے انہوں نے اپنے آپ کو صابی قرار دیا۔ لیکن ان کا اسلام نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا اگر معلوم ہوتا تو خالد کے ماتحت اسلامی لشکر قوم مذکور کی جانب روانہ کرنے کی کیا ضرورت تھی اگر اسلام لائے بھی ہونگے تو ابھی بعد فتح مکہ کی خبر سنکر جس کی اطلاع خالد رض کو ہرگز نہ تھی۔ بہرحال اگر غلطی ہوئی بھی ہو تو ایک اجتہادی غلطی تھی اور بقولے "المجتہد یخطی و یصیب" خالد ہرگز قابلِ گرفت نہیں ہیں یہی وجہ تھی کہ آنحضرت نے خالد سے قصاص نہیں لیا اور نہ ان سے دیت دلوائی بلکہ بیت المال سے ورثائے مقتولین کو دیت دیکر خوشنود کیا گیا۔

اس نبوی فیصلہ کے بعد اگر پھر کوئی مسلمان مورخ نکتہ چینی کرے تو گویا وہ نبی کے فیصلہ کی توہین کرتا ہے اور بحکم شریعت ایسا شخص منافق و مرتد گشتنی گردن زدنی ہے۔ نبی کے فیصلہ کے بعد کسی کو بھی مقدمہ دوبارہ چلانے کا اختیار نہیں ہے۔ سب سے مورخین غیر مذاہب وہ تو اعتراض نہیں کر سکتے۔ فوجی جنرلوں سے عموماً اس سے بڑھ کر غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں۔ دیکھو مہذب یورپ کے جنرل جنہوں نے دنیا میں آگ لگائی ہوئی ہے اور صرف اس پچاس سال گذشتہ کے عرصہ میں غیر مذہب کے لاکھوں بیگناہ ہلاک کیئے گئے اور ان کی عام اور معمولی غلطیوں سے کسقدر جور و ظلم اور کشت و خون واقع ہوا ہے پس یہی جذبہ کے واقعہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر عقلاً و شرعاً کوئی اعتراض نہیں آسکتا جو کچھ انہوں نے کیا محض حمایتِ اسلام کے لیئے کیا کوئی ذاتی غرض نہ تھی۔

جنگِ حنین

جب مکہ فتح ہو چکا اور مشرکین میں سے اکثر مسلمان اور بعض ذمّی ہو کر مطیع ہو گئے۔ بت توڑ دیئے گئے کلمۃ الحق کا اعلان ہو چکا تو عرب کی دیگر مشرک اقوام جو یہ تصوّر کیئے بیٹھے تھے کہ اسلام کے مٹانے کے لیئے مکّہ والے ہی کافی ہونگے۔ اور سرداران مکّہ کو امداد دیکر برسر مخالفت رکھتے تھے۔ اب اہل مکہ کے بے انتہا کوششوں کی مقابلہ میں اسلام کی کامیابی دیکھ کر کپکپانے لگے اور مشرکانہ حسد کے جوش سے انہوں نے عہد کر لیا کہ اسلام کے استیصال کے بغیر خواب و خور حرام ہے اس لئے ایک مجموعی طاقت سے مقابلہ کی تیاری شروع کی اور اس مقابلہ کا بیڑا بنی ہوازن اور ثقیف نے اٹھایا جن کی امداد پر دیگر قومیں بھی تھیں۔ وادی حنین میں جو مکّہ سے ۳۰ کوس پر واقع ہے عرب کے

چاروں طرف سے مشرکوں کی فوجیں آکر جمع ہونے لگیں تیس ہزار کا لشکر اہل اسلام پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ یہ حالات سنکر آنحضرت نے مجبوراً دفاعی طور سے مقابلہ کی تیاری کی اور بارہ ہزار کے ہجوم کے ساتھ جن میں اکثر بے ہتھیار تھے حنین کو روانہ ہوئے اور فوج کا ہراول بدستور سابق خالد رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے جنکے زیر حکم عموماً نومسلم تھے مخالف فوج کا جنرل مالک بن عوف تھا جو ایک مشہور بہادر نوجوان شہسوار تھا۔ مگر عقل اور تجربہ میں کم تھا۔ اسلامی فوج کے رستہ میں ناہموار میدان تھا اس میں بہت گڑھے اور عمیق غاریں تھیں اس لیے مقامات گذر نہایت تنگ تھے۔ باقاعدہ طرز پر وہاں سے اکٹھی فوج نہ گذر سکتی تھی اس لیے فوج کو متعدد رستوں اور مختلف دستوں میں لیجانا پڑا۔ مالک بن عوف نے رستہ کے سفید جنگی مقامات پر کمین گاہوں میں فوج کو چھپا رکھا تھا ابھی مسلمان ہراول تھوڑے سے ہی گذرنے پائے تھے۔ کہ مخالفوں نے حملہ کر دیا مسلمان بے خبر تھے صبح کا ذب کا وقت تھا۔ اندھیرے میں خالد وغیرہ سرداران فوج کو سنبھال نہ سکے اس سبب سے کہ فوج مختلف راہوں سے گذر رہی تھی۔ ایک دوسرے کو مدد نہ دے سکے۔ نومسلم اور کفار بکہ جو ساتھ تھے بھاگنے میں زیادہ ساعی ہوئے۔ اگر رسول اللہ کا استقلال جسکو کوئی چیز متزلزل نہیں کرسکتی تھی۔ اور نبی کی شجاعت کہ جسپر کوئی دنیاوی سامان اپنا خوف طاری نہیں کرسکتا تھا اس موقعہ پر ساتھ نہ ہوتا تو مسلمان میدان ہار چکے تھے۔ آخر رسول اللہ کی اسی طاقت نے شکست یافتہ مسلمانوں کو پھر مجتمع کر دیا اور مخالفوں کو منہزم کیا۔

جنگِ طائف

بھگوڑے مخالف قلعہ طائف میں جاکر پناہ گزین ہوئے جو ایک سخت مضبوط

قلعہ تھا جس میں سامان رسد ایک سال کے لیے جمع ہی تھا ہراول کی سخت ڈیوٹی
پر خالد مقرر کیے گئے جس کے لیے قدرتاً وہ موزون تھے۔ طائف پر خالد وغیرہ
اصحاب کبار نے بہت کچھ دادِ مردانگی دی اور فتح یقینی تھی کہ آنحضرت نے بمشورہ
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مراجعت مناسب خیال کی جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ سال آئندہ
کہ یہ مغرور اور زبردست قوم خود بخود مشرف باسلام ہوگئی۔

جنگِ تبوک

نویں سال ہجری میں شام کے ایک قافلہ کی زبانی معلوم ہوا کہ ہرقل شاہ
قسطنطینیہ نے جو یورپ کا زبردست بادشاہ تھا اور جس کی ماتحت شام آرمینیا
ایشیائے کوچک مصر طرابلس یعنی علاوہ یورپ کا بہت سا حصہ تھا اپنی ایک بہادر جنرل
قباد کو مدینہ پر لڑائی کے لیے روانہ کیا ہے اور یہ خیال کسی قدر قرین قیاس بھی
تھا کیونکہ متنصرہ عرب جن کے ذریعہ عرب میں عیسائی مذہب کے پھیلنے کی امید
تھی باوجود یورپ کے عیسائیوں کی تحریک اور امداد کے اسلام کی ترقی کے
سامنے ناکامیاب رہ چکے تھے اور جیسا کہ آج کل کے عیسائی اسلامی ترقی کو دیکھ
نہیں سکتے۔ افریقہ و دیگر ممالک میں اسلام کی ترقی کے رستہ میں کئی ایک روکاوٹیں
پیدا کر رہے ہیں۔ اسی طرح عیسائی عربوں نے باوجودیکہ آنحضرت سے صلح کر لی
تھی اور امن و امان کا عہد و پیمان ہو چکا تھا۔ مگر شرارت سے باز نہ آتے تھے اور
اسلام کے مخالفوں سے در پردہ سازشیں کرتے تھے یہ تمام شریر الطبع عیسائی
عرب اور شام کے درمیان وسیع رقبہ میں آباد تھے۔ اس علاقہ میں چند عیسائی
ریاستیں تھیں انکو جب کبھی موقعہ ملتا تھا اسلام کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہ کرتی تھیں۔ بلکہ اپنے ملک سے کسی مسلمان کو گذرنے تک نہ دیتے تھے اور سخت لڑائی

سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کو بھی قتل کر چکے تھے جنکے سبب سے خونخوار جنگ موتہ واقع ہوئی تھی اور خالد رضی اللہ عنہ خدائی شمشیر سے جوہر دکھا چکا تھا۔ روم کا ایک گورنر جو صرف صداقت اسلام دیکھ کر خود بخود مسلمان ہوا تھا قسطنطنیہ میں بار اوّل قید اور پیچھے رحمی سے قتل ہو چکا تھا۔ علاوہ اس کے ہمیشہ عیسائیوں کی شریرانہ منصوبوں کی خبر پہنچتی رہتی تھی۔ پس بنظر جملہ حالات قیاد کی فوجکشی کی افواہ قابل توجہ تھی۔

اور قبل اس کے کہ دشمن خاص مدینۃ النبی پر حملہ آور ہو کر اقوام عرب میں ایک تزلزل اور وہن پیدا کرے خود آگے بڑھ کر مقابلہ کرنا قرین مصلحت تھا۔ پس تیاری کا حکم دیا گیا۔ مگر ایک پشتینی سلطنت اور نہایت دولتمند طاقت سے مقابلہ تھا۔ اور نہ کوئی خزانچی تھا نہ خزانہ نہ میگزین نہ سلاح خانہ۔ ہاں ضرور نبوّت کا حقانی خزانہ تھا جس کے مقابلہ میں تمام دنیا ہیچ تھی۔ دنیا و ما فیہا سے بے تعلق مجرد و متوکل جو کی روٹی کھانیوالے اور بوریے پر سونیوالے ایک قادر مطلق پر بھروسا رکھنے والے نبی نے محض اسلام کی حفاظت کے لیئے چندہ قومی کی تحریک کی۔ اسلام کے سچے خادم اور رسول اللہ کے عاشق صادق امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال و دولت جو ہزاروں کا تھا لا حاضر کیا۔ امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال لا دیا۔ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے مع سجھاز و سامان اور ایک ہزار دینار نقد یا بروایت بعض دو تہائی لشکر کو پورا سامان جنگ دیکر ہمدردی اسلام کا نمونہ دکھلا دیا۔ عبدالرحمن بن عوف نے چالیس ہزار درہم پیش کیئے۔ اسی طرح جملہ مہاجرین انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حسب مقدور چندہ دیا حتی کہ عورات نے اپنی زیورات و پارچیات اتار کر مجاہدین کے خرچ کے لیئے دیکر جہاد مالی کا ثواب حاصل کیا۔ ابو عقیل انصاری نے ایک عجیب

نادار صحابی تھا۔ صبح سے شام تک آب کشی کرتا رہا۔ جس کی اُجرت دو سیر کھجوریں
ملیں۔ ایک سیر تو اپنے بال بچوں کو دیں اور ایک سیر خُرما توی چندہ میں داخل
کیا۔ رسولِ امین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کھجوروں کو سب
صدقات کے اوپر رکھا۔ اور تعلیمی طور سے جتلا دیا۔ کہ اسلام امارت وفلاکت کثرت
وقلت کو یکساں سمجھتا ہے۔ ہاں اخلاص کا قدر دان ہے۔ پس عام چندہ محتاج
مسلمانوں کو سامان جنگ اور تیاری سفر کے لیئے دیا گیا۔ اگرچہ موسم کی گرمی
اور فاصلہ کی دُوری اور منافقوں کی شرارت نے کئی ایک کو بیدل کر دیا اور
بعض کو رفاقت کی سعادت سے محروم رکھا۔ مگر پھر بھی تیس ہزار مسلمان جمع
ہو گئے۔ جنہوں نے فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ [1]
کی فضیلت حقہ کو حاصل کیا۔ جب یہ تمام لشکر ظفر پیکر بعد قطع مراحل موضع تبوک میں
جو حدود شام پر واقع ہے پہنچا۔ تو مقابل کوئی نظر آیا۔ وجہ یہ تھی کہ جنگ موتہ میں
امیر خالد کے ماتحت تین ہزار نمازی مسلمان ایک لاکھ عیسائیوں کو ناکوں چنے چبوا
چکے تھے۔ اب تو خاص فخر موجودات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ تھا اور
عیسائی مخبروں کی زبانی سُن چکے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت
اور استقلال کا مقابلہ کوئی شے نہیں کر سکتی۔ علاوہ اس کے گو بظاہر قلب حب نیری
اور طعن وتشنیع کے خیال سے اسلام کی تصدیق نہیں کرتا تھا۔ مگر اس کو متواتر اور
لگاتار تحقیقات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات نبوت اور تعلیم رسالت
کے برخلاف بھی کوئی وجہ نہیں سوجھتی تھی۔ خیر خواہ کوئی سبب ہو مگر اس دفعہ عیسائیوں
نے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے مقابلہ سے پہلو تہی کی۔ دو ماہ تک موضع تبوک میں
مسلمان قیام پذیر رہے۔ مگر اس موقعہ پر بھی خالد رضی اللہ عنہ ثواب غزا

[1] اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ثواب عظیم میں برتری دی ہے ۱۲

سے محروم نہ رہے اور اسلامی خدمت کے کارنمایاں میدان میں سب سے سبقت لے گئے۔

دومتہ الجندل ایک عیسائی ریاست تھی جس کے رئیس کا نام اکیدر تھا ہمیشہ مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا۔ اور ان کے برخلاف سازشیں کرتا تھا۔ چونکہ یہ ریاست تبوک کے قریب تھی۔ اس لیئے اس مادہ فساد رئیس کا انتظام بنظر امن و امان آئندہ ضروری خیال کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کو چار سو بیس سوار دیکر دومتہ الجندل کو روانہ کیا اور بطور پیشگوئی ارشاد فرمایا تم اکیدر کو شکار کرتے ہیں گرفتار کروگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خالد رضی اللہ عنہ کے وقت قلعہ مذکور کے قریب پہنچا۔ چاندنی رات تھی۔ اکیدر اپنی عورت کے ساتھ مے نوشی کر رہا تھا کہ ایک گاؤ کوہی قلعہ کی فصیل کے نیچے آپہنچی۔ اکیدر اطلاع پاکر اسی حالت نشہ میں گھوڑے پر سوار ہوکر ہتھیار لگاکر قلعہ سے باہر نکلا۔ اس کا بھائی حسان بھی ہمہ چند سواروں کے ساتھ ہو لیا۔ اکیدر کو بلا جنگ ہمراہیان خالد نے گرفتار کر لیا۔ مگر اس کا بھائی حسان مع اپنے ہمراہیوں کے جنگ سے پیش آیا۔ جو سیف اللہ کی ضرب سے جانبر نہ ہوسکا۔ باقی ہمراہی بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے۔ اکیدر کا دوسرا بھائی مصاد مقابلہ پر آمادہ ہوا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا محاصرہ کیا اخیر مصاد نے تنگ آکر کنجیاں خالد کے حوالہ کیں۔ اور آٹھ سو گھوڑے چار سو نیزے لیکر بدستور سابق قلعہ حوالہ اکیدر کیا گیا۔ بعد ازاں اکیدر مع اپنے بھائی مصاد کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ جہاں اخلاق نبوی اور تعلیم رسولی کے برکات دیکھ کر خود بخود مسلمان ہوگیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع جملہ صحابہ مراجعت فرمائے مدینہ منورہ ہوئے۔

سال وفود (قاصدان) اور خالد کی منادی تو ران

دسویں سال ہجری میں غزوہ تبوک کے بعد امن و امان کا زمانہ شروع ہوا۔ زبردست اور جنگی اقوام اور بڑی بڑی مغرور اور سرکش سردار مخالفت کرتے کرتے تھک گئے۔ اور اسلام کی خدائی ترقی کو نہ روک سکے۔ کئی بار بہ ہیئت مجموعی کفار کا ٹڈی دل لیکر استیصال اسلام کے لئے چڑھ چڑھ کر آئے مگر اس الٰہی نور کو نہ بجھا سکے۔ مشرکوں کے ماوا و ملجا شہر مکہ جہاں سے پیغمبر خدا معہ چند رفقا نہایت تنگی اور عسرت کے ساتھ نکالے گئے تھے۔ نہایت آسانی سے فتح ہو گیا۔ اور وہاں سرکار امین معہ موحدین خدا کا شکر کرتے اور اس کی توحید کا اعلان فرماتے داخل ہو چکے تھے۔ بیت اللہ بتوں سے صاف اور اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی بت شکن گونج سے روشن ہو گیا تھا۔ ابو جہل جیسے مخالف کا بیٹا عکرمہ اور ابو سفیان ایمان لا کر تائید اسلام میں حصہ لینے لگے تھے۔ دیگر اقوام عرب نے بھی مسلمانوں کی ایذا رسانی سے ہاتھ اٹھا لیا تھا۔ اور پہلے جو اہل اسلام کو مجبوراً اپنے بچاؤ کے لیئے تلوار اٹھانی پڑتی تھی۔ اب اس کی ضرورت نہ رہی اور عربوں کی لڑائیوں سے فرصت ملی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بزرگ اصحاب کو بطور منادی و دعاۃ قبائل عرب کی جانب واسطے دعوت اسلام کے روانہ کیا۔ جنکی علمی اور عملی تعلیم کے اثر سے مختلف قبائل عرب نے اسلام قبول کر لیا اور اور قبائل کے ڈیپوٹیشن (قاصد) دھڑا دھڑ خدمت میں نبی کریم رحمۃ للعلمین کے حضور حاضر ہونے لگے۔ اسی واسطے اس سال کو سال وفود کہتے ہیں کیونکہ وفود جمع وفد بمعنے قاصد ہے۔

اس موقعہ پر بھی خالد رضی اللہ عنہ نے کچھ کم کام نہیں کیا اور اپنی پر زور

صداقت بھری تعلیم سے ہزاروں کو زیورِ اسلام سے مزیّن کیا اور ثابت ہو گیا کہ خالد رضی اللہ عنہ کی تیغِ زبان تیغِ فولاد سے کم مؤثر نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد رضی اللہ عنہ کو بنی حارث بن کعب کی ہدایت کیلئے روانہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ قوم مذکور کو جا کر دعوتِ اسلام کرو۔ اگر مشرف باسلام ہوں تو ان میں رہ کر قرآن و سنّت کی تعلیم کرو۔ خالد رضی اللہ عنہ جو تقدس و ورع اور خلوص صداقت عشقِ الٰہی و محبت رسالت پناہی کے کامل نمونہ تھے اور باوجود بے نظیر شہسوار اور بہادر سپہ سالار ہونے کے خیر بد ذائقہ بد اطمینان و عرفان میں کمال رکھتے تھے۔ انکے اقوال صادقہ اور افعال حسنہ کے دلکش اثر سے ہزاروں مشرکین فرقہ موحدین میں داخل ہوئے اور کچھ عرصہ قوم مذکور میں شریعت کی تعلیم دیتے رہے اور بعد ازاں اسی قبیلہ کے چند آدمی حسب الارشاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ لیکر دربار نبوی میں حاضر ہوا۔ جو بیعت اور حصول فیضان کے بعد واپس گھر گئے۔ اور قیس بن حصین کو انکا سردار مقرر کیا گیا جو اس قوم میں سے تھا۔ خیر المیدان از قبیلہ بنی نجران ملقعہ یمن اور بعض دیگر اہالی یمن بھی خالد کے ہاتھ پر ایمان لائے ولید بن عقبہ اموی قبیلہ بنی مصطلق کی جانب بھیجا گیا جسکے استقبال کے لیے لوگ نکلے ولید جو ایک ضعیف الاعتقاد اور قوم مذکور سے سابقہ عداوت رکھتا تھا ڈر کر اور دشمن تصور کرکے مدینہ بھاگ آیا اور قوم مذکور کی مخالفت کی تیز دی۔ آنحضرت نے خالد بن ولید کو روانہ کیا جنہوں نے بعد تحقیقات قبیلہ مذکور کو پکا مسلمان پایا۔ جس سبب سے ولید کو سرزنش اور خالد کو آفرین ہوئی۔

خالد رضی اللہ عنہ کا اعتقاد

بارھویں سال ہجری میں جب آنحضرت نے حجۃ الوداع کیا اور سر منڈایا تو

پر جوش مسلمانوں نے بڑی گامو ئے مبارک اٹھا لیے خالد رضی اللہ عنہ نے پیشانی مبارک کے بال لے لیئے۔ اور عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ ان بالوں کی برکت سے لڑائیوں میں فتح پاؤں۔ آنحضرت نے دعا کی جسکے اثر اجابت سے خالد ہمیشہ مظفر و منصور رہا۔ اور یہ بال خالد کی ٹوپی میں رہتے تھے۔ جو ہمیشہ وقت جنگ میں پہنا کرتا تھا۔

مرتدین عرب

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر وفات سنکر جزیرہ نمائے عرب میں ایک کھلبلی پڑ گئی مسیلمہ کذاب طلیحہ اسود کے ادعائے نبوت کی خبر تو آنحضرت صلعم کے اخیر وقت میں ہی شائع ہو چکی تھی۔ اب بعد انتقال دیگر دنیا پرست اشخاص بھی کسی کسی بہانہ سے مخالفت کے میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ چالاک عورت سجاح بنت حارث التمیمیہ نے ایک بلغریب عقیدہ کے اجرا سے خلق کثیر کو گمراہ کر دیا قبیلہ غطفان کی ایک عورت مسمات سلمی اور ایاس بن عبد اللہ جسکو فجاءۃ کہتے تھے لوٹ مار کرنے لگی۔ علاوہ اس کے بعض ترک صلوٰۃ اور بعض معافی زکوٰۃ کے خواہشمند تھے بعض بطمع ریاست عوام کو بہکانے لگے۔ بعض کہتے تھے۔ کہ اگر آنحضرت نبی ہوتے تو ہمیشہ زندہ رہتے اور بعض نے یہ مشہور کر دیا کہ موت سے نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اب بعد ہم کسی کی اطاعت واجب نہیں غرضیکہ ان خیالات فاسدہ اور عقائد باللہ منافی اسلام اور رعب مخالفین کے ازدحام نے اہل اسلام کو سخت گھبرا دیا۔ صرف قریش اور ثقیف مہاجر و انصار کے ساتھ رہ گئی۔ باقی تمام اعراب باغی و مرتد ہو گئے اور اس قدر زور پکڑا کہ بنی عبس و ذبیان نے بجمعیت کثیر مدینہ کو ایک طرف سے آ گھیرا۔ اور بنی اسد و کنانہ نے دوسری جانب

بت محاصرہ کرلیا۔ اور خلیفہ رسول اللہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے
کمی نماز و معافی زکوٰۃ کی درخواست پیش کی چونکہ فرائض اسلام میں کمی و بیشی کا کسی کو
اختیار نہیں تھا۔ اس لیے درخواست نامنظور ہوئی اور چونکہ ترکِ صلوٰۃ و زکوٰۃ صاف
نشانِ ارتداد تھا لڑائی کرنی پڑی۔ اور اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب و شہسوارِ لشکر
زبیر بن العوام و طلحہ بن عبید اللہ و خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی سرکردگی میں بہادر غازیوں
نے مخالفوں کو نواحِ مدینہ سے مار کر بھگا دیا۔ مگر مرتدین کی شرارت و صولت بدستور ترقی پر
یہ وقت اسلام پر نہایت سخت تھا۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضہ جیسے
پرجوش جلیل القدر صحابی نے جو محض حمایتِ اسلام سے بات بات پر تلوار کھینچ کر مرنے
مارنے کو تیار ہو جایا کرتے تھے مشکلات پر غور کر کے یہی صلاح دی تھی کہ مخالفین
سے اِس سال نرمی کیجائے۔ اور زکوٰۃ نہ لیجائے۔ اور دیگر تمام اصحاب کی رائے بھی
بنا بر مصلحتِ وقت یہی تھی مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو فضیلت معیت
نبی کے سبب زیادہ روشن دماغ اور مشکوٰۃ نبوت سے شجاعت و کیاست و عقل
و فراست کا زیادہ فیضان حاصل کر چکے تھے محض اپنی ذاتی بہادری و تہور و نور
خلافت سے اِس مشورہ کے ضرر رساں پہلوؤں کو سوچ کر انکار کر دیا اور حضرت
فاروق اعظم رضہ کو جھڑک کر کہا کہ رَجَوْتُ نُصْرَتَكَ وَجِئْتَنِي بِخِذْلَانِكَ أَجَبَّارٌ
فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْإِسْلَامِ۔[۱] میں اپنے جیتے جی شرائع و احکام اسلام میں
کمی و بیشی نہیں ہونے دونگا۔ وحی کا آنا بند ہو چکا اور اسلام تکمیل پا چکا۔
زکوٰۃ مثل صلوٰۃ رکنِ اسلام ہے۔ جو اس سے انکار کریگا جب تک کہ تلوار میرے
ہاتھ میں ہے استحکام احکام اسلام کے لیے جہاد کرونگا۔ گو سب میرا ساتھ چھوڑ دیں۔
در اصل خلیفہ رسول اللہ کی اس رائے مصیب پر اگر عمل نہ کیا جاتا تو آثار

[۱] میں نے تم سے مدد کی امید کی اور تم بزدلی سے پیش آیا۔ جاہلیت میں تو جبار تھا اور اسلام میں بزدل بنا۔

اَلْمَلَتْ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی صداقت درست نہ رہتی اور بعد میں ہر ایک کو شرائع اسلام میں کمی و بیشی کی جرأت ہوجاتی اور شاید ہوتے ہوتے بقول ؎ ہر کہ آمد برآں مزید کرد ۔ اصولِ اسلام میں کیا کچھ تغیر و تبدل واقع ہوجاتا۔ اور آجکل کے تن پرست اور لالچی ریفارمر جنہوں نے بلا سند تاویلات سے اسلام کا کچومر نکالدیا ہے معلوم نہیں کہ اس سند صحابہ سے کیا کچھ خرابیاں پیدا کرتے مگر اللہ جل شانہ کو استحکام اسلام تا قیام قیامت منظور تھا جو بعد رسول خلیفۃ المسلمین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے مدبر شجاع اولعزم مآل اندیش منتخب کیے گئے۔ جنہوں نے اسلام کو دوبارہ زندہ کرکے اسلام کے آدمِ ثانی کا لقب حاصل کیا اور رسول اللہ کے حق پرست اصحاب کے صحیح انتخاب کو کلام معجز نظام لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ[1] سے مطابق کر دیا۔ اور اپنی قابلیت و فضیلت خلافت کو روزِ روشن کی طرح ثابت کر دکھایا۔ ایسے وقت میں جبکہ تمام مسلمان حیران و دہشت زدہ تھے اور لاکھوں اشرار مدینہ پر آمادہ تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بہ نفسِ نفیس نکل کھڑے ہوئے اور علم بردار اسلام خالد بن ولید کو مقرر کیا۔ جو نشان سپہ سالاری تھا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس جوش بھری مجاہدانہ کارروائی نے مسلمانوں میں ایک تازہ روح پھونکدی اور غازیانِ اسلام اور عاشقانِ سید الانام کی ایک جرار فوج جمع ہوگئی۔ فاروق اعظم نے اس موقع پر خلیفہ رسول اللہ کو بذاتِ خود جہاد کرنے سے روکا اور صلاح دی کہ کسی اور جنرل کے ماتحت فوج لڑائی پر بھیجدی جائے۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے ارادہ شمولیت کو ترک نہ کیا۔ حتی کہ گھوڑے پر سوار ہو گئے کہ اتنے میں ابن عم رسول زوجِ بتول اسد الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے آکر گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ میں آج آپ کو وہ بات کہتا ہوں جو رسول اللہ

[1] میری امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہوگا۔ ۱۲ از تاریخ سید احمد مکی۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنگ احد میں ارشاد فرمائی تھی جبکہ آپ مسلمانوں کی نازک حالت دیکھ کر حصول شہادت کے لیئے تلوار سونت کر جان قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ شم سیفك لا تفجعنا بنفسك والله لئن اصبنا بك لا يكون للاسلام نظاماً۔ یہ حدیث سنتے ہی اس ثانی الرسول خلیفہ مقبول نے مجبوراً عزم واپسی مدینہ کیا اور بصلاح اصحاب کبار گیارہ سرداران اسلام کو تھوڑی تھوڑی فوج دیکر مختلف اطراف کو روانہ کیا۔ مگر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو طلیحہ بن خویلد الاسدی مدعی نبوت کے مقابلہ پر مقرر کیا جو نواح مدینہ میں لاکھوں کی جمعیت کے ساتھ غرا رہا تھا اور عیاں کا قرب مدینہ الٰہی کے لیئے دن بدن خطرناک ہو رہا تھا۔ اور کثیر جنگی فوج کے علاوہ طلیحہ خود بھی مشہور شہسوار تھا امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے علاوہ دیگر جنگی ہدایات کے یہ بھی ہدایت کی کہ پہلے طلیحہ اور اس کے ہمراہیان کو دعوت اسلام کرو۔ بصورت انکار و ابتدا سے جنگ لڑو۔

جنگ طلیحہ بن خویلد اسدی

عرب میں بنی اسد ایک زبردست اور کثیر جنگجو قوم تھی جس میں سے طلیحہ تھا اور جناب رسول کریم کے وقت میں اپنی قوم کے ساتھ مسلمان ہوا تھا علم نجوم سے واقف تھا۔ قبل وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدعی نبوت ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور کلام مسجع بنا بنا کر کلام اللہ سے تعبیر کرنے لگا چنانچہ اسکی خرافات اور اکاذیب کا نمونہ یہ ہے۔

کقولہ والحمام والیمام والصرد الصوام قد صمن قبلکم باعوام لیبلغن ملکنا العراق والشام اور نماز بلا رکوع وسجدہ مقرر کی۔ صرف کھڑے کھڑے نماز پڑھتے

لہ تلوار کو میان کرو اور اپنی شہادت سے اسلام کو کمزور نہ کرو۔ واللہ اگر آپ کو کچھ ضرر پہنچا تو اسلام کا شیرازہ کھل جائے گا۔

تھے۔ بنی آسد۔ بنی ہوازن غطفان اس کے پیرو ہو گئے۔ عرب کا مشہور بہادر سردار عیینہ بن حصن الفزاری اور قرہ بن ہبیرہ القشیری معہ اپنی اپنی قوم طلیحہ اسدی نبی جا شامل ہوئے اور ہزاروں بے گناہ مسلمان مارے گئے۔ اسود عنسی مدعی نبوت جو یمن میں قتل ہو چکا تھا اُس کے ہمراہی اور دیگر مرتد بھی طلیحہ سے آملے تھے۔ اور دن بدن جمعیت بڑھتی رہی تھی اس لیئے دیگر سرداران اسلام متعینہ عرب جوار کو بھی حکم دیا گیا کہ امیر خالد رضی اللہ عنہ کے ماتحت کام کریں۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ مقام بزاخہ میں ہوا۔ امیر خالد اوّل تو بہ تعمیل ارشاد امیر المومنین مخالفوں کو پند نصیحت دیتا رہا اور لڑائی سے گریز کرتا رہا۔ مگر جبکہ عکاشہ اسدی اور ثابت انصاری دو بزرگ مسلمان جنکے سپرد پہرہ چوکی کا کام تھا طلیحہ اور اُس کے بھائی کے ہاتھ سے مارے گئے تو امیر خالدؓ یہ خبر سُنکر شیر ببر کی طرح اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور فوج کی صف بندی کر کے میمنہ پر عدی بن حاتم طائی اور میسرہ پر زید الخیل اور مقدمہ میں زبرقان کو مقرر کیا اور خود قلب میں کھڑا ہوا طلیحہ نے فوج کی کمان عیینہ بن حصن الفزاری کے حوالہ کی اور خود کمبل اوڑھ کر مراقبہ میں بیٹھ گیا اور مرتدین کا دل بڑھانے کے لیئے انتظار وحی کے بڑبڑانے لگا۔ اگرچہ فوج مخالف کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور مسلمان صرف آٹھ ہزار تھے مگر خدا پرست مسلمانوں پر انکے بے نظیر جنرل کے مضبوط دل پر اس کثرت نے کچھ بھی اثر نہ کیا۔ لڑائی شروع ہوئی اور دشمن بہت زور سے پے در پے حملات کرنے لگے اور مسلمانوں کی صفوں کو کئی بار اُلٹا پلٹ دیا۔ مگر امیر خالد رضی اللہ عنہ جدھر دشمن کا زور دیکھتا تھا اُدھر ہی غیر معمولی تیزی کے ساتھ شہباز کی طرح جا پڑتا تھا۔ اور مخالف کو اپنے تیز اور تند حملہ سے فائدہ اُٹھانے نہ دیتا تھا۔ میدان مبارزت میں بڑے بڑے یکہ تازبہادروں کو پچھاڑ کر خاک ہلاکت پہ ڈالدیتا تھا اور یاایھا الذین امنوا اذا لقیتم

...فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

کی جوشیلی گونج سے مجاہدین کی حوصلہ افزائی کرتا اور ترغیب جہاد دیتا اور اصحاب [illegible] کو للکارتا اور اللہ اکبر کے نعرے مارتا دشمن کی صفوں کو چیرتا پھاڑتا نکل جاتا تھا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اس دن دو تلواریں سینکڑوں انسانوں و حیوانوں کے قتل کے بعد ٹوٹ گئیں۔ دشمن نے صبح سے سہ پہر تک سخت مقابلہ کیا۔ مگر مسلمان شائقین شہادت بزور شمشیر و دمبدم آگے ہی بڑھتے گئے اور دشمن کے مورچے چھنتے رہے۔ آخر مرتدین کو شکست ہوئی۔ اور طلیحہ جو عراق و شام تک بطور فاتح پہنچنے کی آرزو رکھتا تھا۔ با دل بریاں چشم گریاں بیوی سمیت بھاگ کر شام میں پناہ گزین ہوا جو کچھ عرصہ بعد مسلمان ہو کر ایرانی معرکوں میں شامل ہوا اور اسلام کی خوب خدمت بجا لایا۔ اور معرکہ نہاوند میں داد شجاعت دیکر شہید ہوا طلیحہ کے اکثر ہمراہی مقتول ہوئے اور کچھ بھاگ گئے۔ اور باقیماندہ عیینہ بن حصن الفزاری وغیرہ قید ہو کر مدینہ بھیجے گئے جہاں بر کمال فیاضی و رحمدلی سے علاوہ جان بخشی کے ان پر اور کئی احسان کیے گئے اور بغاوت کی سزا کوئی نہ دی گئی۔

واقعہ بنی تمیم

جب بنی اسد وغیرہ مرتدین عرب کو شکست فاش [illegible]

ملہ سورۃ انفال پ۱۰ (ترجمہ) اے ایمان والو جب کسی گروہ سے لڑو تو ثابت قدم رہو اور [illegible]

حاصل ہوئی اور قوم مذکور میں از سر نو رواج اسلام ہوگیا۔ تو امیر خالد رضی اللہ عنہ
بنی تمیم کی طرف منعطف فرما ہوئے جو علاقہ بطاح میں رہتے تھے یہ تمام قوم مرتد
ہوگئی تھی۔ اور سجاح بنت حارث مدعیہ نبوت سے جا ملے تھے۔ اس قوم کا سردار
مالک بن نویرہ تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بنی تمیم کی زکوٰۃ اور
صدقات وصول کرنے کا عامل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر وفات سنکر تمام مال
صدقات وغیرہ جو جمع کر چکا تھا۔ اپنی قوم کو واپس کر دیا۔ اور اعلان دیدیا کہ اب
اسلام کا جوا تمہاری گردن سے اتار گیا ہے۔ مالک کی عورت نے آنحضرت صلعم
کے انتقال کی خوشی میں حنا بندی کی تھی اور گیت گائے تھے۔ اپنی ایک عورت
کو بوجہ مسلمان ہونے کے طلاق دیکر قید کر دیا تھا۔ اور جملہ قوم کے ساتھ سجاح
مدعیہ نبوت سے جا ملا تھا۔ امیر خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اول چند مسلمان
علیحدہ علیحدہ اس تفتیش کے لیے قوم مذکور کی جانب روانہ کیے کہ وہ معلوم کریں۔
کہ قبیلہ مذکور کی اسلامی حالت کیسی ہے۔ وہ بارہ شخص کو ہمراہ لائے جن میں ایک
بنی تمیم کا سردار مالک بن نویرہ تھا۔ تفتیش کنندہ مسلمانوں میں سے صرف ایک
مسلمان نے انکے اسلام کی شہادت دی۔ مگر باقی شہادتیں برخلاف تھیں۔ خالد
ابھی تک متذبذب تھے کہ اثنائے گفتگو میں مالک نے بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی نسبت کہا کہ "یقول رجلکم کذا وکذا" (تمہارے مرد نے یوں کہا ہے) جس کا
صاف مطلب یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلعم کو اپنا پیغمبر نہیں جانتا تھا۔ اسی سبب سے آپ کے
مرسلنا نہ کہنا اُس کا یہ کہنا انکار از اسلام تھا۔ جو اس نے مجمع عام میں خالد رضی
اللہ عنہ جیسے ذہین اور فہیم صحابی کے روبرو کیا اور پیغمبر سے انکار ارتداد کا
صاف نشان تھا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے مالک کو کہا کہ کمبخت کیا آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم تمہارے مرد نہیں تھے جو تم رجلکم کہتے ہو اُس نے پھر بھی رجلکم

ہی کہا اور پیغمبر سے صاف انکار کر دیا جس کے پاداش میں بہ تعجیل ارشاد سید بر ارشاد نبوی صلعم مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ وَاحْدَثَ فَاقْتُلُوْهُ[1] ابر جو شہ سپاہی ضرار بن الازور کی تلوار کی ضرب سے راہی ملک عدم ہوا۔ اور جس عصبیت اور اسلامی جوش سے مالک قتل کیا گیا ہے۔ بالکل اس واقعہ سے مشابہ ہے جو فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک مسلمان کو قتل کیا تھا۔ جبکہ ایک یہودی اور مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ لیگئے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ کیا مسلمان نے نہ مانا اور دوبارہ حضرت عمرؓ کے پاس لے اور حقیقت بیان کی۔ فاروق اعظم یہ سنکر کہ مسلمان ہو کر پیغمبر کے فیصلہ سے انکار کرتا ہے اندر سے تلوار نکال لائے اور ایک ہی ہاتھ سے مسلمان کا کام تمام کر دیا اور کہدیا کہ جو پیغمبر کے فیصلہ سے ناراض ہے اس کا یہ فیصلہ ہے اور اس قتل کا قصاص نہ لیا گیا۔ جس کی یہ وجہ تھی کہ فیصلہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار مرتد ہونے کا نشان تھا اور مرتد کا قتل بحکم شریعت محمدی روا ہے جس طرح سے کہ اس قتل کا الزام حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عاید نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح مالک کے قتل سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ مبری الذمہ ہیں۔

متعصبین چاہے کس قدر کھینچ تان کر باتیں بنائیں مگر مالک کے قتل سے سوائے غیرت اسلامی اور عصبیت دینی کے اور کچھ نہ تھا۔ پیغمبر صلعم کی توہین کو عام مسلمان زمانہ حال گوارا نہیں کر سکتے۔ بھلا ایک جلیل القدر صحابی اور وہ بھی خالد رضی اللہ عنہ کو تھوڑا اور شجاعت کے علاوہ رسول اللہ صلعم کے عشق اور محبت میں سرگشتہ اور شیفتہ تھا اور جس نے اپنی زندگی کو محض خدمت اسلام کے لیے وقف کر دیا۔

---

[1] جو مسلمان مذہب بدلے اور توبہ نہ کرے اس کو قتل کرو صحیح بخاری۔

تھا کب سن سکتا تھا۔

مالک مقتول کا بھائی مدینہ پہنچ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ جن کی بھی
مالک سے دوستی تھی پر درد انگیز مرثیہ سنا کر داد خواہ ہوا۔ اور بیان کیا کہ مالک بحالتِ
اسلام مارا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بجوشِ انصاف سے امیر المومنین صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاں دعویٰ کرا دیا۔ اور امیر خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی اور
سزا دہی کے زور سے رائے دی۔ آخر خالد رضی اللہ عنہ تن تنہا میدانِ جنگ سے طلب کیے
گئے۔ اور امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حضور میں تمام حال بہ شرح و
عن بیان کر دیا۔ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مالک کے مرتد ہونے کا
یقین آگیا۔ اس لیے امیر خالد رضی اللہ عنہ کو مقدمۂ قتل سے بری کر دیا اور بدستور سابق
بعہدۂ سپہ سالاری بر میدانِ جنگ کو بھیج دیا۔ اور مسیلمہ کذاب کے مقابلہ کا حکم دیا
گیا۔ پس خلیفۃ المسلمین کے عادلانہ فیصلہ کے بعد کسی مسلمان کو خواہ وہ کسقدر با رتبہ
ہی کیوں نہ ہو۔ اعتراض کرنے یا دوبارہ مقدمہ چلانے کی گنجائش نہیں رہتی۔

کسی معتبر مؤرخ نے نہیں لکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے
بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو دوبارہ اٹھایا ہو۔ جو لوگ یہ کہتے
ہیں وہ مفتری دروغ گو اسلام کے دشمن ہیں۔ وہ امیر خالد کے ہی دشمن نہیں
بلکہ حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے مخالف ہیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ کو کمزور بزدل
اور فاروق رضی اللہ عنہ کو مغرور و سرکش ٹھہراتے ہیں جن کی مذہبی تعصب کے سوا کوئی اصل
نہیں ہے۔ بعد قتل مالک بن نویرہ بقول بعض اس کی مطلقہ عورت سے امیر خالد رضی اللہ عنہ نے
نکاح کر لیا۔ مگر اس قسم کا تصرف کوئی شرعاً ناجائز نہ تھا۔ جنگِ خیبر کے بعد ام المومنین
صفیہ رضی اللہ عنہا سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا۔ اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے غنائمِ یمن کے مال خمس میں سے ایک

لونڈی کو تصرف کیا تھا جس پر بعض صحابِ نبوی نے شکایت کی اور حضرت نے
کے لیے حدیث خمِ غدیر مَن کُنتُ مولاہ فعلیٌ مولاہ ارشاد [illegible]
ہوئی۔ پس خالد رضی اللہ عنہ کا عورت مذکورہ سے زفاف کسی بد نیتی سے قرار رضی اللہ
نہیں ہو سکتا اور اس کو مالک کے واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مسمات سجاح بنت حارث مدعیہ نبوت

جب بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر عرب مرتد ہو گیا۔ طلیحہ و مسیلمہ دعویدار نبوت
مسماۃ سجاح بنت حارث نے موصل کے نواح میں خروج کیا اور بنی تمیم کے اکثر بنی تغلب
کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ عورت چالاک، شعبدہ باز، فصیح و بلیغ تھی۔ سب سے پہلے
اس نے ارادہ کیا کہ اول مسیلمہ کذاب کی جمعیت کو پراگندہ کر کے قوت بڑھاؤں
اور بعد ازاں مسلمانوں سے قسمت آزمائی کروں۔ اور یہ تجویز نہایت مدبرانہ تھی،
کیونکہ خدا پرست اور مخلص مسلمانوں کی نسبت مسیلمہ کذاب کے لشکر کا بہ نسبت
کا مقابلہ باسباب ظاہری کچھ آسان معلوم ہوتا تھا۔

مسیلمہ جو ایک عقلمند صاحب رائے دوراندیش شخص تھا، مقابل نمائش کر
بہت سے قیمتی تحائف دیگر مسماۃ سجاح کے پاس روانہ کیے اور درخواست ملاقات
کی کہ اگر جان سے امان دی جائے اور علیحدہ ملاقات کی جائے تو میں خود حاضر خدمت
ہو کر عرض معروض کر سکتا ہوں۔ سجاح نے منظور کیا۔ اور مسیلمہ کذاب چالیس سوار
لیکر سجاح کے کیمپ کو روانہ ہوا۔ ملاقات تخلیہ میں ہوئی۔ ایک پرتکلف خیمہ لگایا گیا جس میں
نے ہر ایک قسم کا سامانِ عیش و عشرت جذبات شہوت انگیز مہیا کر دیا۔ سجاح دیکھتے ہی
ز دشتہ ہو گئی۔ مسیلمہ جو پہلے ہی اپنے موقعہ کی تاک میں تھا اور زیادہ باعث ترغیب
ہوا۔ ناز و نیاز ہونے لگے۔ اور ایک دوسرے کے دل دستہ ہو گئے۔ سجاح نے مسیلمہ

سے پوچھا کہ آپ کو کیا وحی آتی ہے. کذاب نے کہا!
اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ لِلنِّسَاءِ اَفْرَاجًا وَجَعَلَ الرِّجَالَ لَھُنَّ اَزْوَاجًا فَنُولِجُ فِیْھِنَّ اِیْلَاجًا
ثُمَّ نُخْرِجُ اِذَا شَاءَتْ اِخْرَاجًا فَیَنْتِجْنَ لَنَا سِخَالًا اِنْتَاجًا. یہ خرافات جب مراد سنتے
ہی سجاح کی باچھیں کھل گئیں۔ اور کہا کہ اَشْھَدُ اَنَّکَ نَبِیٌّ. مسیلمہ کذاب نے درخواست
نکاح کی جو جوش مسرت سے منظور کی گئی مہر یہ مقرر ہوا کہ سجاح کی فوج سے نماز فجر
اور نماز عشاء معاف کی گئی اور علاقہ یمامہ کی نصف پیداوار سجاح کو دی گئی سجاح
کی کچھ فوج تو ناراض ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلی گئی اور باقیماندہ مسیلمہ سے جا
ملی۔ اور خود سجاح چند روز بعد موصل کو بھاگ گئے اور جیسا کہ لالچی خود غرض
دنیا پرست مدعیان ہدایت کا انجام ہوا کرتا ہے ویسا ہی اس نابکار کا ہوا گمنامی
اور ناکامی کی حالت میں مر گئی ۔

مسیلمہ کذّاب

صوبہ یمامہ جو عرب کے مشرق میں ایک زرخیز اور آباد وسیع علاقہ ہے اس
میں جنگجو قوم بنی حنیف بہ تعداد کثیر بستی تھی۔ جو ربیع بن نزار بن سعد بن عدنان
کی اولاد میں سے تھے۔ یہ قوم معہ اپنے سردار مسیلمہ بن حبیب کے آنحضرت صلعم
کے عہد میں مسلمان ہوئی تھی۔ اور مسیلمہ خود آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا
مسیلمہ نے ایک دن اپنی ریاست اور قوم کی کثرت کے خیال سے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اپنے بعد اس کو جانشین مقرر فرما دیں رحمۃ
للعالمین رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم خود حقیقی اخلاص اور سچے ایمان کے خواہاں
تھے اور ظاہری و دنیوی سلطنت کی موروثی بنیاد رکھنی نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ
آپ کی بعثت محض اشاعت توحید ہدایت خلق اطمینان قلب روحانی کمال

کے لیے تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ بوقت انتقال کوئی اپنا جانشین مقرر نہ فرما گئے۔ حالانکہ اُن کے عزیز و رشتہ دار لائق موجود تھے۔

لالچی مسیلمہ کی یہ حریصانہ درخواست اس مقدس نبی صلعم نے جو تقدیس و تجرید و انقطاع عن الخلق میں سب سے اعلٰی نمونہ تھے مسیلمہ کو جھڑک کر کہا کہ تم تو قلات مانگتے ہو۔ میں یہ چھڑی جو میرے ہاتھ میں ہے تم کو نہیں دونگا۔ رسول اللہ کی حق پرست نگاہ میں ریاست و سلطنت اور فوج کی کثرت کیا حقیقت رکھتی تھی اور مسیلمہ کا دباؤ کیا رعب ڈال سکتا تھا۔ آپ کے نزدیک مسیلمہ جیسے والی ریاست کی نسبت ایک مفلس و کنگال مگر پاکباز بے ریا بے طمع مسلمان زیادہ قدر کے لائق تھا۔ آپ کی تعلیم کا ماحصل و نتیجہ صرف عشق خدا اور قطع ماسوی اللہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا پرست مسیلمہ کی خواہش مردود و مطرود کی گئی۔ اور نہایت مایوسی سے مسیلمہ یمامہ کو روانہ ہوگیا۔ اور وہاں جاکر بیان کیا کہ محمد رسول اللہ نے مجھ کو اپنی نبوت میں شریک کیا ہے اور بذریعہ خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی چونکہ آپ نے مجھ کو نبوت میں شریک کیا ہے۔ اس لیے نصف ملک بھی دیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں لکھا کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب۔ السلام علی من اتبع الھدیٰ۔ امّا بعد فانّ الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین وقد اھلکت اھل الحجر ابادک اللہ ومن صوت معک۔

مسیلمہ نے اصلی خط ظاہر نہ کیا بلکہ ایک اور جعلی خط لکھ کر لوگوں کو سنا دیا کہ مجھ کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت اور ملک میں شریک کرلیا ہے مسیلمہ ایک باعلم شخص اور ابتدا میں حصول علم نجوم۔ رمل۔ نیرنجات۔ شعبدہ بازی وغیرہ کیلئے

مختلف ممالک عرب و عجم میں سیاحت کر چکا تھا۔ لوگوں کے بہکانے میں بہت کچھ کامیاب ہوگیا۔ اس کی آبائی ریاست، خاندانی رسوخ و اعتبار اور قومی طاقت نے اس کی تیاویز کو سرسبز کر دیا۔ کئی ایک حیرت انگیز شعبدے دکھا کر لاکھوں کو دائرہ فریب میں پھانس لیا۔ مسیلمہ نے نماز کو موقوف اور شراب، زنا وغیرہ فسق و فجور کو مشروع کر دیا اور اپنی من گھڑت خرافات اور مہملات کا نام وحی رکھ دیا۔ چند عقلمند اشخاص کے سوا جملہ بنی حنیفہ نے اس کی اطاعت کر لی جنہوں نے طرح طرح کے عذاب اور تکالیف اٹھا کر اسلام پر جانیں قربان کر لی تھیں۔ یہ شخص دو سال سے کوس لمن الملک بجا رہا تھا۔ اور اس کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی۔ سجاح جس کی جماعت بڑی بن چکی تھی۔ جس کی جنگجو جماعت کا بہت سا حصہ مسیلمہ سے آملا تھا علاوہ اس کے تمام عرب کے بھگوڑے مسیلمہ کے پاس ہی آجمع ہوتے تھے اور یہ تمام جمعیت لاکھوں تک پہنچ چکی تھی۔

جب امیر خالد رضی اللہ عنہ طلیحہ وغیرہ کی جانب سے فراغت پا چکا تو امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امیر خالد رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اب یمامہ کو جائیں اور مسیلمہ کو پہلے پند و نصیحت سے راہ ہدایت دکھائیں۔ اگر باز نہ آئے تو بہ تعمیل من بدل دینہ فاقتلوہ (مرتد کو قتل کرو) ظالم فساق سے مظلوم و مقتول مسلمانوں کا بدلہ لو۔ اور بنظر احتیاط دیگر مسلمان سرداروں کو امیر خالد کے ماتحت کر دیا۔ کیونکہ اس سے پہلے مسیلمہ ایک اسلامی لشکر کو شکست دے چکا تھا جس کا بیان اس طرح ہے کہ جب امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گیارہ سردار مختلف قبائل عرب کی طرف روانہ کیے تھے۔ تو عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل مخزومی کو مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا تھا اور ان کی کمک پر شرحبیل بن حسنہ کاتب وحی کو مقرر فرمایا تھا۔ عکرمہ نے چاہا کہ جلد یا تنہا مہم فتح

جوشِ تہوّر میں شرجیل کی انتظار نہ کی اور مسیلمہ کی فوج سے جا بھڑے مگر نقصان
اٹھا کر پسپا ہوئے۔ شرجیل یہ خبر سنکر رستہ ہی میں ٹھہر گیا۔ اس فتح سے مسیلمہ کا دل
بڑھ گیا اور مسلمانوں کو ہیچ سمجھنے لگا۔ اتنے میں علمِ خالدی لہراتا یمامہ میں لہرانے
لگا۔ مسیلمہ کے صرف مقدمۃ الشکر (اڈوانس گارڈ) میں چالیس ہزار سوار جرّار تھے
اور سپہ سالار اسلام کے ساتھ کُل ۱۳ ہزار تھے جن کی اس لشکر کے ساتھ کوئی
نسبت ہی نہ تھی ہاں ذروۃ مقام الاسلام الجہاد لاینالہ الا افضلہم[1] کے
شوق حصول میں جانباز غازی کفار کو چیونٹیوں کا دَل اور میدان سے فرار کو ننگ
سمجھتے تھے۔ اسلام کے نام پر جان دینا اور مخالفانِ دین سے سینہ سپر ہونا
انکا اعلیٰ نشانِ اسلام تھا۔

امیر خالد رضی اللہ عنہ نے پہلے تو مسیلمہ کو بذریعہ سفرا پند و نصائح کی اور
انابت و توبہ کی ہدایت کی جو کارگر نہ ہوئی اور وہ بدستور اپنے ظالمانہ و مشرکانہ
و فاسقانہ عقائد پر شدت سے جما رہا اور ضلالت خلائق سے محض ہوائے نفسانی
و غرور شیطانی سے دست بردار نہ ہوا اور اپنے خیالات مخرب اخلاق سے باز نہ آیا۔

معرکہ جنگ

جب امیر خالد رضی اللہ عنہ طریقہ تبلیغ سے مایوس ہو گئے اور علم الیقین ہو گیا
کہ مخالف کا ارادہ صرف اسلام کا استیصال ہے وہ کفر و عصیان شرک و ہذیان کے
دربار دینگ میں رواج دیکر مساعی جمیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیکار اور
احکام الٰہی کو ملیامیٹ کرنا چاہتا ہے اور کسی طرح راہ راست پر نہیں آتا اور
اپنی کثرت فوج پر مغرور ہو کر مقابل اکڑا ہوا ہے تو ناچار توکلت علی اللہ

[1] اعلیٰ مقام اسلام جہاد ہے جس پر سوا افضل مومن کے اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ابن ترغیب

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا کہا۔ صف بندی شروع کی اور میمنہ پر زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور میسرہ پر اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اور فوج کے مقدمہ میں اپنے رشتہ داران بہادران بنی مخزوم کو مقرر کیا۔ اور بعد ترتیب فوج سے یوں مخاطب ہوا۔

تقریر امیر

اے خادمانِ خیر الانام ولے عاشقانِ اسلام۔ دیکھو کفار سے ہر چند نرمی ملاطفت کی گئی۔ پند و نصائح دی گئی۔ اور صرف اُن سے یہ امر چاہا گیا کہ توحید و رسالت پر ایمان لائیں۔ اُن کے ملک و مال سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ ترکِ شرک ہی سابقہ مظالم قتل و غارت کا کافی کفارہ ہوگا۔ مگر جب دُنیا نے مسیلمہ کو اندھا کر رکھا ہے۔ ہجوم مشرکین سے بہرہ ہو رہا ہے۔ سُنتا ہی نہیں۔ خیر ہم اپنا فرض ادا کر چکے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ اب مجبوراً تلوار میان سے نکالنی پڑی ہے۔ جو آج اُن غازی مجاہدین کے ہاتھوں میں ہے جن کے حق میں خدا فرماتا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا۔[1] پس ایسے مغفور و مبرور مہاجر و انصار کے سامنے مخالف کی کثرت کیا حقیقت رکھ سکتی ہے اور تمہاری حقانی شمشیر پر امید واثق ہے کہ کفار کے اس آخری

---

[1] جو لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جنگِ کفار میں اپنے مال و جان کو خرچ کیا اسکا درجہ خدا کے نزدیک بڑا ہے اور یہی لوگ مرادات دو جہانی کو پہنچنے والے ہیں پروردگار انکو بشارت دیتا ہے اپنی رحمت اور خوشنودی اور بہشتوں کی جن میں انکے لیے مستقل نعمتیں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہینگے۔ سورۂ توبہ

معرکہ میں اسلامی جوہر دکھاکر جزیرہ نمائے عرب کو کفر و شرک سے پاک کردیگی۔

گو تم قلیل ہو مگر خدا تمہارے ساتھ ہے فتح و شکست قلّت و کثرت پر موقوف نہیں اللہ کے ہاتھ ہے جنگ بدر میں تمہاری کیا جمعیت تھی مگر خدا نے چند گنا فوج مخالف کو اپنی تائید و نصرت سے بھگا دیا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ۔ پس آج بھی بدستور سابق تائید الٰہی پر یقین رکھو وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ۔ مشاہدہ عینی دیکھ لو۔ صبر و استقلال شیوہ مجاہدین ہے۔ اور صابرین کی فتح بالیقین ہے چنانچہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ بارہا آچکا ہو اسلامی جہاد سب سے بڑھ کر اور اعلیٰ تجارت ہے جس میں ہر ایک طرح فائدہ ہی فائدہ ہے۔ مرگئے تو شہید زندہ ہے تو غازی۔ لڑائی کا اخیر نتیجہ موت ہے جو ذریعہ شہادت ہے اور شہادت باعثِ حیات ابدی اور نجاتِ سرمدی ہے۔ جس کے حصول میں میں دیکھتا ہوں کہ آپ جان نثاران اسلام میدانِ کارزار کو گلزار سمجھتے ہیں تمہاری اسلامی استطاعت اور شجاعت آج ضرور ان بے گناہ مسلمانوں کے خون کا انتقام لے گی جو صرف اس جرم میں قتل کیے گئے جلتی آگ میں ڈالے گئے۔ ان کے ہاتھ پانوں کاٹے گئے کہ وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر دل سے یقین رکھتے تھے۔ اور وہ کسی امید و بیم سے اسلام کی صراط مستقیم سے ہٹ نہ سکے اور خدا و رسول کے پاک نام پر قربان ہوگئے وہ رسول جو رحمۃ للعالمین صلعم کہ جس کی تعلیم سراسر تزکیہ نفوس بنی آدم اور تہذیب اخلاق و حصول کمالِ انسانی پر مبنی ہے اور جس نے ہزاروں گمراہ دلوں کو علم و حکمت الٰہیہ سے بھر دیا اس کی مخالفت مسیلمہ کذاب کر رہا ہے جسکو کوئی مسلمان گوارا نہیں کر سکتا تمہارے

سلہ اس میں شک نہیں کہ اللہ نے جنگ بدر میں تمہاری مدد کی جبکہ تم بہت کمزور اور قلیل تھے۔ سورۃ عمران پ۴
لہ فتح محض اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب اور حکیم ہے سورۃ عمران پ۴ ۱۲ سلہ خدا صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہوتا ہے ۱۲

ہاتھ وہی پاک ہاتھ ہیں جو بیعت رضوان کا شرف حاصل کرکے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مقدس خطاب بارگاہ ایزدی سے پا چکے ہیں۔ میں آج انہیں متبرک ہاتھوں سے امید رکھتا ہوں کہ اپنی پرزور طاقت سے کفر و شرک کی بیخ و بن کو عرب سے اکھاڑ کر خدا کے پاک کلام يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝ کی صداقت کو ثابت کر دکھائینگے۔ تمہاری اسلامی جان نثاری بڑے بڑے منکر اور مخالفین کو اپنا لوہا منوا چکی ہے۔ اور کلمۃ الحق کا اعلان کر چکی ہے۔ آج بھی جہاد فی سبیل اللہ میں پورے جوہر دکھائینگے اور بہ تعمیل فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ۝ کی ضرب شمشیر کفار کے ڈھیر لگا دے گی۔ اور دکھلا دیگی کہ سچے مجاہدین جو محض حمایت دین کے لیے جان فروشی کرتے ہیں انکا مقابلہ دنیا کی کوئی قوم نہیں کر سکتی۔ اور نہ ان کے حقیقی ایمانی جوش پر کوئی چیز غالب آسکتی ہے تمہارا ایمان تمہارا جوش تمہاری ہمت تمہاری شجاعت میرے قول کی ابھی تصدیق کیئے دیتی ہے۔

میں اخیر میں دعا کرتا ہوں کہ رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ جس کے سنتے ہی پرجوش نعروں میں آمین ثم آمین کے نعرے چارطرف سے بلند ہوئے جس کی ہیبت گونج نے مخالف فوج کے دلوں کو ہلا دیا۔ اور مسلمانوں کو شوق غزا میں بیتاب کر دیا۔

مسیلمہ کذاب نے بعد ترتیب میمنہ و میسرہ وجناح وقلب اسلامی لشکر پر

لہ سورہ انفال پ۹۔ خدا چاہتا ہے کہ دین حق کو اپنے حکم سے ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ دین اسلام کو ظاہر کرے اور کفر و شرک کو باطل و زائل کرے۔ خواہ مخالف ناک بھوں چڑھائیں۔

سے سورہ نساء پ۵ اے ہمارے پروردگار ہمیں صبر دے اور ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح دے۔

حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں تین سو مسلمانوں کو جام شہادت پلا دیا۔ اہلِ اسلام نے بھی نہایت عمدگی سے مقابلہ کیا اور مسیلمہ کذاب کے وزیر محکم بن طفیل کو داخلِ جہنم کیا جس کو دیکھ کر مسیلمہ کی فوج نے غصہ اور جوش میں آکر ایک اور ایسا سخت حملہ کیا کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے اور اسی مسلمانوں کو شہید کیا۔ اور مسلمانوں کے کئی مورچے چھین لیے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ یہ حال دیکھ کر فوج قلب کے ساتھ حملہ آور ہوا اور مخالفوں کو اسلامی مورچوں سے نکال دیا۔ مسیلمہ ننگے سر دعا مانگتا تھا اور فوج کا دل بڑھاتا تھا۔ تازہ دم فوجوں سے حملوں کا تار باندھ دیا۔ اور اسلامی فوج کے ایک حصہ کو بھگا دیا۔ مگر امیر خالد رضی اللہ عنہ جس کو یورپین مورخ لوہے کا برج کہتے ہیں ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا اور مسلمانوں کو پکار کر کہا کہ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ[1] مسلمان خدا کے پاک کلام سن کر امیر خالد رضی اللہ عنہ کے ثبات و استقلال کو دیکھ کر یکبارگی شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے جنکے آگے شیر دل ابو دجانہ انصاری رضی اللہ عنہ شیر غراں اور مثل و بال کی طرح کفار پر جا پڑا اور ضرب شمشیر سے بیسیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ مگر افسوس کہ دشمن کی کثرت فوج بہادران اسلام کی کچھ پیش نہ جانے دیتی تھی۔ کفار کی تازہ دم پیدل اور رسالہ لڑائی میں ہاتھ بٹاتے تھے اور مسلمانوں کی تھکی ہوئی ماندہ و شکستہ فوج ہر ایک حملہ کا جواب دیتی تھی۔ مخالفوں کی شدت و صولت اور مسلمانوں کے صبر و استقامت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسیلمہ کی فوج نے اہل اسلام

---

[1] جو مسلمان آج مقابلہ کفار سے پیٹھ پھیرے گا سوائے اس کے کہ دشمن کو دھوکہ دینے کی غرض ہو یا کوئی جنگی کرتب دکھلانا منظور ہو یا اس کی غرض کسی اسلامی جماعت میں شامل ہونے کو ہو۔ ان دو صورتوں کے سوا بھاگنے والا غضب الٰہی میں گرفتار ہوگا اور جس کی جگہ دوزخ ہوگی جو نہایت بری جگہ ہے ۱۲ سورہ انفال پ ۹

کو اُن کے مورچوں سے بہیں دفعہ نکال نکال دیا۔ اور غازیانِ دین نے بار ہا اپنے
مورچوں کو واپس لیا۔ اب تک لڑائی دفاعی طور سے ہو رہی تھی یعنے مسلمان صرف
کفار کے حملات کو روکتے تھے۔ اور یہ حالت کئی گھنٹے تک رہی۔ لیکن سپہ سالار اسلام
نے جب دیکھا کہ اب کفار کا جوش ذرہ ہو چلا ہے اور اپنی متواتر اور سخت کوششوں
کو بے اثر دیکھ کر مایوس ہونے لگے ہیں۔ فوراً تمام فوج کو لیکر بہ ہیئت مجموعی مخالفوں
پر جا پڑا۔ جس سیلاب کی تندی کو کوئی شئے نہ روک سکی۔ مسیلمہ کی صفوں کو چیر پھاڑ
کر قلب میں جا گھسا۔ اور اپنے صولت شیرانہ سے دشمن کو حواس باختہ کر دیا۔ مسیلمہ
خود سیف اللہ سے جان بچا کر بھاگ نکلا اور معہ فوج ایک وسیع باغ میں جس کی
دیوار مثل فصیل قلعہ مضبوط تھی پناہ گزین ہو کر محصور ہو بیٹھا۔ شیر دل ابو دجانہ
رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ مجھ کو ڈھال میں بٹھلا کر اور نیزوں سے
باندھ کر باغ میں پھینکدو۔ میں شہادت کا مشتاق ہوں یا تو دروازہ کھول دونگا
یا شہید ہو جاؤنگا۔ مسلمانوں نے ابو دجانہ کو اندر پھینکدیا جو شمشیر براں سے کفار کو
ڈھیر کرنے لگا۔ مگر افسوس کہ دروازہ نہ کھول سکا اور ہٰؤُلَاءِ عِبَادِی الَّذِیْنَ قَاتَلُوْا
فِیْ سَبِیْلِیْ وَقُتِلُوْا وَاُوْذُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ فَیَدْخُلُوْنَهَا بِغَیْرِ
حِسَابٍ کا مصداق بنا اور تاجِ شہادت پہنکر داخلِ جنان ہوا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ
رَاجِعُوْنَ۔ ابو دجانہ کی یہ جانبازی دیکھ کر بھلا امیر خالد سے کب رہا جا سکتا تھا
کہ ایک فدائی صحابی اکیلا دشمنوں کے حوالہ کیا جاوے اور وہ کھڑا تماشا دیکھتا
رہے۔ باقاعدہ طور سے فوج کے ساتھ اندر پہنچنا مشکل تھا۔ بیتابانہ باغ کے گرد چکر

لہ یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے دشمنانِ اسلام سے جنگ کیا اور محض میری خوشنودی کیلئے
مارے گئے۔ اذیت دیگئی اور اسلام کی حمایت میں ساعی رہے۔ ان لوگوں کو جنت میں لیجاؤ جہاں وہ
بغیر حساب و بلا روک ٹوک داخل ہونگے۔ (حدیث قدسی۔ ترغیب)

لگایا اور جب کوئی رستہ نہ پایا بالنور ناچار اپنی عربی نسل غازی کی باگ اٹھائی جس کو خدا نے اس قدر طاقت اور سرعت عطا کی کہ ایک ہی جست میں کود کر باغ کے اندر جا پڑا مگر ابو دجانہ امیر خالد کے پہنچنے سے پہلے ہی جام شہادت نوش کر چکا تھا۔ مسیلمہ کذاب کا ایک بہادر پہلوان امیر خالد کو پہچان کر فخش بکتا ہوا گلے آپڑا جس کو امیر خالدؓ نے زمین پر پٹخا دیا اور گھوڑے سے اتر کر اس کے سینہ پر ہو بیٹھا مخالف پہلوان کے پاس تیز حربہ تھا۔ جس سے امیر خالد کو سات زخم کاری لگائے۔ اور خالد کو درد بھی محسوس ہوا۔ اٹھ کر گھوڑے پر سوار ہونے لگا کہ گھوڑا شور و غوغا اور ہجوم کے سبب سے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور امیر خالد پیادہ ہو گیا اور دشمن کے نرغہ میں آگیا۔ مگر وہ رے خالد تیری شجاعت و استقامت کہ جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملی اور نہ ملیگی۔ ذرا نہ گھبرایا۔ اور جنگی قانون کو ہاتھ سے نہ دیا۔ لڑتا بھڑتا اور فنون جنگی کی داد دیتا اور اپنے آپ کو بچاتا ہوا دیوار باغ کی طرف پشت کر کے الٹے پاؤں چلا آیا اور دیوار کے قریب پہنچکر ایک ہی چھلانگ میں باغ سے باہر نکل گیا اور دشمن منہ تکتا رہ گیا۔ اور بدستور فوج کی کمان کرنے لگا۔ نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ ایک سو بیس بہادران انصار کو لے کر دروازہ میں گھس گیا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ صرف چار زندہ بچے۔ باقی تمام شہید فی سبیل اللہ ہو گئے۔ مسلمانوں کا قربان اسلام ہونا اور سخت محاصرہ دیکھکر مخالف گھبرا گئے اور مسیلمہ سے کہا کہ تو جو وعدہ نصرت ملائک کرتا تھا اور وحی کی بکواس بکتا تھا۔ وہ کہاں گئی۔ مسلمانوں کی قلیل فوج نے ہم کو جنے جیو ایسے ہزاروں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اور قریب ہے کہ اس باغ کو بھی بزور شمشیر فتح کر لیں اب بتلاؤ وہ موعودہ نصرت کب آئے گی۔ وہ کذاب کوئی تسلی بخش جواب نہ دیسکا۔ لوگ مایوس ہو گئے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے زبردست حملہ کر دیا۔ دروازہ کو توڑ

ہتار کر باغ میں جا داخل ہوا۔ اور دشمن کو قتل کرنا شروع کیا۔ مخالفین باغ
سے نکل کر قلعہ میں داخل ہونے لگے۔ مسیلمہ بھی بہ تبدیل لباس پوشیدہ
طور سے نکلنے لگا۔ کہ ایک انصاری مسلمان نے پہچان کر وحشی نام غلام کو جو
دروازہ پر کھڑا تھا کہا کہ یہی مسیلمہ ہے جانے نہ پائے وحشی نے جو مشہور حربہ
باز تھا فوراً حربہ کی وار کی جو مسیلمہ کی دونوں زرہوں اور پشت کو چیر کر باہر
نکل گیا اور مسیلمہ وہیں گر کر ڈھیر ہو گیا۔ وحشی نے للکار کر کہا کہ میں وحشی غلام
جبیر بن مطعم ہوں۔ بحالت کفر خیر الناس حضرت حمزہ عم رسول صلی اللہ علیہ
وسلم کو شہید کر کے داخل جنت کیا تھا۔ آج اسلام میں اشر الناس مسیلمہ کذاب کو آ
کر دوزخ بھیجتا ہوں۔ ام عمارہ نے جو ایک غازی عورت تھی اور کئی معرکوں میں
نام پا چکی تھی۔ بہمراہی اپنے بیٹے عبد اللہ بن زید کے مسیلمہ کا سر کاٹ لیا۔ اگرچہ
فوج مخالف میں سے ستر ہزار مارے گئے جن میں سے صرف باغ کے اندر دس ہزار
کفار شمشیر مجاہدین کی نذر ہوئے تھے۔ مگر افسوس کہ لشکر اسلامیہ کو بھی سخت چشم
زخم پہنچا۔ بارہ سو مسلمان شہید ہوئے بدیں تفصیل کہ انصار ۳۶۰ مہاجر ۳۰۰
عام مسلمان ۵۴۰ شہید ہوئے۔ جن میں سے سات سو صرف حافظ قرآن تھے۔ جن کے
حوصلہ اور ثابت قدمی سے یہ لڑائی فتح ہوئی تھی اور چونکہ یہی جلیل القدر مہاجر
و انصار و حافظان قرآن ہر ایک سخت موقعہ پر سینہ سپر ہوتے اور صفوں کے
آگے رہتے تھے یہ پڑھ کر وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ
يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ[1] وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم

[1] جو لوگ اللہ کی راہ میں بیٹھنے جہاد میں مارے گئے انکو مرا ہوا خیال نہ کر و بلکہ اپنے پروردگار
کے پاس جیتے جاگتے ہیں۔ اس کے خوان کرم پر روزی پاتے ہیں جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انکو دے رکھا ہے
اس میں مگن ہیں اور جو غازی زندہ ہیں اور ابھی انمیں آکر شامل نہیں ہوئے انکی نسبت خوشیاں مناتے
ہیں کہ یہ بھی شہید ہوں تو انہیں ہماری طرح کسی قسم کا خوف اور غم نہ ہے ۱۲ الم سورہ آل عمران پ ۴

مِنْ خَلْفِهِمْ اِلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ پڑھتے اور ترغیب جہاد و شہادت دیتے اور اسلام پر جانیں فدا کرتے تھے اس سبب سے زیادہ تر یہی پاک صحابہ کام آئے اگر یہ مقدس گروہ اس لڑائی میں جانوں پر نہ کھیلتے تو معلوم نہیں کہ فوج اسلام پر کیا مصیبت آتی:

امیر خالد رضی اللہ عنہ یہ عالیشان فتح پاکر محاصرہ قلعہ میں مصروف ہوا۔ اور فتح نامہ مال خمس دربار مدینہ منورہ کو روانہ کیا اور قلعہ کی حالت استحکام وغیرہ بیان کی مسیلمہ کا ایک سردار مسمی مجاعہ قید تھا۔ اور اس کو امان دی گئی تھی۔ سپہ سالار اسلام سے کہنے لگا۔ کہ قلعہ میں بے شمار فوج ہے۔ لڑائی کی صورت میں اندیشہ نقصان ہے میں صلح کرا دیتا ہوں۔ آپ قلعہ والوں سے نصف مال لیکر ان کی جان بخشی کیجئے امیر خالد نے پہلے تو کچھ تامل کیا۔ مگر آخر اس خیال سے کہ اسلام صلح کو رد نہیں کرتا ہے صلح کرلی۔ جب قلعہ میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہاں جنگی جوان کوئی نہ تھا۔ مجاعہ نے اپنی قوم کو بچانے کے لیے یہ دھوکہ دیا ہے سخت پچتائے مگر عہد شکنی اسلام میں حرام تھی۔ عہد نامہ ہو چکا تھا۔ مجاعہ امان پا چکا تھا ناچار عہد نامہ کی تعمیل کرنی پڑی: اور مسیلمہ کی قوم بال بال بچ گئی۔ بعد صلح کے دربار خلافت سے حکم پہنچا کہ قلعہ بزور شمشیر فتح کیا جائے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ امیر المومنین کو صلح کے انعقاد کی اطلاع دیگئی۔ جو منظور کرنی پڑی اسکے بعد ملک یمامہ کے انتظام میں امیر خالد رضہ مصروف ہوئے اور زمین سال العرب پھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے موحدانہ گونج سے علاقہ مذکور گونج دیا۔ اور مرتدین نے از سر نو اسلام قبول کیا۔ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مژدہ فتح سنکر خدا کا شکر بجالائے اور قیدیوں سے باحسان و مروت پیش آئے اور پند و نصائح کے بعد سب کو آزاد کر کے خرچ راہ دیکر اپنے اپنے گھروں کو واپس

بھیجدیا۔اب جس قدر مدعی نبوت تھے وہ یکے بعد دیگرے اپنے کیے کی سزا پاچکے تھے طلیحہ ہندی شمشیر خالدی کے خوف سے شام کو بھاگ گیا مسیلمہ کذاب فی النار والسقر ہوگیا اور اُس کی محبوبہ سجاح کہیں گوشہ گمنامی میں جا چھپی دیگر لالچی اور سرکش سردار یا تو لڑائیوں میں مرگئے۔ یا دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ عام اعراب بھی مسلمان ہوگئے اور جو شقی ازلی تھے وہ عرب سے بھاگ کر عیسائیوں اور پارسیوں سے جاملے اور آیندہ کی لڑائیوں کے باعث ہوئے۔

امیر خالد نے سرکشی کے فرو کرنے کے بعد امن و انتظام میں مشغول ہو مختلف قبائل اور اقوام میں عالمان دین کو شرائع اسلام سکھانے کے لیے موقعوں پر پارسا اور دیندار اشخاص کو اسلامی خدمات پر تعینات کیا۔ فسق و فجور عصیان و طغیان سے ملک کو صاف کردیا اور انوار سے یمامہ کو منور کردیا۔ یہ واقعہ گیارھویں سن ہجری کے اخیر میں ہوا۔

فتوحات عراق

جب مرتدین عرب کی لڑائیوں سے امیر خالد رضی اللہ عنہ فارغ ہو نے سر سے اسلام کو رواج دے چکے تو انکو اسوقت کے سب سے زبردست اور سلاطین کی تربیت یافتہ اور باتیں فوجوں کے مقابلہ میں جنگی قابلیت اور شجاعت اور شمشیر کی ہنر برش کے اظہار کا موقعہ ملا جس میں ثابت ہوگیا کہ اگر جہاد خالصاً للہ ہو تو غازیان اسلام کے حملہ کی کوئی قوم تاب نہیں لاسکتی اور نہ انکی جرات اور حوصلہ پر کوئی شے غالب آسکتی ہے۔ سب سے پہلا موقعہ امتحان امیر خالد رضی اللہ عنہ کو لشکر شاہ ایران سے پیش آیا جس کی وجہ یہ ہے کہ شاہ ایران نے تو صاف اپنے گورنر یمن کو لکھدیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قید کر

[margin notes:] مداہب لوہ — معرکوں میں — لیا۔ اگرچہ — دس ہزار — بحشت حشم — ۳۰ — لکھے — انجمن

بھیجدو۔ مگر وہ مرگیا اور منصوبہ نہ چلا۔ اور گورنر مع متعلقین ایمان لایا۔ لیکن جب بعد
وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبائل عرب مرتد ہوگئے اور ایک طرف فتنہ
وفساد شروع ہوگیا اور خلیفہ رسول اللہ کے ساتھ مہاجر وانصار کے سوا صرف
قریش اور بنی ثقیف رہ گئے تو علاقہ بحرین جو خلیج فارس کے نواح میں ہے دو بڑی
وہ قومیں بستی تھیں۔ ایک بنی عبد القیس جو بدستور مسلمان رہے دوسرے بنی
بکر جو مرتد ہوگئے اور شاہ ایران سے درخواست کی کہ اگر کوئی ایرانی گورنر بھیجدیا
جائے تو علاقہ بحرین اس کے حوالہ کیا جائیگا۔ اور مسلمانوں کو اس ملک سے مار
کے بھگا دینگے۔ دنیاوی سلاطین جو عموماً ایسے موقعوں کے انتظار میں ہوتے ہیں
میں صلح کرکے شاہ ایران نے بلا تامل منذر بن نعمان کو سات ہزار سوار جرار دیکر بحرین
امیر مقرر کیا۔ جنہوں نے اہل اسلام کے خون سے بحرین میں ندیاں بہا دیں اور
گویا ظلم اور قتل وغارت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اور اپنی طرف سے حاکم
کوئی بحرین سے اسلام کی بالکل بیخ کنی کردی۔

کہا جاتا ہے کہ ایرانیوں کی یہ شرارت بلا سبب ہوتی تھی۔ حالانکہ عہد رسول اللہ صلعم سے
تاحال اب تک مسلمانوں کی جانب سے کوئی ایسی حرکت خلاف ایران ظہور میں نہیں
آئی تھی۔ بحرین کے واقعہ کے علاوہ عراق عرب میں مثنی بن حارث شیبانی
تھا اور اس کی بہادر قوم کو ایرانی گورنر محض اسلام لانے کے سبب سے ستا رہے تھے
اور مثنی صرف اپنے زور سے ایرانیوں کے قابو میں نہیں آتا تھا۔ آخر اس نے
امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ایرانیوں کے حالات سے اطلاع
دی۔ امیر دربار خلافت نے یقین کرلیا کہ شاہ ایران کا بلا سبب خواہ مخواہ
چھیڑ چھاڑ کرنا اور بحرین کے اسلامی علاقہ کو تاخت وتاراج کرکے تسخیر کرنا
صاف بتا رہا ہے کہ مسلمانوں کو امن وامان کے ساتھ عبادت الٰہی اور اشاعت

توحید کرنے نہیں دیگی۔ اور موقعہ پا کر ایک نہ ایک دن عرب میں فساد کی
آگ لگا دیگی۔ اگر دولتمند ایرانی عرب میں آگھسے۔ تو جہالِ عرب شاید پھر ان کے
دام تزویر میں آجائیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ ایرانی علاقہ میں ہی وحدت و تثنیہ
کا فیصلہ کیا جائے۔ چونکہ یہ مہم کوئی معمولی نہ تھی بلکہ ایک پشتینی سلطنت سے مقابلہ
تھا۔ اس لیے بشورہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین اس مہم کی سپہ سالاری
کے لیے امیر خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ہی منتخب کیے گئے۔ اور ابو سعید خدری
رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فرمان بھیجا گیا کہ آپ عراق میں پہنچکر مثنےٰ بن حارث
شیبانی اور اس کے ہمراہیوں کی مدد کریں اور اسلامی فوج کی کمان لیکر جہاد
فی سبیل اللہ کا ثواب حاصل کریں اور اپنی خدائی شمشیر سے اسلام حق اور کفر
باطل ثابت کر دکھائیں دوسری جانب مثنیٰ کو لکھا گیا کہ میں تمہاری مدد کے لیے خالد
کو بھیجتا ہوں کہ جس کی شان میں آیت کریمہ شایان ہے۔ [له] اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ه
اس سے خالد کی فضیلت کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کی غازیانہ عظمت
اور مخلصانہ خدمت نے خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں کس قدر
گھر کر لیا تھا۔ مثنیٰ یہ بشارت سنکر بہت خوش ہوا اور اپنے بھائی سوید کو استقبال
کے لیے روانہ کیا جس نے بصرہ سے آگے بڑھ کر شرف نیاز حاصل کیا۔ امیر خالدؓ
نے دریافت کیا کہ اس نواح میں کون سی قوم سرکش و متمرد ہے۔ سوید نے عرض
کہ باشندگان آبلہ کفر و شرک اور مسلمانوں کے ستانے میں زیادہ سرگرم ہیں
پس یلغار کرنے وہیں سے بسم اللہ شروع کی اوّلاً درخواست قبول اسلام یا جزیہ کی

له کفار پر زیادہ سختی کرنے والے ہیں۔ آپس میں رحم سے پیش آنے والے۔ خدا کے سامنے خشوع و خضوع
سے سر جھکا دینے والے اور بکام محبت خدا کے فضل اور خوشنودی کی تلاش کرتے ہیں کسی غرض دنیوی یا [illegible]

گئی جو نا منظور ہوئی آخر لڑائی کرنی پڑی۔ ایرانی خوب جم کر لڑے مگر مہاجرین و انصار کے
حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ چار ہزار میدانِ جنگ میں مارے گئے اور اسی قدر بوقت شکست
دریا میں ڈوب کر مر گئے اور باقی قلعہ بند ہو گئے۔ جنہوں نے آخر اطاعت قبول
کی اور اُن کی جان بخشی کی گئی۔ اس کے بعد مثنیٰ بن حارث شیبانی بھی سپہ سالار
اسلام سے آملا جن کی عزت و تکریم کی گئی اور سب مل کر کوفہ کو روانہ ہوئے
چونکہ ایرانی جنرل نے مجموعی طاقت سے مقابلہ کرنا مناسب تصور کیا تھا
اسواسطے کوفہ کے راہ میں کوئی لڑائی پیش نہ آئی۔ یہاں سے امیر خالد رضی اللہ
عنہ نے حکامِ ایران کو مختلف خطوط بھیجکر اطاعت خدا و رسول ؐ کی ہدایت
اور شرک و الحاد کے ترک کی درخواست کی اور بصورتِ عدم قبول اسلام جزیہ
دینے کی تحریک کی اور صاف لکھدیا کہ اگر اسلام لاؤ گے تو ہم تم برابر ہو جاینگے۔ تمہارے
حقوق عربوں کے برابر متصور ہونگے۔ جزیہ کی صورت میں تمہارے مال و
دولت۔ ملت و مذہب سے ہمیں کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اسلام یا جزیہ قبول کروگے
تو تمہارے سابقہ قتل و غارت کشت و خون معاف کیا جائیگا۔ ورنہ دست بتیغ ہونا پڑیگا
ایرانیوں نے لڑائی کی تیاری کی جنکو اپنی کثرتِ فوج اور عمدہ ہتھیاروں
اور دولت و شوکت اور قواعد دانی کے بھروسہ پر فتح کا یقین کامل تھا۔

ان دنوں عراق کا گورنر جنرل مسمّی ہرمز جو اس سے پہلے کئی بار لڑائیوں میں
شجاعت کا تمغہ حاصل کر چکا تھا وہ پچاس ہزار پیادہ و سوار جمع کر کے امیر خالد کے
مقابلہ کو روانہ ہوا۔ اور دریا کو قابو میں کر لیا۔ امیر خالدؓ کو مجبوراً فوج ایسی جگہ
پر اتارنی پڑی کہ جہاں پانی کمیاب تھا۔ اگر سپہ سالارِ اسلام کوئی معمولی لیاقت
کا جنرل ہوتا تو ایرانی جنرل اپنی تدبیر میں کامیاب ہو چکا تھا۔ مگر خالدؓ نے
سمجھ لیا کہ اگر لڑائی میں توقف کیا گیا جس کو کہ ایرانی چاہتے تھے تو انسان و

پیروان کا قبل از جنگ ہی پیاس کے مارے فیصلہ ہو جائیگا۔ اس لیے فوراً مقابلہ کا حکم دیا گیا۔ اور دشمن کو بھی مجبوراً میدان میں نکلنا پڑا۔

جنگ سوارہ

ایرانی فوج کا بہادر اور مَن چلا جنرل ہرمز جس کی چمکیلی اور قیمتی وردی کی شعاعیں آفتاب کو مات کرتی ہیں۔ بعد ترتیب فوج قلب سے نکلکر دونوں صفوں کے بیچوں بیچ آ کھڑا ہوا۔ اور للکار کر کہا کہ خالد مسلمانوں کا سردار کہاں ہے میدان میں آئے اور بہادروں کے ہاتھ دیکھے دکھلائے۔ اسکو اپنی پہلوانی اور زبردستی اور جنگی مہارت پر یقین تھا۔ کہ وہ اس طرح جنگ میں زانہ میں مسلمانوں کے لشکر کے روح رواں خالد کو مار کر اہل اسلام کو تہ تیغ کر ڈالے گا۔ غیور خالد رضی اللہ عنہ شیر عریں کی طرح نکلا اور میدان میں گھوڑے کو جولان دیکر اور فنون شہسواری دکھلا کر فوج مخالف کو مبہوت کر دیا۔ ہرمز نے سمجھ لیا کہ جنگ سوارہ میں خالد کو پچھاڑ نہیں سکتا۔ چونکہ وہ فنون کشتی اور پہلوانی میں یکتا اور شہرہ آفاق تھا گھوڑے سے اتر پڑا اور خالد کو بھی پیادہ ہونا پڑا اور اترتے ہی مخالف پر تلوار کی وار کی۔ مگر ہرمز جو مشہور پٹہ باز تھا وار خالی دیکر بال بال بچ گیا اور خود پرزور ہاتھوں سے خالد پر وار کی جو ڈھال پر لی گئی۔ مگر پھر بھی سخت صدمہ پہنچا۔ چونکہ امیر خالد کا پہلا وار اوچھا پڑا تھا۔ اس لیئے تلوار کی لڑائی بیسود سمجھ کر نہایت پھرتی سے مخالف کے گلے جا پڑا۔ اگرچہ وہ بدن کا چھریرا تھا۔ مگر طاقت اور شجاعت میں کوئی انسان اس سے ٹکر نہیں کھاتا تھا۔ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیر تھا۔ اس لیے عام شیروں سے زور میں زیادہ تھا۔ وہ خدا کی دی ہوئی طاقت رکھتا تھا۔ اس لیے ایرانی پہلیتن پہلوان کو اٹھا کر

زمین پر دے مارا۔ اور سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ ایرانی فوج نے چاہا کہ اپنے سردار کو عرب کے بھوکے شیر سے بچا لے۔ اور یکبارگی ٹوٹ پڑے مگر تیز دست امیر خالدؓ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ہرمز کا سر کاٹ کر ایرانیوں کی طرف پھینک کر گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا۔ اور امیر خالد کا بہادر اور جان باز نائب تعقاع بن عمر تمیمی اللہ اکبر کے نعرے مارتا ہوا اپنے امیر کی مدد کو جا پہنچا تھا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ[1] پڑھ کر حملہ کا حکم دیا جس کی تعمیل میں ہزاروں تن بے سر کیے گئے۔ ایرانیوں نے اگرچہ بہت کوشش کی مگر قتل ہرمز سے ان کے دلوں میں مسلمانوں کی سخت دہشت بیٹھ گئی تھی اس لیے آخر بھاگ نکلے۔ ہزاروں لاشیں اور لاکھوں کا مال غنیمت چھوڑ گئے۔ فتح نامہ مال خمس جس میں صرف ہرمز سردار ایران کی وردی کی ٹوپی ایک لاکھ کی تھی امیر المومنین صدیق اکبر کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور یہ ایران کا پہلا مالِ غنیمت تھا جو مدینہ منورہ میں پہنچا تھا۔

جنگِ ثنی

ہرمز نے قبل از جنگ شاہ ایران کو مسلمانوں کی حالت سے اطلاع دیدی تھی اور شاہ ایران چونکہ امیر خالدؓ کی فتوحات عرب کو سن چکا تھا اس لیے وہ چاہتا تھا کہ زبردست اور کثیر فوج سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا جائے اور اس مہم کے لیے اس نے تجربہ کار اور بہادر گورنر جنرل رہواز مسمی قارن کو پچاس ہزار فوج دیکر روانہ کیا تھا۔ علاوہ اس کے راستہ کے حکام اور رؤسا کو حکم تھا کہ قارن کے ساتھ لڑائی میں شامل ہوں۔ قارن ایلغار کرتا ہوا آ رہا تھا کہ راستہ ہی میں اس کو ہرمز کی شکست یافتہ فوج ملی۔ جن کو ملامت کے بعد ساتھ لے لیا۔ یہ ایک لاکھ کا ٹڈی دل جو

[1] سورۂ انفال پ۹۔ تو کافروں کی گردنوں اور پور پور پر ضرب شمشیر لگاؤ۔ ۱۲

تیرہ ہزار مسلمانوں کو ایک لقمہ سمجھتا تھا۔ نہر ثنی پر جو دجلہ کی مغرب کیطرف واقع تھی موضع مذار پہ جا اُترا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے پہلے احکام توحید و رسالت کی تبلیغ کی جو منکر مجوس نے نامنظور کی اور لڑائی پر زور دیا۔ اور با نتظام تمام میدان میں صف آرائی ہوئے۔ میمنہ کی کمان جنرل برشجا کو اور میسرہ کی جنرل قباذ کو کمان دی گئی اور قارن خود قلب میں ٹھہرا۔ سپہ سالار اسلام کو بھی مجبوراً میدان میں نکلنا پڑا۔ میمنہ پر عاصم بن الخطاب اور میسرہ پر عدی بن حاتم طائی کو مقرر کیا اور خود قلب میں قائم ہوا۔ سب سے پہلے مبارزانہ جنگ شروع ہوئی طرفین کے کئی بہادر ہلاک ہوئے جبکہ جنرل برشجا کو عاصم رضی اللہ عنہ نے اور قارن سپہ سالار ایران کو خود امیر خالد رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا۔ تو ایرانیوں نے نہایت جوش و خروش سے حملہ کیا اور صبح سے شام تک سرگرم قتال رہے اور اظہار مردانگی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی مگر اسلامی جوش پر غالب نہ آسکے۔ اور نہ اپنی کثرت و عدت اور عمدگی سامان حرب سے اُن غازیان اسلام سے بازی جیت سکے جو حدیث نبوی [1] اِن قاتلت صابرًا محتسبًا بعثك الله صابرًا محتسبًا و ان قاتلت مرائیًا مکاثرًا بعثك الله مرائیًا مکاثرًا پر دل سے یقین رکھتے تھے۔ جب اپنے متواتر حملات سے ایرانی اسلامیوں کو نہ ہلا سکے اور انکا جوش ڈھیلا ہو چلا تو سپہ سالار اسلام نے تکبیر گویاں فوج سوارہ سے ہلّہ کر دیا۔ اور حسن چستی و چالاکی سے ہمیشہ وہ کامیاب ہوا کرتا تھا۔ اسیطرح بھی اس سے کامیاب ہو گیا۔ دشمن اللہ اکبر کی گونج اور مجاہدین کی دہشت سے بدحواس ہو کر بھاگ نکلا اور تیس ہزار مقتول میدان میں چھوڑ گیا۔ علاوہ اسکے ہزاروں دریا میں ڈوب کر مر گئے اور قید کیے گئے۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ

---

[1] ابوداؤد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر بہ نیت ثواب قتال میں صبر کرو گے اور لڑائی کی تکالیف برداشت کرو گے تو قیامت کے دن صابر و ثواب اُٹھانے والے اُٹھائے جاؤ گے اگر ریا، تکبر دنیاوی اغراض کے لیے لڑو گے تو قیامت کو دیسے ہی اُٹھائے جاؤ گے۔ اور ثواب سے محروم رہو گے۔ منہ

کا باپ جو عیسائی تھا اور ایرانیوں کا مددگار تھا۔ اسی جنگ میں گرفتار ہوا تھا فتح کے بعد امیر خالد انتظام امن و امان میں مصروف ہوا۔

جنگ دجلہ

جب شاہ ایران نے یہ تمام ماجرا سنا تو سخت گھبرایا اور جس قدر فوج کہ وہ جمع کر سکتا تھا۔ جمع کر کے روانہ کی جس کے ساتھ شکست یافتہ ایرانی فوجیں بھی شامل ہو گئیں۔ یہ فوج تعداد میں ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ عرب اور عراق اور جزیرہ کے عیسائی بھی کہ جنکو اب تک مسلمانوں نے کوئی تکلیف نہیں دی تھی۔ مارے حسد اور تعصب کے ایرانیوں سے جا ملے تھے۔ پیشوایان دین ساتھ تھے جو ایرانی بہادروں کو مذہبی رنگ میں جوش دلاتے تھے۔ فصیح قصہ خوان گذشتہ ایرانی بہادرانہ معرکوں اور پہلوانوں کے حالات سنا سنا کر نامردوں کو مرد اور مردوں کو جوانمرد بنا لیے تھے اور ایرانیوں کا جوش بھی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ مگر مقابلہ کے وقت ثابت ہو گیا کہ حقیقی اسلامی جوش کے سامنے یہ سب کچھ ہیچ تھا۔ دین و دنیا۔ حق و باطل۔ توحید و شرک کبھی برابر نہیں تل سکتے۔ اور جس صدق و خلوص سے افضل الاعمال[1] عند اللہ تعالیٰ ایمان لا شک فیہ۔ وغزوۃ لا غلول فیہ وحج مبرور پر ایمان لانے والے غازی محض اسلام اور مسلمانوں کی حمایت و حفاظت کے لیے جان فروشی کرتے ہیں۔ اس کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں پائی نہیں جاتی اور جس طرح سے اسلام کے مجاہد بہ تعمیل اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الاَمرِ مِنکُم کے اللہ اور رسول اور اپنے امیر کی اطاعت میں شمشیر و نیزہ کے ترازو تل جاتے ہیں

[1] صحیحین۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جملہ کاموں سے بھی افضل یہ ہے کہ خالص ایمان جس میں شک و شبہ نہ ہو اور کفار سے لڑائی جس میں کوئی غرض نہ ہو اور حج مبرور ۱۲ صوفی۔

دا اس بارہ میں کوئی شخص انکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ تو ایک عام قاعدہ ہے جو ہر ایک
زمانہ میں سچے مسلمان دکھلاتے رہے ہیں اور دکھا رہے ہیں اور دکھاتے رہینگے
مگر وہ تو خاص مہاجر و انصار و صحابِ کبار تھے۔ اُن کے اعمال و افعال اہل و عیال
جان و مال سب کچھ خاص اسلام کے لیے تھا۔ انکا منشا محض توحید کا پھیلانا اور کفر و
شرک اور فسق و فجور کا مٹانا تھا بھلا ایسے بے نفس پاک ستودہ گروہ سے کوئی
عہدہ برآمد ہو سکتا تھا۔ جنکی نگاہ میں مخالف کی کثرتِ تعداد اور عمدگی سامان
لاشے محض تھیں۔ جب طرفین سے ترتیبِ صفوف ہو چکی تو امیر خالد رضی اللہ عنہ
نے جوشیلی اور پیر زور آواز سے آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ
وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ
وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ
مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ؕ وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ
پڑھ کر غازیانِ اسلام کو سنائی اور حملہ کا حکم دیا جس کی تعمیل شہسوارانِ اسلام نے
فوراً کی اور ایک ہی حملہ میں ایرانی مقدمۃ الجیش کو پسپا کر دیا اور اُن کے مورچے
چھین لیے۔ اگرچہ ایرانیوں نے خوب دادِ شجاعت دی اور حملوں کے تار باندھ
دیئے مگر اپنے مورچے واپس نہ لے سکے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے پھر دوسرے
حملہ کا حکم دیا۔ جس تند سیلاب کو ایرانی ہرگز نہ روک سکے اور بھاگ نکلے مسلمانوں نے

سلہ سورہ توبہ۔ پ۱۱۔ اللہ نے مسلمانوں سے انکی جانیں اور انکے مال اس وعدہ پر خرید لیئے
ہیں کہ ان کے بدلہ انکو جنت دیگا۔ یہ لوگ جان و مال کی پروا نکرکے اللہ کے رستے میں لڑتے ہیں تو کفار کو مارتے ہیں
اور آپ بھی مارے جاتے ہیں۔ یہ خدا کا پکا وعدہ ہے جسکا پورا کرنا توریت۔ انجیل۔ قرآن میں لکھا ہوا موجود
ہے خدا سے بڑھ کر اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا۔ اور کون ہے مسلمانو اس سودے میں جو تم نے خدا کے
ساتھ کیا ہے خوشیاں مناؤ اور اس سودے میں تم کو بہت نفع اور کامیابی ہے ۱۲

تعاقب کیا اور ستر ہزار ایرانیوں کو تلوار کی گھاٹ اتار دیا۔ اور بہت سے دریا میں ڈوب گئے اور قید کیے گئے۔ جب اس عالی شان فتح کا بشارت نامہ مدینہ پہنچا تو امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عام مجمع اصحاب میں فرمایا عجزت النساء ان یلدن مثل خالد یعنے خالد جیسا بہادر بیٹا کوئی ماں نہیں جنیگی۔ اور واقعی اس جناب صداقت مآب کا یہ قول بالکل صادق اور درست تھا۔ تاریخ نہیں بتا سکتی کہ کسی ملک یا قوم میں خالد جیسا بیباک متہور اور ظفر جنگ فتح نصیب دنیا میں کوئی پیدا ہوا ہو۔ غیر قوم کے مورخین تک حیران ہیں۔ جہانتک انسان کی دلیری کا وہم و گمان ہو سکتا ہے۔ امیر خالد کی شجاعت اس سے کئی درجہ بالاتر ہی دکھائی دیتی ہے سچ یہ ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابا بکر صدیق رض خلیفہ نہ ہوتے اور ان کے سپہ سالار امیر خالد نہ بنتے تو معلوم نہیں کہ کیا کیا مشکلات پیش آتیں۔ درحقیقت جس قدر اسلام خلیفہ اوّل کا ممنون ہے اُسی قدر امیر خالد رض کا بھی ؛

جنگ حیرہ

اس فتح کے بعد شہر حیرہ کی جانب امیر خالد رض نے کوچ کیا۔ جو ساحل دجلہ پر ایک آباد اور پُر فضا شہر اور جس کے قریب ہی مشہور محل خورنق منذر شاہ عرب کا تھا۔ جو اب شکستہ اور غیر آباد پڑا ہے۔ یہ سفر بذریعہ کشتیوں کے کیا گیا مگر گورنر حیرہ نے اپنے بیٹے کو بھیجکر دریا میں بند بندھوادیا اور پانی کا رُخ پلٹ دیا جس سبب سے مسلمانوں کو مجبوراً ساحل پر اُترنا اور براہ خشکی سفر کرنا پڑا۔ حیرہ کے قریب گورنر حیرہ کا بیٹا لڑا اور مارا گیا۔ یہ خبر سنکر اُس کا باپ مارے غصہ کے لڑائی کے لیے تیار ہو رہا تھا کہ اردشیر شاہ ایران کے مرنے کی خبر سنکر بغیر جنگ بھاگ گیا مگر باقی

سردار معہ فوج محصور ہو بیٹھے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے بہادر مثنی بن حارث
شیبانی کو تسخیر قلعہ کے لیے مقرر کیا۔ قلعہ والوں نے ہر چند مزاحمت کی مگر مثنی نے
بزور شمشیر قلعہ تک پہنچ گیا۔ اور ایک دروازہ پر جبراً قابض ہو گیا۔ قریب تھا
کہ تمام شہر فتح ہو جائے کہ چند عیسائی پادری اور راہب اپنا مذہبی اور فقیرانہ
لباس پہن کر گریاں و نالاں دروازہ پر آ کھڑے ہوئے چونکہ ایسے لوگوں کا قتل
اسلام میں حرام تھا۔ اس لیے مسلمانوں نے تلوار میان میں کر لی اور تین دن کی
مہلت لیکر باجازت مثنی امیر خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
اس ڈیپوٹیشن میں ایک شخص عبدالمسیح نام رہتا تھا جس کی عمر تین سو سال کی
تھی۔ اور یہی شخص افسر سفارت تھا۔ عبدالمسیح نے خالد رضہ کے پاس پہنچ کر اپنی
قوم کی عظمت اور شجاعت بیان کی اور علاقہ حیرہ کی تعریف کی اور بعد ازاں عبد
المسیح مذکور نے چند غیر متعلق باتیں محض اظہار فصاحت و طلاقت کے لیے
کیں۔ اس کے بعد امیر خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے
اس نے جواب دیا کہ زہر قاتل۔ خالد رضہ نے کہا کس لیے۔ عبدالمسیح نے کہا احتیاطاً
اس ارادہ سے کہ اگر میری قوم کے برخلاف آپ فیصلہ کریں تو یہیں زہر کھا کر
ڈھیر ہو جاؤں۔ متوکل اور تقدیر الٰہی پر کامل ایمان رکھنے والے امیر خالد رضی
اللہ تعالی عنہ کو جس نے آیہ کریمہ[1] وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ
كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا کا عملی ورد اپنے قلب و روح پر کر لیا تھا۔ عبدالمسیح کا فعل
عبث معلوم ہوا۔ اور کامل ایمان باللہ کا پورا نمونہ دکھانے کے لیے عبد المسیح
سے وہ زہر لے لیا اور ماتھے پر رکھ لیا۔ اور بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ رَبِّ
الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ

[1] سورۃ آل عمران پ ۴۔ اور کوئی شخص بحکم خدا کے بغیر مر نہیں سکتا ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے۔

پڑھ کر نکل گیا۔ اور تھوڑا سا پسینہ آکر خیریت گذر گئی۔ عبدالمسیح جو گرفتارِ عالم اسباب تھا یہ دیکھ کر حیران ہو گیا اور اپنی قوم کے پاس واپس آکر ظاہر کیا کہ مسلمان موت کو ایسے عزیز رکھتے ہیں جیسے دیگر اقوام زیست کو۔ زہر ہلاہل جو کئی جانوں کی ہلاکت کے لیے کافی تھا۔ وہ سردار اسلام پر کچھ اثر نہیں کر سکا۔ بھلا ایسی قوم سے کون عہدہ برابر ہو سکتا ہے قلعہ والے یہ ماجرا سنکر حیران و ششدر رہ گئے۔ اکثر دلاں پر اسلامی تہوّر و شجاعت اور بعض پر اسلامی موحدانہ صداقت نے اپنا اثر ڈالدیا۔ اور صلح کی درخواست کی جو منظور کی گئی۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ کی اس بہادی لطافت کے عملی نمونہ نے ہزارہا بندگانِ خدا کی جان و مال کو شمشیر و سنان سے بچالیا۔ اور مشیرکین کفار کے کمزور دلوں پر اس بات کا سکہ بٹھلا دیا۔ کہ صبر و شکر۔ رضا و تسلیم۔ بہادری و استقلالِ بزرگانہ کمال موحدانہ جلال میں مسلمانوں کا نظیر معدوم ہے۔ اور در اصل یہ عملی عقیدہ کہ جب موت آتی ہے تو ٹلتی نہیں اور موت بغیر کوئی مرتا نہیں۔ صرف اہل اسلام ہی کا حصّہ ہے۔ یہی عقیدہ انکو شمشیر و شیر سے بھڑاتا ہے تھوڑوں کو بہتوں پر فتح دلاتا ہے۔ جبن دور کرتا ہے تہور جان باز بناتا ہے۔ زبردست سلطنتوں کو تہ و بالا کراتا ہے۔ نہ توپوں کی گولہ باری انہیں ڈرا سکتی ہے۔ نہ بندوقوں کی آتش فشانی انکو دھمکا سکتی ہے۔

جنگِ انبار

جب امیر خالد رضی اللہ عنہ علاقہ حیرہ کو فتح کر چکے تو پھر سردارانِ ایران کو دعوتِ اسلام کے لیے خطوط لکھے افسوس اُن پر توجہ نہ کی گئی۔ انبار ایک مضبوط اور وسیع قلعہ تھا اور ایرانی ملک میں اوّل درجہ کا آباد شہر تھا۔ بخت نصر مشہور ایرانی جنرل نے حیرہ اور مدائن دار السلطنت ایران کے مابین یونانیوں کی روک

تھام کے لیے خاص جنگی موقعہ پر قلعہ بنایا تھا۔ اور یہ قلعہ ہمیشہ ذخائر جنگی سے
مملو رہتا تھا۔ فوج و سامان کافی تھا۔ عیسائیاں بنی بکر و بنی تغلب وغیرہ عرب و حیرہ
سے بھاگ کر یہیں انبار میں آ جمع ہوئے تھے۔ حیرہ کا گورنر آزادبہ بھی اپنی بچی کھچی ج
لیکر انبار میں پناہ گزین تھا۔ جب امیر خالد رضی اللہ عنہ کے سفیر پہنچے تو اسی آزادبہ نے
انکو ناکام پھیر دیا۔ اور لڑائی کا پیغام دیا۔ سپہ سالار اسلام قعقاع بن عمرو تمیمی کو حیرہ
میں چھوڑ کر خود تیس ہزار فوج کے ساتھ روانہ انبار ہوا۔ شیرزاد گورنر انبار ستر ہزار
لشکر جرار سے مقابل ہوا۔ مگر یہ فوج زرہ بکتر سے آراستہ سر سے پاؤں تک لوہے میں
غرق تھی۔ جنہیں نیزہ و تلوار کا وار کارگر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے امیر خالد رضی اللہ عنہ
نے اپنی فوج میں سے محکم انداز تیر اندازوں کو منتخب کیا۔ اور حکم دیا کہ اللہ کا نام
لیکر مخالفوں کی آنکھوں کو نشانہ بناؤ۔ مسلمان تیر اندازوں نے جو تجربہ کار مشتاق
نشانہ باز تھے ایسا تاک کر نشانہ لگایا کہ دشمن کے ایک ہزار جوانوں کی آنکھوں
کو ضائع کر دیا۔ اور مخالفوں نے دل ہار کر درخواست صلح کی جو اس خیال سے نامنظور
کی گئی کہ ابھی مخالف کی طاقت بدستور تھی جسکا توڑنا اور کم کرنا امیر خالد کو مد نظر تھا
دوم انبار کو بزور شمشیر فتح کر کے یہ دکھلانا منظور تھا۔ کہ جس قلعہ کو یونانی اور رومی
ناقابل تسخیر جانتے تھے۔ وہ غازیان اسلام کی مجاہدانہ اولوالعزمی کے سامنے ہیچ
بلکہ کمتر از ہیچ ہے۔ قلعہ کی فصیل کے گرد ایک عمیق اور عریض خندق تھی جو مانع حملہ تھی
امیر خالد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جس قدر بوڑھے اور بیمار اونٹ ہیں سب کو ذبح کر کے
خندق میں پھینک دیا جائے۔ جب اس طرح سے خندق قابل عبور ہو گئی۔ تو قلعہ پر یورش
کا حکم دیا۔ ایرانیوں نے سخت مقابلہ کیا۔ مگر آخر بہادر خالد رض کے جوش و ہمت نے
مجاہدین کو کمندیں لگوا کر قلعہ پر پہنچا دیا۔ اور قلعہ کو سر کر لیا۔ اور اسلامی سطوت جرأت
اور قلعہ شکنی کی طاقت و لیاقت دکھلانے کے بعد سابقہ درخواست صلح منظور کر کے ا

کی عام مروّت وفتوت کو ظاہر کیا۔ اور گورنر انبار و دیگر رؤسائے و فوجی تنخواہ خاص
جنگی دستور کے مطابق ہتھیار رکھوا کر رہا کر دیا۔ اور انبار پر علم محمدی کو نصب کیا۔

جنگ عین التمر

انبار سے بھاگ کر ایرانیوں کا اجتماع عین التمر پر ہوا جو عراقی فوج کا ہیڈ کوارٹر
تھا۔ مضبوط مورچوں اور دمدمہ بندیوں کے علاوہ بذات خود بھی مضبوط تھا۔ سیف
اللہ کی ضرب سے ڈر کر جملہ مجوس۔ عیسائی۔ مشرکوں نے اپنا ماوا و ملجا اس جگہ کو قرار
دیا تھا۔ اور یہاں کا گورنر بہرام چوبین کا پوتا مہران تھا جو علاوہ ذاتی شجاعت کے
ایران میں بہت بڑا خاندانی اعتبار و رسوخ رکھتا تھا۔ ہر طرف سے فوج و سامان
سمیٹ کر مقابلہ پر تیار ہو گیا۔ اور عین التمر کے وسیع میدان میں خیمہ زن ہوا۔ امیر
خالدؓ یہ حالات سنکر دشمن کے استقبال کو روانہ ہوا۔

ایک عیسائی عرب سردار نے مہران ایرانی سالار فوج سے کہا کہ ہم عرب ہیں اور
عربوں کے طریق حرب سے بہ نسبت ایرانیوں کے زیادہ ماہر ہیں۔ فوج کی کمان مجھ
کو دیجئے۔ ابھی اہل اسلام کے پرخچے اڑاتا ہوں۔ مہران نے اس خیال سے کہ ~

که خرگوش ہر مرز را بے شگفت
سگِ آں ولایت تواند گرفت

جنرل عقبہ کو عربوں کے علاوہ چیدہ دستہ ایرانی کا دیدیا۔ عین التمر سے ایک منزل آگے
بڑھ کر عقبہ نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور بہادری سے لڑا مگر لڑائی میں اتفاقاً عقبہ
امیر خالدؓ کے سامنے آ گیا اور خالدی شکوہ و رعب میں آکر ہاتھ پاؤں پھول گئے امیر
خالد نے قریب پہنچ کر عقبہ کا سر بغل میں دبا کر اور گھوڑے سے اٹھا کر اپنی زین
کے آگے رکھ لیا اور گرفتار کر کے پیچھے کیمپ کو بھیجدیا۔ عقبہ کے ہمراہی خالدؓ کی

طاقت و شجاعت اور اپنے سردار کی مغلوبانہ حالت کو دیکھ کر بھاگ نکلے اور ہزاروں لاشیں میدان میں چھوڑ گئے۔ مہران یہ خبر سنکر معہ اہل وعیال ایران کو بھاگ گیا۔ عین التمر کے فتح سے عراق عرب پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ نقیہ اور عالم مسلمان قرآن مجید کے وعظ کرنے لگے۔ جور وظلم جاتا رہا۔

جنگ دومۃ الجندل

دومۃ الجندل شام اور عرب اور عراق کے حد پر ایک عیسائی ریاست تھی اور کئی بار مسلمانوں کے برخلاف مخالفانہ سازشیں کر چکی تھی۔ جب ایرانیوں سے مسلمان معرکہ آرا ہو رہے تھے تو مثل دیگر عیسائیوں کے دومۃ الجندل والوں نے بھی حتی المقدور کچھ اٹھا نہیں رکھا تھا۔ اس لیے امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عیاض ابن غنم رض کو کچھ فوج دیکر دومۃ الجندل کو روانہ کیا تھا جس کی عیسائیوں کے مقابلہ میں کچھ پیش رفت نہ گئی۔ بلکہ گھر گیا۔ ناچار عیاض نے بمقام حیرہ امیر خالد کو امداد کے لیے لکھا۔ جو قعقاع بن عمرو تمیمی کو بطور نائب حیرہ میں چھوڑ کر سواروں کا چیدہ دستہ ہمراہ لیکر یلغار کرتا ہوا۔ دومۃ الجندل جا پہنچا۔ عیسائیوں کی فوج اگرچہ مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اور اچھی طرح لڑ سکتی تھی۔ مگر سیف اللہ کا نام سنتے ہی دشمن کے اوسان خطا ہوگئے۔ جن کو ایک طرف سے عیاض نے اور دوسری جانب سے امیر خالد رضی اللہ عنہ نے شمشیر کے آگے رکھ لیا۔ چند لوگوں کے سوا جنہوں نے ہتھیار ڈالدیئے یا قلعہ میں جا چھپے باقی کلہم میدان میں مارے گئے اور قلعہ بھی بزور شمشیر فتح ہوگیا۔ مگر قلعہ والوں کو امان دی گئی۔

ایرانیوں کی دوبارہ شرارت

امیر خالد رضی اللہ عنہ عیسائیوں کی تالیفِ قلوب اور انتظام اشاعتِ توحید کے لیے کچھ مدت دومۃ الجندل میں ٹھہر گئے اور ایرانیوں نے خیال کیا کہ اب شیرِ اسلام عیسائیوں کے مخصوں میں پھنس گیا ہے۔ اور چونکہ عیسائی چند سال پہلے اپنی شجاعت کا سکہ ایرانیوں کے دلوں میں بٹھا چکے تھے۔ اس لیے ایرانیوں کا خیال تھا کہ اسلامی سیلاب کو ضرور عیسائی روک لینگے ورنہ کچھ مدت تک تو مسلمانوں کو فارغ نہیں ہونے دینگے۔ اِن خیالات خام سے ایرانیوں نے پھر فوجیں جمع کیں اور علاقہ سواد پر قبضہ کرلیا جو زیرِ حکومتِ اسلام آچکا تھا۔ رعایا نے بھی عہدنامہ کا پاس نہ کیا۔ اور ایرانیوں کے دم میں آگئے۔ قعقاع بن عمرو تمیمی نے امیر خالد رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی جو عیاض بن غنم کو دومۃ الجندل میں چھوڑ کر فوراً روانہ عراق ہوا۔ مگر جلد باز ایرانیوں نے قبل اس کے کہ قعقاع کو کسی طرف سے مدد پہنچ سکے۔ بڑھ کر حیرہ کو جا گھیرا۔ مگر قعقاع جو امیر خالد کی نیابت کا فخر رکھتا تھا۔ ایرانیوں کی اسقدر گستاخی اور شوخی کی کب برداشت کرسکتا تھا۔ فوراً غازیوں کی قلیل جماعت لیکر اللہ اکبر پڑھتا ہوا میدان میں نکل پڑا۔ ایرانی خود سے چاہتے تھے۔ کہ مسلمان میدان میں نکلیں اور جھٹ انکو نوالہ کرجائیں۔ مگر مقابلہ کے وقت معلوم ہوگیا کہ سچے مسلمان جو لا یجتمع علی عبدٍ غبارٌ فی سبیل اللہ ودخان جہنم [1] پر دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ گو تعداد میں قلیل ہوں جب محض اسلام کی حمایت اور مذہب کی حفاظت اور اپنے امیر کی اطاعت کے لیے لڑتے ہیں تو جانوں پر کھیل کر میدان کا جیتنا صرف مسلمانوں کا ہی کام ہے۔ چنانچہ اس لڑائی میں ان امور کا خوب امتحان ہوگیا۔ اور سخت جنگ

[1] گردِ جہاد اور دودِ جہنم کبھی جمع نہیں ہونگے یعنے غازی دوزخ میں نہیں جائیگا۔ حدیث

کے بعد ایرانیوں کو بھگا دیا۔ اور ایرانی ہزاروں مقتول اور لاکھوں کا مال غنیمت فتح مندوں کے لیے میدان میں چھوڑ کر مضیخ میں جا جمع ہوئے۔

جنگ مضیخ

امیر خالد رضی اللہ عنہ تو قعقاع کا خط پہنچتے ہی دو مشا لحندل سے روانہ ہوگئے تھے مگر اس کے پہنچنے سے پیشتر ہی ایرانی شکست فاحش پاکر مضیخ کو بھاگ گئے تھے امیر خالدؓ نے یہ خبر پاکر مضیخ کا رخ کیا اور قعقاع کو لکھ دیا کہ فلاں تاریخ رات کے وقت دو طرف سے میں قلعہ پر حملہ کروں گا اوسی رات وقت مقررہ پر تم بھی پہنچ کر ایک طرف حملہ کرو۔ اسی قرارداد پر لشکر مجاہدین روانہ ہوا۔ اور یہ روانگی ایسی سرعت اور احتیاط اور ایسی غیر مشہور رستوں سے کی گئی۔ کہ جب تک کہ شائقین غزا دشمنان نے تین طرف سے قلعہ پر چڑھ کر اللہ اکبر کے جگر پاش نعرے بلند نہیں کیے ایرانی خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوسکے۔ جو لڑائی سے پیش آیا مارا گیا۔ جس نے ہتھیار ڈالدیئے وہ بچ گیا۔ اور قلعہ فتح ہوگیا۔ اور عراق میں ایرانیوں کی یہ آخری کوشش تھی۔

جنگ ثنی و زمیل

ایرانیوں کی کمر توڑ کر اب امیر خالد کو ان عیسائیوں کی جانب توجہ کرنی پڑی جو محض متعصبانہ اور حاسدانہ خیال سے ایرانی معرکوں میں مخالف اسلام ہوکر باعث تکلیف ہوئے تھے عیسائی کبھی اپنے فعل کے نتائج سے بے خبر نہیں تھے بہت سی فوج اور سامان جنگ لیکر بسر کردگی بہادر سردار ربیعہ بن بجیر تغلبی کے امیر خالد کے مقابلہ کو روانہ ہوئے۔ اور مقام ثنی پر جو صافہ سے مشرق کی جانب واقع ہے۔ فرکرآ ٹھہرے

امیر خالد نے اوّل تو پند و نصائح سے کام لینا چاہا جب مفید نہ ہوئی تو تین طرف سے حملہ کر دیا اور میدان سے بھگا دیا مگر ہذیل بن عمران اس شکست یافتہ فوج کو دلاسا دیکر پھر مسلمانوں کے مقابل ہوا مگر ہزارہا عیسائیوں کی جانیں ضائع کرانے کے سوا اور کچھ فائدہ نہ اٹھا سکا۔ اور قلعہ ریل میں جا چھپا جس کو کہ اسلامی بہادروں نے بزور شمشیر فتح کر لیا۔ اور ہذیل مذکور مع ہمراہیوں کے وہیں مارا گیا۔

جنگِ رضاب

رضاب ایک مضبوط قلعہ تھا عراق کے شمال کیطرف واقع تھا۔ وہاں کے گورنر ہلال نے جس کا باپ عین التمر کی لڑائی میں سیف اللہ کی حقانی ضرب سے قتل ہو چکا تھا تمام بھگوڑے عیسائی رضاب میں جمع کر کے مسلمانوں کے برخلاف منصوبہ کر رہا تھا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے بمنشاء اقتلوا المؤذی قبل الایذاء۔ رضاب پر چڑھائی کی۔ ہلال اپنے باپ کے قاتل کا نام سنتے ہی سب تدبیریں بھول گیا اور بھاگ نکلا اور قلعہ سر ہو گیا۔

جنگِ فراض

رضاب میں چارہ مویشی کی کمی تھی اور رسد رسانی کی تکلیف۔ اس لیے فراض میں اسلامی لشکر کا کیمپ لگایا گیا۔ جہاں پر کہ ضروری اشیا مہیا ہو سکتی ہیں عیسائی سردار ہلال رضاب سے بھاگ کر رومی علاقہ شام میں چلا گیا تھا اور شہنشاہ قسطنطنیہ کو لکھا کہ خالد عرب کو لے چکا ہے۔ ایرانی بہادروں کی شیخی کرکری کر کے عراق فتح کر چکا ہے۔ عیسائی بھائیوں نے امداد صلیب میں گو ہر طرح سے سرگرمی دکھلائی اور ہزاروں عزیز جانیں سلطنت کے بچاؤ کے لیے قربان کر دیں مگر حملات خالدی کے کہیں

کبھی کامیاب ہونے نہ دیا۔ اب خالد حد شام پر آپہنچا ہے اگر حضور شہنشاہ کافی فوج اور سامان سے مدد کریں تو میں اس طرف کے کل عیسائیوں کو سمیٹ کر اور ایرانیوں کو ملا کر مسلمانوں کو روک سکتا ہوں شہنشاہِ قسطنطنیہ نے جو اسلام کی ترقی سے پیچ و تاب کھا رہا تھا اور امیر خالد رضی اللہ عنہ کے فتوحات عرب و عراق کا حال سن چکا تھا۔ اس پیغام کو غنیمت سمجھا اور ایک لاکھ سوار اجرار مع ساز و سامان ہلال کے پاس روانہ کیے۔ علاوہ اس کے ہلال نے کل عیسائیان عرب و عراق و جزیرہ کو چٹھیاں بھیجکر اپنے پاس لڑائی کے لیے بلا لیا۔ ایرانی بھی بخیال انتقام آملے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ کو یہ تمام خبریں برابر پہنچ رہی تھیں مگر چونکہ رمضان کا نورانی مہینہ آگیا تھا۔ جو مسلمانوں کے زہد و اعتکاف عبادت و ریاضت نفس کشی و مجاہدہ حصول انوار ربانی و طمینان روحانی کا خاص موقعہ تھا۔ اس لیے اسلام کے سچے عاشق اور خدا پرست ولی اللہ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے فضائل رمضان سے محروم رکھنا مناسب نہ سمجھا اور محض عون باریتعالیٰ پر بھروسہ کر کے عیسائیوں کے اجتماع کا خیال نہ کیا اور ماہ رمضان میں سوا یاد الٰہی کے اور کچھ نہ کیا۔ اس عرصہ میں مخالفوں نے ایک لاکھ اسی ہزار کی جمعیت پیدا کر لی اور نہایت تزک و احتشام سے اسلامی کیمپ کو روانہ ہوئے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے دریائے فرات تک استقبال کیا۔ سفر و بدر دشمن نے کہلا بھیجا کہ تم دریا سے اترو گے یا ہم عبور کریں۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ چونکہ تم مجھ سے لڑنے آئے ہو اس لیے تم ہی عبور کرو اور یہ جواب نہایت ہی دور اندیشی پر مبنی تھا عیسائی فوج دن بھر برابر اترتی رہی۔ دوسرے روز سپہ سالار اسلام نے فوج کو آراستہ کیا اور میدان جنگ میں جا کھڑا ہوا۔ صبح سے دوپہر تک اسلامی لشکر ہتھیار بند دھوپ میں کھڑا رہا دشمن یا وہ ٹھہرنے کی تاب نہ رہی۔ ادھر مخالف فوج ابھی تمام اترنے نہ پائی تھی کہ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے حملہ کا حکم دیدیا۔

اور اس شدت اور عمدگی سے حملہ کیا کہ عیسائی سنبھل سکے اور بھاگ نکلے فوج کا زیادہ حصہ دریا میں ڈوب کر مر گیا اور بہت سے مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے معرکہ میں تقریباً ایک لاکھ عیسائی و ایرانی مارے گئے کروڑوں کا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا خمس اور فتح نامہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا گیا جہاں پر امیر خالدؓ کی شجاعت اور لیاقت جنگی کا شکریہ ادا کیا گیا۔ یہ فتح محض امیر خالد کی تجربہ کاری اور حسن تدبیر کا نتیجہ تھی۔

فتح کے بعد عیسائیوں کی جمعیت کے پراگندہ کرنے میں امیر خالد مصروف ہوا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان عیسائیوں کے سوا جو مطیع و ذمی قرار پا چکے تھے باقی یا تو روم کو بھاگ گئے یا ایران کو چلے گئے۔ اس لڑائی نے عرب و عراق کے عیسائیوں کی طاقت اور شرارت کا فیصلہ کر دیا۔ اور عیسائیان بنی تغلب و ایاد و بنی نمر وغیرہ متنصرہ عرب کو عیسائی شہنشاہ کی امداد و طاقت سے مایوس کر کے اسلام کا دامن گرفتہ بنا دیا۔ چونکہ ادھر سے فراغت ہو چکی تھی اس لیے امیر خالدؓ نے لشکر اسلام کو حیرہ دار الخلافہ عراق کو بھیجدیا۔ اور خود جریدہ راستے پیچھے رہا۔ اور ظاہر کیا کہ میں بعد میں حیرہ پہنچ جاؤنگا اور یہ تمام فتوحات عراق صرف ایک سال میں حاصل ہوئی تھیں۔

امیر خالد رضی اللہ عنہ کا خفیہ حج کرنا

جب فراض کی لڑائی سے فراغت ہوئی اور عراق کو ایرانی اور عیسائیوں کے فسادوں سے پاک کر چکا تو بہ تعمیل آیہ کریمہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا[1] شوق حج بیت اللہ دامنگیر ہوا۔ موسم حج قریب تھا لبیک لبیک کی دل لبھانے والی اور سہانی آواز اسکو سنگ مقناطیس کی طرح

[1] سورہ آل عمران پ ۴ ع ۱۰ ۔ تم پر فرض ہے کہ اللہ کے لیے خانہ کعبہ کا حج کریں جنکو کعبہ تک پہنچنے کا مقدور ہو۔

زور سے زیارتِ کعبہ زادہا اللہ شرفاً کیطرف کھینچنے لگی۔ وہ عاشقِ خدا ولی اللہ عشق سرمدی اور بجا آوریِ احکامِ الٰہی میں محو تھا اس کے تمام اعمال و افعال غزا و جہاد محض حصولِ رضائے الٰہی اور تائیدِ اسلام کے لیے تھے۔ اُنکی خواہش تھی کہ تعمیلِ احکامِ شرعی میں سب سے بڑھ کر رہے۔ اس کی ربانی استقامت اور ذاتی شجاعت یہ کب گوارا کرسکتی تھی کہ دیگر مسلمان تو والے حج سے العمرة الى العمرة كفارة لما بينهما والحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة متفق علیہ میں داخل ہوا اور وہ جیب میٹھا رہے چونکہ وہ نہ کسی کا تنخواہ دار ملازم تھا۔ اور نہ کسی کا بندۂ درم و دام تھا اس کے جملہ کارنامہ محض حصولِ رضائے باریتعالیٰ کے لیے ہوتے تھے اس لیئے چھبیسویں ذیقعدہ سنہ ۱۲ ہجری بلا اطلاع غیر سے جوشِ عشق میں صرف ایک بدرقہ اور دو ملازموں کو ساتھ لیکر ایک غیر مشہور رستہ سے جس سے پہلے کوئی نہیں گذرا تھا۔ عرب کے مشہور صحرائے اعظم اور جیسے تل ریگستان میں بلا ساز و سامانِ سفر حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ وما من دابة في الارض الا على الله رزقها پڑھ کر دیوانہ وار گھس پڑا۔ اور محض مضبوطی ایمان و توکل سے اس دور دراز سفر کو بارہ روز میں طے کر کے ساتویں ذی الحجہ سنہ ۱۲ ہجری کو مکہ معظمہ میں جا داخل ہوا۔ اور حج کر کے سترھویں ذی الحجہ کو واپس ہوا۔ اور ۲۵ ذی الحجہ سن مذکور کو حیرہ دارالامارۃ عراق میں جا پہنچا۔ اور یہ حال نہ تو کسی پر مکہ میں اور نہ فوجِ عراق میں کھلا۔ حالانکہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے معہ معززہ اصحاب مہاجرین و انصار کے اسی سال حج کیا تھا۔ علاوہ اس کے مکہ معظمہ میں جہاں خالد نے نشو و نما پائی تھی اور اس کا پیارا وطن و مسکن تھا۔ ہزاروں آشنا و رشتہ دار موجود تھے۔

سلسلہ عمرہ دوسرے عمرہ تک کفارہ ہے جو کچھ اس عرصہ میں ہو اور حج کا بدلہ ضرور جنت ہے ۱۲

اس امر سے امیر خالد رضی اللہ عنہ کے استقلال اور پر زور طبیعت اور اپنے راز کو ظاہر نہ کرنے اور مصیبت برداشت کرسکنے اور ہر مشکل پر غالب آنے کی خداداد قابلیت کا پتہ لگ سکتا ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد جب امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا۔ تو احتیاطاً آیندہ کے لیے تنبیہ کی۔

اس کے بعد امیر خالد انتظام عراق میں مصروف ہوا جس میں اس کو بہت عمدہ کامیابی حاصل ہوئی مشہور تھا کہ دربار ایران اسلام کے خلاف بہت کچھ منصوبہ کر رہا ہے امیر خالد رضی اللہ عنہ بھی غافل نہیں تھا وہ جانتا تھا کہ ایرانی ضرور مقابلہ پر آئینگے اور ملک و مذہب کے لیے جانیں لڑائینگے۔ مگر امیر خالد کو تجربتاً یقین ہو چکا تھا۔ کہ مغرور ایرانی خواہ کس قدر ڈینگیں مارتے اور اپنے عمدہ سامانوں وردیوں پر اتراتے ہوئے میدان میں آئیں مگر پرجوش غازیوں اور سچے مجاہدین کی سامنے نہیں ٹھہر سکتے۔ درفش کاویانی علم محمدی کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ پس امیر خالد رضی اللہ عنہ فتح ایران کی تجاویز سوچ رہا تھا کہ دربار مدینہ سے بدیں مضمون حکم پہنچا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من ابن ابی قحافۃ ابی بکر الی خالد بن ولید۔ سلام علیک فانی احمد اللہ والذی لا الٰہ الا ھو واصلی علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم وانی قد ولیتک علی جیوش المسلمین وامرتک بقتال الروم فسارع الی مرضات اللہ وقاتل عدو اللہ۔ وکن ممن یجاھدون فی اللہ حق جہادہ یا ایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم وقد جعلتک امیرا علی ابو عبیدہ ومن معہ والسلام ترجمہ یہ خط ابی قحافہ کے بیٹے ابوبکر سے خالد بن ولید کی طرف ہے خدا کی رحمت تم پر ہو۔ خدا کی تعریف و حمد کرتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس کے بھیجے ہوئے نبی پر درود ہو جسکا نام مبارک

محمد پر اس پر اور اس کی آل پر صلوٰۃ ہو۔ میں نے تم کو اسلامی فوج پر سپہ سالار مقرر کیا ہے اور ابوعبیدہ سے لڑنے کا حکم دیا ہے بس اللہ کی خوشنودی کیلئے جلدی کرو اور کفار سے لڑو۔ جہاد کا پورا حق ادا کرو مسلمانو میں تم کو ایسی تجارت بتلاتا ہوں جو تم کو سخت دردناک عذاب سے بچا سکے۔ تمہارا اللہ ابوعبیدہ ضیغم عبد امیر

امیر خالد رضی اللہ عنہ کی شام کی سپہ سالاری

ملک شام کی فوج کشی کا یہ باعث تھا کہ عیسائیان عرب و شام آنحضرت صلعم کے عہد میں بہت سی شرارتیں کرتے رہے تھے۔ خونخوار جنگ موتہ انہیں لوگوں کی شرارت سے ہوا تھا۔ غزوہ تبوک باوجود کمال افلاس و عسرت اور موسم کی گرمی کے عیسائیوں ہی کی روک تھام کیلئے کیا گیا تھا۔ مرتدین عرب کو بھی عیسائیوں نے ہر طرح سے امداد دی تھی۔ عراق کے معرکوں میں کھلے طور ایرانیوں سے ملکر مسلمانوں کا سخت مقابلہ کیا تھا۔ ان میں سے اکثر عیسائی یا تو براہ راست شہنشاہ قسطنطنیہ کی رعایا تھے یا اس کے ماتحت رؤسا کے زیر سایہ تھے جن کے امن و امان سے رہنے کا شہنشاہ مذکور ذمہ دار تھا۔ فراض کی لڑائی میں تو خاص شہنشاہی فوج بہ تعداد کثیر شامل تھی۔ یہ تمام امور صاف اس بات پر دلالت کرتی تھی کہ شہنشاہ قسطنطنیہ کا دلی منشا یہ ہے کہ خارجی تدابیر سے مسلمانوں کا زور گھٹائے اور پھر موقعہ پاکر خود اسلام کو نیست و نابود کرے۔ اور یہ پالیسی بجنسہ اسی قسم کی تھی جیسے کہ آج کل کے سلاطین یورپ اسلام کے برخلاف کر رہے ہیں۔ مگر وہ زمانہ خیر القرون صحابہ کبار کا تھا انکو کوئی بڑے سے بڑا دنیاوی لالچ بھی اسلام کی حمایت اور اپنے امیر کی اطاعت سے منحرف نہیں کر سکتا تھا۔ وہ نہ کسی پالیسی کے پابند تھے نہ کسی چالبازی کو جانتے تھے کفار و مشرکین کے مقابلہ میں ان کے صرف تین لفظ مختصر اسلام۔ جزیہ۔ تلوار تھے۔ جن پر سختی سے ثابت قدم رہتے ہوئے کے صادقانہ تبلیغ ہوئی

بادشاہوں کے دربار، تلواروں کی دھار، تیروں کی بوچھاڑ کے سامنے نہایت سچائی سے کرتے تھے اور جو کہتے تھے کر دکھاتے تھے۔

گو تعداد میں قلیل تھے مگر ان عالی ہمتوں کے سیکڑوں ہزاروں بلکہ ہزاروں لاکھوں پر بھاری تھے۔ گو بے سامان مفلس و نادار تھے مگر اُن کا صرف موحدانہ شکوہ مخالف کی صدیوں کی شان و شوکت دولت و عظمت اور عمدہ سامان حرب کی پائمالی کے لیے کافی تھا وہ نجات آخروی کا مدار حمایت و اشاعت اسلام پر سمجھتے تھے اور اس رستہ کی رکاوٹوں کے دور کرنے کے لیے جان بکف ہوتے تھے اور ان مذہبی لڑائیوں میں جاں فروشی کو ایک تجارت جانتے تھے جان دیتے تھے اور بہشت مول لیتے تھے وہ آج کل کے بودے اور لالچی تاویل کن مسلمان نہ تھے کہ احکام قرآنی کو توڑ موڑ کر حصول اعزاز و فوائد دنیوی کا ذریعہ بناتے اور اسلام کی بیخ کنی کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے مقدس مسلمانوں پر شہنشاہ قسطنطنیہ کی فریبانہ اور نامردانہ کارروائی کیا اثر کر سکتی تھی۔ مگر خلیفہ رسول اللہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عیسائی شہنشاہ کے حرکات پر ہمیشہ غور کرتے اور عموماً حیران رہتے۔ اور آئندہ انتظام کے لیے تجاویز سوچتے۔ گو وہ چاہتے تھے کہ اس مغرور بادشاہ کو قبل اس کے کہ وہ کوئی اور مضر کارروائی کرے خود دشمن کے ملک میں غازیوں کی شمشیر براں کی چمک دکھلائی جائے اور سابق کی طرح عیسائیوں کو جرات نہ دلائی جائے مگر چونکہ یہ مہم سخت کڑی تھی۔ کسی سے ذکر نہیں کرتے تھے ایک دن حضرت شرجیل بن حسنہ کاتب وحی رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ شام میں لڑ رہا ہے اور خدا نے مسلمانوں کو فتح دی ہے۔ شرجیل نے صبح کے وقت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے خواب بیان کیا چونکہ شرجیل قائم اللیل صائم الدہر مستجاب الدعوات ولی اللہ صحابی تھے

اس لیے امیر المومنین رضی اللہ عنہ اس خواب سے غزائے روم میں زیادہ تر قوی دل
ہو گئے اور ارادہ کر لیا کہ ضرور تثلیث کی جگہ توحید کی منادی کی جائے۔

اصحاب کبار عمرؓ عثمانؓ علیؓ وغیرہ سے مشورہ کیا۔ اور عیسائیوں کی متمردانہ سازشوں
اور منصوبوں اور ان کی اصلی منشا کے روکنے کے لیے لڑائی کی ضرورت کو بیان کیا
جس سے کسی قدر اختلاف کے بعد سب نے اتفاق کر لیا۔ مگر علی ابن ابیطالب خاموش تھے
امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ آپ کیوں خاموش ہیں۔ رائے
دیجیئے۔ اسد اللہ الغالب علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس مشورہ سے اتفاق
کرتا ہوں خواہ خود جائیں یا لشکر بھیجیں ہر صورت میں فتح ہو گی۔ امیر المومنین ابو بکر
اکبر نے فرمایا بَشَّرَكَ اللهُ يَا اَبَا الْحَسَنِ۔ یہ بشارت فتح آپ کو کس طرح معلوم ہوئی ہے
حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے کہ بقول
لا یزال هذا الدین ظاهراً علی کل من ناواه حتی تقوم الساعة واهله ظاهرون[1]
پیشن گوئی ہر وقت میں ظہور پذیر ہے جس کی بشارت کہ مسلمانوں میں اسلام کی الفت ہے
بھی غزائے روم میں توقف نہ کیجیئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرزمین عرب میں فتح دی ہے
کفار روم پر بھی مظفر و منصور کرے گا۔ امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے شاداں و فرحاں کہا کہ اے ابو الحسن ابھی یہ حدیث سنا کر مجھ کو خوش کیا ہے
خدا آپ کو بھی راحت اخروی سے شاد کرے۔

بعد ازاں اصحاب حاضرین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ شخص
(علی) وارث علم پیغمبر ہے جو شخص اس کی صداقت میں شک لاتا ہو منافق ہے اب ان کی
تقریر سے اور حدیث سے میرا ارادہ غزائے روم میں زیادہ مضبوط ہو گیا ہے

[1] پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ہمیشہ دین اسلام اپنے ہر ایک مخالف پر غالب رہیگا
اور یہ فوقیت قیامت تک رہیگی اور اس دین اسلام کے احکام دل سے ماننے اور پیروی
کرنے والے ہمیشہ فتح مند رہیں گے ۱۲

باتفاق حاضرین بلال کو منادی کا حکم دیا گیا۔ اور اہالیان مدینہ خلیفہ رسول اللہ کے
پاس حاضر ہوئے۔ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعد حمد و ثنا الٰہی و درود
رسالت پناہ کے عیسائیوں کی شرارت اور مخالفت اور عربوں اور ایرانیوں کو برخلاف
اسلام امداد دینا اور بہکانے کا مفصل تذکرہ کیا اور وضاحت سے کہا کہ عیسائی کس طرح
کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کمزور ہو اور اس کی اشاعت میں رکاوٹیں پیدا
ہوں۔ اسلام نے ہر چند ان سے رعایتیں کیں۔ مگر یہ لوگ موقعہ بہ موقعہ شرارت سے
چوکتے نہیں یہ چاہتے ہیں کہ بندگان خدا کفر و شرک میں مبتلا رہیں اور قدرت حقیقیہ کو بھول جائیں
مگر اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ترقی عزت
اسلام و ذلت کفار کا وعدہ فرمایا ہے جو کبھی ٹلنے والا نہیں۔ ان لوگوں کے پاس
اسلامی سفارتیں بھیجی گئیں دعوت اسلام کی گئی تثلیث و صلیب پرستی کے نقصانات
بتلائے گئے مگر راہ راست پر نہ آئے۔ بلکہ الٹے دیگر ممالک میں بھی اسلام کے سدراہ
ہوئے۔ حکومتوں کی قہری و جبری رکاوٹیں اور حربیانہ قوتیں جب تک دور
نہ ہونگی تب تک خلق کثیر اس نجات ابدی و سرمدی کی متلاشی نہ ہوگی جو مذہب
اسلام پیش کرتا ہے اور جس نعمت عظمیٰ میں بنی آدم کا شریک کرنا ہمارا فرض ہے اور یہ
زبردست اور دلکش رکاوٹیں بغیر ایک فیصلہ کن جنگ کے دور نہیں ہو سکتیں اگرچہ
ابتدا میں نقصان مخلوق ہوگا مگر فائدہ بڑھ کر ہوگا۔ موجودہ نسل میں سے لاکھوں
ہدایت پائینگے اور کروڑوں بلکہ اسلام کی ماہیت سمجھنے کی جانب توجہ کرینگے اور
آیندہ نسلیں ضرور ضلالت سے نجات یاب ہونگی۔ اگرچہ مقابلہ مخالفین میں قلیل یا نہ
نظر میں ہے احتمال نقصان ہے۔ مگر اعلائے کلمۃ اللہ میں قلت جمعیت و قلت تعداد
ایمان اللہ و رسول کے نزدیک کوئی عذر قابل پذیرائی نہیں۔ یہ عین جبکہ ہم اپنے لیے بہتری
جانتے ہیں وہ اور لوگوں کو کیوں نہ پہنچائی جائے اور جو مولا نے رحمت میں ہمیں پہونچا

انکو کیوں نہ دور کیا جاوے۔ رومیوں سے غزا ضروری ہے اور غزا سے گریز نشان نفاق ہے۔ قومی ترقی کے لیے جہاد ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔ جس قوم کی جنگی قوت کمزور ہوتی ہے وہ ذلیل و خوار رہتی ہے چنانچہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماترک قوم الجہاد الا عمھم العذاب[1] یہ جہاد ایک بیش بہا تجارت ہے۔ جس کے ہر پہلو میں نفع ہی نفع ہے مرے تو شہید جیتے رہے تو غازی اور یہ دونوں پاک خطاب اسلام میں نبی کے بعد سب سے زیادہ مقدس اور متبرک قرار دیئے گئے ہیں۔ موت جس سے دنیا پرست ڈرتے ہیں۔ تمہاری شہادت کا باعث ہو اور شہید کے شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ٥[2] اور یہ حیاتِ ابدی بغیر شہادت ممکن نہیں اور صورت فتح میں تو کئی نتائج پیدا ہونگے جن سے ایک عالم منور ہوگا۔ لاکھوں انسان شرک و کفر سے نجات پاکر معبود حقیقی وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت و پرستش بجا لائینگے۔ عیسائیوں کی غلط اور مضر تعلیم سے جو انسانی اخلاق بگڑ رہے ہیں وہ تمہاری کوششوں سے درست ہونگے۔ پس تمہاری یہ جان فروشی بنی آدم کی حقیقی فوائد پر مبنی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعد ایمان باللہ جہاد سے بڑھ کر اور کوئی عمل افضل نہیں ہے پس مجھے آپ کے ایمان۔ اخلاص۔ اتفاق و ایثار سچے جوش پر یقین ہے کہ یہ کڑی مہم جلد سر ہو گی اور یہیں خدا فتح دیگا اور ضرور دیگا۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ٥ جب امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ تقریر ختم کر چکے تو سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کی صدائیں چاروں طرف کو

---

[1] جب مسلمان جہاد چھوڑ دینگے یعنے انکی جنگی طاقت کمزور ہو جائیگی تو انپر تکلیفیں اور مصیبتیں کثرت سے آئیں گی ۱۲

[2] جو لوگ اللہ کے رستے میں مارے گئے ہیں ان کو مرا ہوا خیال نہ کرنا بلکہ اپنے پروردگار کے پاس جیتے جاگتے موجود ہیں اس کے خوانِ کرم سے انکو روزی ملتی ہے۔ سورۂ آل عمران پ ۴

کو نیچ اُنھیں اور عام تا ئید سے یہ تجویز جنگ روم منظور کی گئی۔

اس کے بعد امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باشندگانِ مکہ۔ طائف یمن وغیرہ سا قبیلہ جات عرب کو خطوط بدیں مضمون تحریر کیے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سلامٌ علیکم فانی احمد اللہ الذی لا الٰہ الا ھو واصلی علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقد عزمت ان اوجھکم الی ناحیۃ بلاد الشام لتاخذوھا من ایدی الکفار الطغاۃ فمن عول منکم علی الجھاد والصدام فلیبادر الی طاعۃ الملک العلام ثم کتب انفروا خفافاً وثقالاً وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ۰ جملہ قبائل نے اس حکم کی نہایت جوش سے تعمیل کی سب سے پہلے بنی حمیر اپنے بادشاہ ذوالکلاع حمیری کے ساتھ وارد مدینہ ہوئے اور پھر بنی مذحج۔ بنی طے۔ بنی ازد۔ بنو عبس۔ بنی کنانہ وغیرہ اپنے اپنے سرداروں کے ماتحت دار الخلافہ مدینہ میں پہنچ گئے۔ اور قرآن مجید کی یہ پیشین گوئی جو عربوں کے بلانے اور آنے کے بارہ میں تھی پوری ہوئی آیت کریمہ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۰ اور ثابت ہو گیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم کی عدم تعمیل سے عذاب الیم بھگتنا

سلہ تم پر سلام ہو میں خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اسکے نبی محمد رسول اللہ پر درود بھیجتا ہوں میں نے ارادہ کیا کہ تم کو ملک شام میں بھیجوں تاکہ ظالم کفار کے ہاتھ سے لے لو پس جو شخص تم میں سے جہاد اور لڑائی کی خواہش رکھتا ہو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیلئے جلدی چلا آئے۔ پس آیت لکھی یہ ہتھیار ہو یا نہ ہو نکل کھڑے ہو اور اپنی جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرو اگر تم جہاد کی مصلحتوں کو جانتے ہو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ سورہ توبہ ۱۲

سلہ اے پیغمبر سفر حدیبیہ سے پیچھے رہ جانیوالے عربوں کو کہدو کہ تم جلدی ہی بڑے لڑنے والوں (روم و فارس) کے مقابلہ کے لیے بلائے جاؤ گے کہ تم لڑتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائینگے اگر خدا کا حکم مانو گے تو اللہ اچھا اجر دیگا۔ اگر سرتابی کی جیسے کہ پہلے کی ہے تو خدا سخت عذاب سے سزا دیگا ۱۲-

بڑے گا جو ان کی خلافت حقہ کی دلیل محکم ہے جب مدینہ کی وسیع پر مٹ پھر گئی تو بہادر اور فقیہ سرداران مثل ابو عبیدہ بن الجراح۔ معاذ بن جبل۔ شرجیل بن حسنہ کاتب وحی۔ یزید بن ابوسفیان اموی۔ عمرو بن العاص۔ خالد بن سعید ربیع بن عامر رضی اللہ عنہم کے ماتحت یکے بعد دیگرے ملک شام کو فوج روانہ کی اور سپہ سالار ابو عبیدہ بن الجراح کو مقرر کیا جو سابقیت اسلام اور قبل از قرب رسول کے علاوہ زہد و ورع میں کمال رکھتے تھے اور خیر خواہی امت کے باعث دربار نبوی سے امین الامت کا مقدس خطاب پا چکے تھے۔ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے روانگی کے وقت سرداران لشکر کو مندرجہ ذیل احکام دیئے :-

احکام امیر المومنین رضی اللہ عنہ

اے سرداران لشکر اسلام! ہر ایک کام بصلاح و مشورہ کرو۔ انصاف و عدالت کو ہمیشہ ملحوظ رکھو۔ جور و ظلم نہ کرو۔ کیونکہ ظالم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب دشمن پر فتح پاؤ تو انکے چھوٹے بچوں اور بیماروں اور بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔ حیوانات اور مال مویشی کا نقصان نہ کرو۔ زراعت کو نہ کاٹو نہ جلاؤ میوہ دار درختوں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ دشمن کے سفیر کی عزت کرو۔ مگر انکی اقامت اپنے ہاں بہت کم رکھو تاکہ تمہارے عام سپاہیوں وغیرہ کے بات چیت اور میل ملاپ کا موقعہ نہ دو۔ اور نہ اپنے کسی حال پر مطلع ہونے دو۔ سوا سردار لشکر اور کوئی سفیر سے ملکے گفتگو کرنے کا مجاز نہیں ہے اور خود بھی جاسوس اور مخبروں سے کام لو۔ جو وعدہ اور عہد و پیمان دشمن سے کرو اسکو پورا کرو۔ وعدہ خلافی ہرگز نہ کرو۔ صلح کو خوشی سے قبول کرو اور اسکو کبھی نہ توڑو۔ گرجے نہ گراؤ اور پادریوں۔ مجاوروں۔ راہبوں۔ گوشہ نشینوں کو تکلیف نہ دو۔ سوا فوجی اور جنگی اشخاص کے اور سے تعرض نہ کرو۔ اور ایسے جنگی اشخاص

سے جب تک کہ اسلام یا جزیہ (ٹیکس) قبول نہ کریں لڑو۔ ہاں حکومت کا غرور نہ کرو۔ ماتحتوں کو نہ ستاؤ۔ چلنے میں دقت نہ کرو۔ اپنے لشکر سے جدا نہ ہو۔ پہرہ چوکی کا انتظام درست رکھو اور خود خفیہ طور سے نگرانی رکھو۔ پہلی رات والے کا پہرہ پچھلی رات والے کے پہرہ سے زیادہ طویل ہو۔ مہاجر و انصار کی عزت کرو۔ نماز کے پابند رہو۔ اول اذان دو اور وقت پر نماز باجماعت پڑھو۔ ساتھیوں کو تلاوت قرآن مجید کی سخت تاکید کرو۔ کسی کا افشائے راز نہ کرو۔ ساتھیوں کو خیانت سے بچاؤ۔ اور بصورت ثبوت سزا دو۔ کلام مختصر کرو اور اپنے نفس کی اصلاح کرتے رہو کیونکہ پیشوا اور سردار کے افعال ماتحتوں سے بہتر ہونے چاہئیں۔ رعیت سے رحم اور شفقت کرو۔ بوقت جنگ صبر کرو خدا کو یاد کرو۔ قرآن پڑھو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ ان مفید نصائح کے بعد لشکر اسلام کو مختلف رستوں سے ملک شام کو روانہ کیا اور روانگی کے وقت امیر المومنین یہ دعا مانگتے تھے۔ اللھم[1] احفظھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم واحفظ اوزارھم واعظم اجورھم۔

ہرقل شہنشاہ قسطنطنیہ جو پہلے ہی فلسطین میں پہنچ چکا تھا لڑائی کے لئے تیار اور کیل کانٹے سے درست تھا۔ صدیوں کی مضبوط اور کامیاب رومی سلطنت میں کسی بات کی کمی تھی۔ دمشق اور حمص کا ملاحظہ کرتا ہوا انطاکیہ میں مقیم ہوا۔ مذہبی جنگ کے لباس میں عیسائیوں کے جوش کو بہت ہی بھڑکایا اور لاکھوں دینی مجاہد قواعد دان فوج کے مرنے مارنے پر تیار ہو گئی۔ جس قدر جنگی جوان تھے سب پر افواج کثیر بھیج دی۔ یزید بن ابو سفیان اور عمرو عاص رضی اللہ عنہم نے شروع میں کچھ فتوحات کیں مگر فائدہ بخش نہ ہوئیں۔ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سپہ سالار اسلام کو روم کی جابیہ سے آگے ایک قدم بڑھنے نہ دیا۔ اور لشکر اسلام کو ابتدائی ماہ صفر ربیع الاول

---

[1] اے اللہ تو ان کی دائیں کہ آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے نگہبان ہو۔ اور مشکلات سے بچائیو اور ثواب عظیم دیجیو۔۱۲

بربیع الثانی سنہ ۱۳ ہجری بیکار رہنا پڑا۔ اور مسلمانوں کے اس خلاف معمار تکاہل نے مخالف کو جمع آوری فوج کا عمدہ موقع دیا۔ دربار مدینہ کو کثرت مخالف سے اطلاع دی گئی جہاں سے بہت سی فوج بہادر ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص سعید بن عامر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم کی ماتحت روانہ شام کی گئی۔ مگر آخر معلوم ہوا کہ ابو عبیدہ سے یہ مہم سر نہیں ہوسکتی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فاتح عرب و عراق سپہ سالار فوج شام مقرر کیا جائے جبکو امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بدیں مضمون خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من ابن قحافۃ ابی بکر الی خالد بن ولید سلام علیک فانی احمد اللہ الذی لا الہ الا ھو واصلی علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وانی قد ولیتک علی جیوش المسلمین وامرتک لقتال الروم فارع الی مرضاۃ اللہ وقاتل عدو اللہ وکن ممن یجاھد فی اللہ حق جہادہ یا ایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم وقد جعلتک امیرک علی ابو عبیدہ ومن معہ۔

یہ خط ایسے وقت میں امیر خالد رضی اللہ عنہ کو ملا کہ وہ قادسیہ کی چڑھائی کی تجویزیں کر رہا تھا۔ اور قریب تھا کہ ایک دو میدانوں میں ایران کی سرزمین میں اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ کی روحانی گونج ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا دیتا۔ مگر بہ تعمیل فرمان امیر المومنین فوراً چھ ہزار فوج لیکر روانہ شام ہوگیا

سلہ یہ خط ابوبکر کی طرف سے خالد بن ولید کو لکھا جاتا ہے۔ تم کو اسلامی فوج کا سپہ سالار کیا جاتا ہے اور رومیوں کی لڑائی کے لیے مقرر کیا ہے پس حصول رضاء الٰہی میں جلدی کرو اور خدا کے دشمنوں سے لڑو اور ان لوگوں میں سے ہو جو جہاد کا پورا پورا حق ادا کرتے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! تم کو ایک ایسی تجارت (جہاد) کی بتلاتا ہوں جو تم کو مصائب اور تکالیف شدیدہ سے بچانیوالا ہے۔ اور تم کو ابو عبیدہ اور اس کی ہمراہی فوج پر امیر مقرر کیا ۱۲ منہ

اور عراق میں مثنیٰ بن حارث کو گورنر (عامل) مقرر کر گیا۔ اس تعیناتی سے معلوم ہوتا ہے کہ دربار مدینہ کو یقین ہو چکا تھا کہ امیر خالد کی فتوحات نے ایرانیوں کی کمر ہمت کو توڑ دیا ہے اور اہل اسلام کا خوف ان کے دلوں پر ایسا چھا گیا ہے کہ امیر خالدؓ کی عدم موجودگی میں بھی کچھ عرصہ تک سر نہیں اٹھا سکیں گے۔ اور علاقہ مفتوحہ کے سنبھالنے کے لیے قلیل فوج بھی کافی ہو گی اور اس امر سے امیر خالدؓ کی اعلےٰ درجہ کی جنگی اور ملکی انتظامی قابلیت ثابت ہوتی ہے۔ ہزاروں سال کی قدیمی اور فارغ البال قوم اور سلطنت کو چند ایک لڑائیوں میں ہلچل کھچکھلا کر دیا۔ اور رعایا میں انتظام کا سکہ بٹھلا دیا۔

امیر خالدؓ کو سفر شام میں یہ مشکل پیش آئی کہ اگر مشہور اور آباد رستہ میں سے چلے تو رستہ میں رومیوں کی بہت سی قلعہ اور جنگی چھاونیاں اور مضبوط امصار سے گذرنا پڑتا ہے۔ اور نہ تو رومی بغیر لڑائی گذرنے دیتے اور نہ امیر خالد رضی اللہ عنہ جیسے شیر دل ویسے پاؤں گذر سکتے تھے۔ اس صورت میں ممکن تھا کہ بہت سا عرصہ ان قلعوں اور چھاونیوں کے سر کرنے میں صرف ہو جاتا۔ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو وقت پر مدد نہ پہنچتی اور اسلامی لشکر کو زیادہ مشکلات کا سامنا ہوتا۔ ان خیالات سے اس رستہ کو چھوڑ دیا۔ اور ایک دشت بے آب و گیاہ سے گذرنے کا قصد کیا۔ یہ تجویز ایک ناممکن العمل معلوم ہوتی تھی۔ مگر ہر مصیبت پر غالب آنیوالی امیر خالد کی طبیعت نے یہ تدبیر کی کہ کئی ہزار اونٹوں کو ایک ہفتہ تک پیاسا رکھا۔ اور پھر پیٹ بھر کر پانی پلا دیا اور ان کے منہہ باندھ دیئے اور ان کے اوپر بھی پانی لاد لیا۔ گھوڑوں کو کوتل کر لیا۔ اور فوج کو اونٹوں پر سوار کر لیا۔ چوبیس گھنٹہ کے بعد حسب ضرورت چند اونٹ ذبح کیے جاتے۔ انکا پیٹ چاک کر کے پانی نکالتے اور صاف کر کے گھوڑوں وغیرہ جانوروں کو پلاتے۔ اور گوشت خود کھا لیتے اور جو پانی اوپر لدا ہوتا وہ

انسان پی لیتے۔ اگرچہ پھر بھی پانی وغیرہ کی کمی سے سخت تکلیف ہوئی۔ مگر اس
تجویز سے یہ کٹھن راستہ صبح و شام چلکر چار دنوں میں طے ہوگیا اور جب ثنیۃ العقاب
میں جو شام کا پہلا شہر ہے پہنچا۔ تو اپنے سیاہ جھنڈے کا پھریرا کھولدیا جو آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کا مقدس علم تھا۔ امیر خالدؓ نے شہر تدمر۔ اورکہ۔ حوران۔ تختہ کو یکے بعد دیگرے
نہایت آسانی سے فتح کرکے ثابت کردیا کہ خالدی شمشیر کے سامنے روم۔ ایران یکساں
حقیقت رکھتے ہیں بعدازاں شہر بصری واقعہ شام پر چڑھائی کی گئی۔ اور مسلمانوں
کو حکام امیرالمومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعمیل کی تاکید کی گئی کہ سوا فوجی اشخاص
کے کسی اور سے تعرض نہ کریں۔ ہر ایک چیز قیمتاً لیں۔ ماتحت رعایا کے مذہب اور
ناموس میں دست اندازی نہ کریں وغیرہ وغیرہ اس غیر متعصبانہ اور مشفقانہ
کارروائی سے رعیت گو عیسائی تھی۔ مگر عیسائی حکومت کی نسبت اسلام کی
اطاعت کو اپنے لیے مفید اور بہتر سمجھنے لگی۔ اور جوق جوق حلقہ متابعت
میں آنے لگی۔ شہر بصری ایک مضبوط جنگی مقام تھا جہاں ایک بڑی تجارتی
منڈی تھی۔ مگر قبل اس کے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے شرجیل بن حسنہ کو چار
ہزار سوار دیکر بصری کے فتح کے لیے روانہ کیا تھا۔ مگر بارہ ہزار رومی قواعددان
فوج نے مسلمانوں کو نرغہ میں لے لیا تھا اور یہ خبر امیر خالد کو رستہ ہی میں معلوم
ہوچکی تھی جس خبر نے امیر مذکور کو اسقدر بیتاب کردیا کہ اصول جنگی کے خلاف اس کو
عمل کرنا پڑا اور فوج کی تکان اور ماندگی کو خیال میں نہ لاکر ایلغار کا حکم دیا۔ اگرچہ
غازیان اسلام خصوصاً امیر خالد کے ماتحت فوج سوارہ کی عادت اور طبیعت پر نظر
کیجاتی ہے تو بے قاعدگی ایک معمولی بات دکھائی دیتی ہے کیونکہ عرب کے مشہور گھوڑے
ایسے دھاووں کے عادی تھے۔
شرجیل کی ہمراہی فوج یہ گرد و غبار دیکھ کر گھبرائی اور خیال کیا کہ کہیں عیسائی

امدادی فوج نہ آگئی ہو مگر جب سب سے پہلے دو شہسواروں نے پہنچ کر باآواز بلند یہ کہا کہ میں شہسوار اسلام ہوں میں خادم خیر الانام خالد بن ولید ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن بن ابو بکر ہوں تو مسلمانوں کی یاس امید سے بدل گئی اور حوصلے بڑھ گئے۔ عیسائی خالدؓ کا نام سنتے ہی حواس باختہ ہو گئے اور میدان سے ہٹ گئے۔ امیر خالدؓ کی فوج چونکہ تھکی ہوئی تھی اس لئے تعاقب نہ کیا گیا۔ جس سے رومیوں نے خیال کیا کہ مسلمان لڑائی کے قابل نہیں ہیں۔ اس لیے دوسرے دن علی الصباح طبل جنگ بجایا گیا۔ اور مسلمانوں کا مقابلہ اختیار کیا گیا۔ امیر خالدؓ جن کی فوج ہمیشہ کیل کانٹے سے درست آمادۂ جنگ رہتی تھی۔ دم بھر میں تیار ہو کر میدان میں آکھڑے ہوئے میمنہ پر رافع بن عمیرہ الطائی اور میسرہ پر نڈر اور مشہور جوانمرد ضرار بن الازور کو مقرر کیا اور لشکر زحف جس میں اکثر اصحاب بدر شامل تھے اپنے ساتھ رکھا لڑائی شروع ہوئی۔ ابتدا میں تو مسلمان احتیاطی اور دفاعی طور سے لڑتے رہے مگر جب امیر خالد نے دیکھا کہ اب دشمن کا جوش دھیما ہو چلا ہے۔ فوراً مجموعی حملہ کا حکم دیدیا اور خود لشکر زحف کے ساتھ سب سے پہلے دشمن پر جا پڑا۔ خالدی حملات جنگی مشہور تیزی اور تندی سے انسانی عقلیں حیران ہیں اور انکو کوئی چیز روک نہیں سکتی تھی اس لیے حملہ کے ہوتے ہی صف بندی ٹوٹ گئی اور رومی فوج بے انتظامی کے ساتھ کچھ دیر لڑتی رہی آخر بھاگ نکلی اور ہزاروں بہادروں کی قیمتی لاشیں اور بے شمار مال غنیمت اور سامان جنگ میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے اور بچی کچھی فوج قلعہ بند ہو گئی۔ جس قلعہ کو ایک سو غازیان اسلام نے بسر کردگی عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما ایک خفیہ رستہ سے گذر کر محافظ قلعہ کو قتل کر دیا۔ اور دروازے کھول کر اسلامی لشکر کو داخل قلعہ کر لیا۔ گویا قلعہ و شہر بزور شمشیر فتح ہوا تھا مگر جب اہل شہر نے امان مانگی تو امیر خالد رضی اللہ عنہ نے فوراً امان دیدی اور ان کا کچھ نقصان

ہو نے دیا جس تلطف اور احسان اسلام کو دیکھ کر روماس حاکم بصری معہ بہت سے متعلقین کے مسلمان ہو گیا اور شام کی آئندہ لڑائیوں میں شامل رہا۔ یہ کام علاقہ قوم غسان کا تھا جو عرب تھے اور عیسائی ہو گئے تھے۔

خطِ خالد بنام ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما

امیر خالد عراق سے ابو عبیدہ کو اپنی روانگی کی اطلاع دے چکا تھا اب شام کے ملک میں پہنچنے کی خبر عمرو بن طفیل الازدی کے ہاتھ بھیجی گئی۔ اور یہ لکھا کہ بعد حمد خدا و درود بر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خدا سے آپ کے لیے اور اپنی ذات کے لیے دعا مانگتا ہوں کہ عقبے میں عذاب سے اور دنیا میں ہر ایک برائی سے بچائے۔ میں بتعمیلِ ارشادِ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام میں کل فوج کی کمان لینے کے لیے پہنچ گیا ہوں۔ مگر بخدا کہ میں یہ بات ہرگز نہیں چاہتا تھا۔ آپ بدستور سابق اپنے آپکو کمانڈر سمجھیں۔ میں آپ کے حکم سے سرمو انحراف نہیں کرونگا۔ اور آپ کی رائے سے مخالف نہیں چلونگا اور آپ کی مرضی کے سوا کوئی کام نہیں کرونگا آپ سید المسلمین ہیں۔ آپ کے فضل و تقدس و اکرام و احترام کی میں دل سے قدر کرتا ہوں۔ خداتعالیٰ آپ کے لیے اور ہمارے لیے اپنے احسان و رحمت کو پورا کرے اور ہمیں آتش دوزخ سے بچائے۔ والسلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ فقط

امیر خالد رضی اللہ عنہ کے پاک دل میں اسلام کی کامل تعلیم نے ذرہ بھر بھی فخر و بڑائی نہیں چھوڑی تھی۔ وہ کل مسلمانوں خصوصاً بزرگ اصحاب سابق الاسلام کی دل سے عزت کرتے تھے اور خالد رضی اللہ عنہ کا ایسا منکسر مزاج ہونا محض اسلام کی نورانی برکت کا نتیجہ تھا جسکی مثال اور کسی قوم کے بہادر جنرلوں میں ہرگز نہیں مل سکتی۔ اس خط کو پڑھ کر نفس ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سچے دل سے کہا کہ خدا تعالیٰ خلیفہ رسول اللہ صلعم کی

تدبیر و مصلحت میں برکت دے اور خالد کو زندہ رکھے۔

خط امیر المومنین بنام ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما

بعد حمد و ثنا و درود بر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ واضح ہو کہ میں نے شام میں مقابلہ دشمن کے لیے خالد کو سپہ سالار (کمانڈر) مقرر کیا ہے۔ آپ اُس کی رائے پر چلیں اور اُس کی اطاعت کریں۔ اس تقرری کی صرف یہ وجہ ہے کہ خالد آپ کی نسبت جنگی لیاقت زیادہ رکھتا ہے۔ اور فنون جنگ میں ماہر اور تجربہ کار ہے۔ ورنہ آپ کی عزت و توقیر میری نگاہ میں خالد سے کم نہیں۔ والسّلام

جب خالد رضی اللہ عنہ قریب پہنچے تو ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے معہ دیگر سرداران لشکر استقبال کیا اور کمال درجہ کی خوشی ظاہر کی اور عام مجاہدین کی تمازت طبائع کا جوش اس بہادر ظفر جنگ جنرل کی تشریف آوری سے بہت کچھ بڑھ گیا۔ امیر خالدؓ نے مقام دیر غوطہ میں جسکو بعد ازاں دیر خالد کہنے لگے مقام کیا جو دمشق سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر تھا۔

شہنشاہ رُوم دشت سماوہ کی طرف سے بالکل مطمئن تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ اس دشوار گذار بیابان کے رستہ سے کسی جرار فوج کا گذرنا ایک امر محال ہے۔ وہ اُس صحرا کو ایک قدرتی سدِ تصور کیے بیٹھے تھے۔ مگر جوں ہی اسلامی لشکر نے صحرا مذکور سے سر نکالا فوراً شہنشاہ ہرقل کو خبر پہنچ گئی جس نے کلوص نامی جنرل کے ماتحت زبردست فوج ادھر بھی نامزد کردی جو رستہ کی فوجوں کو سمیٹتا ہوا معہ عزرائیل حاکم دمشق کی فوج عراق کے مقابلہ کو روانہ ہوا مگر امیر خالد رضی اللہ عنہ کے بُرزور ہاتھوں نے اپنی مشہور متہورانہ چستی و چالاکی کے باعث رومی فوجوں کے پہنچنے سے پہلے ہی کئی ایک مضبوط قلعے اور شہر فتح کر کے ثابت کر دیا تھا کہ اب لشکر اسلام کی کمان ایسے جوانمرد جرنیل

نے لی ہے جو دشمن کو زیادہ انتظار کا موقع نہیں دے سکتا۔ اور نہ بہادرانِ اسلام پر اعتراض
آنے دیگا کہ مہینوں دشمن کے مقابلہ پر پڑے رہے اور ایک قدم نہ بڑھ سکے۔ انہی کی
بے نظیر بجازیانہ شجاعت اور بے مثل مجاہدانہ تہوّر برسوں کا کام مہینوں میں اور مہینوں
کا کام گھنٹوں میں کر دکھائیگی ۔

جنگِ دیر غوطہ

عیسائی جنرل کلوص نے دیر غوطہ میں پہنچکر لڑائی شروع کی۔ کلوص اور عزرائیل
دونوں عیسائی جنرل بہت بڑے شہسوار فنونِ جنگ سے ماہر اور زبردست پہلوان
تھے۔ انکا خیال تھا کہ وحشی عرب فنون جنگ سے ناواقف ہونگے۔ مبارزانہ
جنگ کے بہانہ سے خالد سردار لشکر کو ہلاک کیا جائے اس لیے دعوتِ جنگ
خالدؓ کو دی گئی۔ جو فی الفور منظور کی گئی۔ امیر خالد گھوڑے کو جولان دیتا اور بھالے
کے ہاتھ نکالتا ہوا کلوص کے مقابل جا کھڑا ہوا۔ جنرل کلوص نے نیزے کا وار
کیا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے سیف اللہ کی ضرب سے نیزہ کاٹ کر بیکار کر دیا اور
خود برچھی کی انی کلوص کے حلق میں خالی جگہ تاک کر ایسی لگائی کہ گلے سے پیوست
ہو گئی اور زمین سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اور قید کر کے اپنے کیمپ میں بھیجدیا۔
یہ حال دیکھ کر جنرل عزرائیل غصہ سے بھرا ہوا نکلا اور دیر تک لڑتا رہا اور داد مردانگی
دیتا رہا۔ مگر آخر خالدؓ کی متواتر ضربات سے مضروب ہو کر بھاگ نکلا۔ جس کے گھوڑے
کی کونچیں خالدؓ نے تلوار سے کاٹ دیں اور عزرائیل کو حوالہ عزرائیل کیا۔ رومی فوج
یہ حالت دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئی۔ اگرچہ عرصہ تک لڑائی ہوتی رہی۔ لیکن مسلمانوں
کے حملات کی تاب نہ لاسکی۔ اور بھاگ نکلی۔ بہت سا مالِ غنیمت اور مفید سامان
جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس لڑائی کے بعد امیر خالدؓ کا ارادہ تھا کہ دمشق پر حملہ

سکر سے لیکن تازہ دم رومی افواج کی آمد آمد سنکر دمشق کا خیال ترک کرنا پڑا۔ اور وادی یرموک میں اجتماع لشکر مناسب خیال کیا۔

شہنشاہ ہرقل کی تجاویز

شہنشاہ مذکور امیر خالد رضی اللہ عنہ کے کارناموں سے پہلے ہی واقف تھا۔ ان شکستوں کا حال سنکر زیادہ چونک گیا اس لیے امیر خالد کے مقابلہ پر اپنی تمام طاقت خرچ کر دی سسلی اور روس اور شمالی افریقہ تک کی امدادی فوجیں منگوائیں اور اپنے سپہ سالار باہان ارمنی کے ماتحت دو لاکھ چالیس ہزار فوج جرار مقرر کی۔ جس میں ایک لاکھ ۶۰ ہزار سوار اور اسی ہزار پیادہ تھے۔ باہان ایک تجربہ کار بہادر جنرل تھا۔ ایرانی معرکوں میں بہت نام پا چکا تھا۔ قوم اور فوج کو اس کی شجاعت اور مہارت جنگی پر پورا وثوق تھا۔ وہ جنرل ہی نہ تھا بلکہ پورا سپاہی تھا۔ اس کی اپنی شورہ پشت قوم آرمینین عیسائی دنیا میں اوّل درجہ کی جانباز اور شجاع اور ملک و مذہب کی محافظ تصوّر کی جاتی تھی۔ اور تعداد میں لاکھوں تھے۔ فوج کے دل بڑھانے کے لیے شاہی خاندان کے ممبر بھی ساتھ لیے گئے۔ پادریوں اور مذہبی پیشواؤں نے اپنی آتشی تقریروں سے ملک میں آگ لگا دی اور ہر ایک عیسائی خورد و کلان کو اہل اسلام کا تشنہ خون بنا دیا۔ جوش دلانے کے لیے لاکھوں صلیبیں تیار کی گئیں۔ اور عیسائی مجاہدین کے گلے میں لٹکائی گئیں۔ صلیبی نشان مرصّع بجواہر کیے گئے۔ اور افسران فوج کو دیئے گئے۔ فوج مذکور کے علاوہ ہزاروں عیسائی شوق جہاد میں شریک ہوئے۔ جو میدانِ جنگ میں مسیح علیہ السّلام کے نام پر جان دینا اپنا فرض جانتے تھے۔ گورنمنٹ کی طرف سے خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے۔ حسب ضرورت روپیہ اسپ و یراق ساز و سامان سے مدد دی گئی۔ یہ ٹڈی دَل اُس فوج کے علاوہ

تھا جو پہلے مختلف موقعوں پر سرداران اسلام کے مقابلہ یا جنگی قلعوں و سرحدی مقامات کے ناکوں پر تعینات تھے۔ غرضیکہ یہ تمام چار لاکھ کا طوفان تھا جو میدان یرموک میں اسلام کے استیصال کے لیے اٹھا تھا۔ اور ادھر مسلمان کلہم ۹ ہزار موعہ اس امدادی فوج کے تھے جو مدینہ سے عکرمہؓ بن ابوجہل کے ماتحت آئی تھی۔ اس تمام فوج میں سے ایک ہزار صحابی تھے۔ جن میں سے ایک سو وہ اصحاب تھے جو متبرک جنگ بدر کی شمولیت کا فخر رکھتے تھے۔ شہنشاہ ہرقل کا ایک میدان میں چار لاکھ فوج کا لانا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ وہ آج کل کے مغرور بادشاہوں سے زیادہ زبردست تھا اور اس کی زبردست فوج مسلمانوں سے دس گناہ زیادہ تھی لیکن غازیان اسلام کی خالصاً للہ جانبازی اور ثابت قدمی نے ہمیشہ کے لیے ایک کھلی اور روشن نظیر قائم کر دی کہ راسخ الاعتقاد مجاہدین اسلام جب خلوص دل سے محض اسلام کیلیے جاں بکف ہوتے ہیں۔ تو دنیا کی کوئی قوم ان سے بازی جیت نہیں سکتی۔ اور انکی جماعت خواہ کس قدر قلیل ہو۔ مگر ان کی حق پرست نگاہ میں دشمن کی کثرت کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ اور انکا سچا ایمان مقابلہ کفار سے انکو کبھی بھاگنے کی اجازت نہیں دیتا اس کے نتائج صریح اصحاب رضی اللہ عنہم کے ہر ایک معرکہ سے ظاہر ہوتے رہے ہیں اور بعد میں جب کبھی کوئی متقدس اور دینداز شخص مسلمانوں کا سرپرست ہوتا رہا۔ اور تقلید صحابہ کرام کرتا رہا ہے تو اس کے ماتحت مسلمانوں نے بدستور خیر القرون کارہائے نمایاں دکھا کر ایک عالم کو دنگ کر دیا ہے اور دکھلا دیا ہے کہ اگر کوئی اسلامی حرارت سے باقاعدہ کام لینے والا ہو تو وہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں موجود ہے اور یقین ہے کہ قیامت تک موجود رہے گی ؎

امیر خالد رضی اللہ عنہ کی تجاویز

امیر خالدؓ کو مخبروں کے ذریعہ دم بدم عیسائی فوجوں کی نقل وحرکت وغیرہ کی خبریں پہنچتی تھیں۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ اس دفعہ کوئی معمولی جنگ نہیں۔ مقابلہ پر ایک عیسائی دنیا کھڑی ہے۔ دشمن کو فوج کی کثرت اور سامان کی عمدگی پر غرور ہے۔ خود ہرقل میدان جنگ سے چند منزل پیچھے انطاکیہ میں موجود ہے۔ کمانڈر باہان کی زیر ہے۔ مذہبی پیشوا غضب کا جوش دلا رہے ہیں۔ روپیہ پیسہ جاگیر ومنصب کا لالچ دیا جاتا ہے۔ پس کل فوج اسلامی کو ایک جگہ جمع کرنا اور اپنی نگرانی میں لڑانا اور مجموعی طاقت سے ایک فیصلہ کن جنگ کرنا مناسب خیال کیا۔ سب سرداروں کو بلایا گیا۔ اور وادی یرموک کو لڑائی کے لیے پسند کیا گیا جس میں کئی ایک فائدے تھے۔ موجودہ موقعہ لڑائی کے لیے موزون نہ تھا۔ اور خطرہ تھا کہ کہیں دمشق اور قیساریہ کی عیسائی فوجیں تکلیف دہ ثابت نہ ہوں۔ دوئم یرموک میں تمام اسلامی فوج بآسانی جمع ہو سکتی تھی۔ سوم میدان یرموک سواران عرب کی جولانی کے لیے کہ جن پر اسلام کی فتح کا مدار تھا زیادہ وسیع اور مناسب تھا۔ چہارم دریائے یرموک کی روانی کے سبب سے پانی اور چارہ وغیرہ کی افراط تھی۔ پنجم یہاں ایک پہاڑ تھا جسکو کہ امیر خالدؓ اپنی پس پشت رکھنا چاہتا تھا۔ ان تمام باتوں کو وہ بخوبی سمجھا ہوا تھا اور ایک ہوشیار اور محتاط جنرل کی طرح نقشہ جنگ کو سوچ کر روانہ ہوا۔ رستہ میں چوکی پہرہ کا کام اپنے ذمہ لیا۔ عیسائی فوجوں نے موقعہ پا کر ایک دفعہ چھاپہ مارا۔ لیکن خالدؓ کی احتیاط کے سبب سخت نقصان کے ساتھ پسپا کی گئیں۔ اور اسلامی لشکر صحیح وسلامت یرموک میں پہنچ گیا۔ جہاں کہ دیگر سرداران اسلام عمرو بن العاص۔ شرجیل بن حسنہ۔ یزید بن ابو سفیان وغیرہ یکے بعد دیگرے آملے۔ اور باہان نے تین فرسنگ پر ڈیرہ کیا۔

اور حسبِ تجویز شہنشاہ ہرقل مسلمانوں کو روپیہ کا لالچ دینا اور دامِ فریب میں لانا چاہا۔ مگر وہ آج کل کے مسلمانوں کی طرح نہ تھے۔ کہ چند روزہ دنیا کے لیے مسلمان بھائیوں کا گلا کاٹنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ بلکہ وہ اصحاب ابرار تھے اور آیۂ کریمہ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰتَہً وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ[1] کی تعمیل دل سے کرتے تھے۔ اُن کی غرض سوائے حمایتِ اسلام اور کچھ نہ تھی۔ انکی نگاہ حق پرست میں تمام دنیا کے خزانے کوڑی برابر نہ تھے تبلیغ توحید و رسالت کا کام جس طرح وہ بخوف وخطر عوام کے روبرو کرتے تھے۔ اسی طرح وہ مغرور شاہانِ عالم کے سامنے کرتے تھے۔ وہ صرف اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے شیفتہ تھے بھلا ایسے پکے مسلمانوں پر دُنیاوی طمع کیا اثر کر سکتا تھا۔

رومی ایلچی کا اسلامی لشکر میں آنا

باہان نے یہ تجویز کی کہ ایک فاضل عیسائی سفیر بھیج کر مسلمان سفیر طلب کیا جو کہ اسلامیہ کیمپ میں پہنچ کر اہل اسلام کی نماز مخلصانہ اور عبادت زاہدانہ ذوقِ الٰہی و محبت رسالت پناہی و انتظام دینی و دنیوی و اخلاق حمیدہ و عادات مستوده تجرید و تفرید کثرت و وحدت کو یکجا دیکھ کر گویا یہ مضمون ادا کرنے لگا۔ ؎

درکفے جامِ شریعت درکفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

---

[1] سورۂ آل عمران پ۳ مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کریگا تو اس سے اور اللہ سے کچھ سروکار نہیں۔ مگر اس تدبیر سے کافروں کی شرارت سے بچنا ہو۔ تو خیر! اور اللہ تم کو اپنی جلال سے ڈراتا ہے ۱۲

صرف اسلام پر ہی صادق آتا ہے۔ اور اسلام ہی ایک اکمل و مکمل دین ہے جو جملہ فضائل پر حاوی ہے۔ اور بنی آدم کی بہبود دارین اسی مذہب کی تقلید پر منحصر ہے اس نے مسلمانوں کے علمی نیک نمونہ کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور چونکہ ابھی اسلامی سفیر عیسائی کیمپ میں جایا تھا۔ اس کے اسلام کا حال زیادہ ظاہر نہ کیا گیا۔ اور اس کو واپس کیا گیا۔ جس نے باہان کو اطلاع دی کہ کل خالد بطور سفیر پہنچ جائے گا۔

امیر خالد رضی اللہ عنہ کا عیسائی کیمپ میں جانا

امیر خالد نے بعد نماز صبح حکم دیا۔ کہ انکا سرخ قیمتی خیمہ رومی کیمپ کے نزدیک لگایا جائے اور خود صرف ایک فقیہ اور مدبر سردار میسرہ بن سروق عبسی کو ساتھ لیکر خیمہ مذکور میں جا داخل ہوئے۔ باہان رومی سپہ سالار نے شاہی دربار منعقد کیا۔ فوج کو قیمتی اور زریں وردیاں پہنا کر دورویہ کھڑا کیا۔ جنکے چمکیلے ہتھیاروں کی چمک دمک نے سورج کو بھی مات کر دیا۔ قوی ہیکل اور زرہ پوش سواروں کے پرے ایک آہنی پہاڑ دکھائی دیتے تھے۔ جنکا توڑنا انسانی عقل و قیاس سے باہر معلوم ہوتا تھا۔ اور انکی ہیبت شکلیں دیکھنے والوں کو حواس باختہ کرتی تھیں۔ میگزین کی کثرت اور جنگی آلات کی عدت و حدت تمام دنیا کی ہلاکت کیلئے کافی معلوم ہوتی تھی۔ خاص دربار میں سنہری و روپہلی کرسیاں بچھائی گئیں اور در و دیوار کو مرصع پردوں اور خوشنما تصویروں سے سجا کر دنیا پرست اور لالچی طبائع کو رومی دولت و عظمت کا شیدا بنا دیا تھا۔ مختلف قسم کے بیش قیمت رنگین خوشنما قالین اور بساط موسم بہار کو مات کرتے تھے۔ کرسی صدارت پہ منقش گدہ پڑا تھا جس میں نہایت قیمتی جواہرات کی جڑاؤ جھالریں لگی تھیں۔ دائیں طرف معزز و متبرک پادری بیٹھے اور بائیں طرف سرداران فوج بیٹھے تھے۔ جو بلحاظ قد و قامت تنومندی بصورتی

کے منتخب کیے گئے تھے۔ اور پر تکلف لباس اور باشکوہ شکل و شباہت سے عام ناظرین سے اقرار کرا رہے تھے کہ ایسے بہادروں سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اور ایسی دولتمند زبردست سلطنت اور بے شمار ہتھیار بند جرّار لشکر سے مخالف کا بچاؤ نہیں ہو سکتا۔ یہ تمام کوشش خالد رضی اللہ عنہ کو ڈرانے اور رومی شان و شوکت کا سکہ جمانے کے لیے کی گئی تھی۔ مگر اللہ کے بندے خالد پر کچھ اثر نہ ہوا۔ چنانچہ جب دربار لگ چکا تو امیر خالد کو بلایا گیا جو نہایت سادگی اور اسلامی حقیقی تمکنت سے معہ میسرہ رضی اللہ عنہ خیمہ سے برآمد ہوئے۔ امیر خالد ایک قہر و غضب کا خوبصورت جوان تھا۔ اس کی آنکھوں سے شوکت اسلامی اور چہرہ سے شکوہ ایمانی نمایاں تھا۔ گو اس کا لباس زرین اور ریشمی نہ تھا مگر خدا نے اسکے سیدھے سادے لباس میں وہ ہیبت کوٹ کوٹ بھری تھی کہ ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص سیف اللہ کی طرف نظر بھر کر دیکھ سکے۔ یا اگر یہ اللہ کا شیر کسی کی طرف نظر بھر کر دیکھے اور وہ غش کھا کر نہ گرے۔ یہ تمام رعب و ابہت عشق الٰہی و محبت رسالت پناہی کے سبب سے تھا کہ جس میں وہ لیل و نہار سرشار و سرمست بکار دل بیار رہتا تھا۔ دنیا و مافیہا کی اس کے دل میں گنجائش نہ رہی تھی اور ایسے اشخاص کی توجہ قلبی اور نظر میں عموماً یہ تاثیر ہوا کرتی ہے۔

امیر خالد رضی اللہ عنہ مست شیر کی طرح بے خوف و خطر نہایت متانت کے ساتھ فوجوں کے بیچ میں سے گذرتا اور اپنی شمشیر کا فرش کو زمین پر کھینچتا ہوا داخل دربار ہوا۔ اور کسی چیز کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ رومیوں کی کسی تدبیر نے اس کے دل پر اثر نہ کیا۔ باہان نے لب فرش تک استقبال کیا۔ اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ میسرہ رضی اللہ عنہ بھی بیٹھ گئے۔

امیر خالد رضی اللہ عنہ اور باہان سپہ سالار روم کی گفتگو

باہان نے معمولی مزاج پرسی کے بعد خوشامدانہ تقریر یوں شروع کی کہ آپ لائق اور شریف خاندانی ہیں اعلیٰ درجہ کی عقل و حکمت رکھتے ہیں اور عقیل و حکیم سے امید بہتری ہوسکتی ہے۔ امیر خالد جس کو خوشامد اور ریاکاری سے سخت نفرت تھی اور جنکی سفارت محض تبلیغ احکام اسلام کے لیے تھی۔ کہنے لگے کہ ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان حسب الرجل دینہ ومن لا دین لہ فلا حسب لہ یعنی انسان کی لیاقت و شرافت دین پر موقوف ہے اور بیدین شرافت سے خالی ہوتا ہے۔ یہ ایک علانیہ دعوتِ اسلام تھی جس سے اسلام کی وسیع فیاضی اور اس کے عالمگیر اور مفید اصول ظاہر ہوتے تھے۔ علم حکمت کے بارہ میں للہ الحمد علیٰ ذٰلک کہا اور آیۂ کریمہ مَن یُؤتَ الحِکمَۃَ فَقَد اُوتِیَ خَیرًا کَثِیرًا[1] سنا کر قرآن مجید کی صداقت بھری جامعیت کو ہزاروں عیسائیوں کے سامنے ظاہر کیا اور کہا کہ دنیا کی تمام چیزوں میں سے عقل افضل ہے۔ اسی سے خیر و شر کی امتیاز ہوتی ہے۔ عقل کامل ہی باعثِ ایمان و نجات ابدی ہے۔ کفر و شرک کے نقصان اور اسلام کے فوائد عقل ہی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ عقل صحیح سے وحدت و کثرت توحید و تثلیث یکتائی و دوئی عینیت و غیریت کا راز کھلتا ہے۔ عقلمند چاہ ضلالت سے نکلتا ہے۔ راہ استقامت و ہدایت پاتا ہے۔ مومن پاکباز بنتا ہے۔ عتاب و عقاب عذاب و ثواب کا مدار عقل پر ہے۔ عرفان و ایقان کا انحصار عقل پر ہے۔ گویا امیر خالد رضی اللہ عنہ نے اس حدیث قدسی کا مضمون ادا کر دیا جو عقل کے بارہ

[1] جس کو اللہ حکمت دیتا ہے اسکو بڑی بھاری نعمت ملتی ہے ۱۲

میں ہے[1] ما خلقت خلقاً ھو خیر منک ولا افضل منک ولا احسن منک بک اخذ وبک اعطی وبک اعرف وبک اعاتب وبک الثواب وبک العقاب

امیر خالد رضی اللہ عنہ نے اس پُر زور فصیح اور اسلامی فلسفی وعظ سے عیسائی دربار کو اسلام کی حقانی حکمیہ تعلیم کا ماحصل اور خلاصہ سنا دیا۔ اور سچے مسلمانوں کا نمونہ دکھلا دیا۔ باہان نے کہا کہ آپ جیسے عاقل و عالم کو دوسرے رفیق کی کیا ضرورت تھی۔ مگر امیر خالد رضی اللہ عنہ نے اس کلمہ چاپلوسی کا منہ توڑ جواب دیا کہ ہم کوئی کام بلا مشورہ نہیں کرتے اور میرا رفیق مجھ سے زیادہ دانا ہے اور جس کی رائے کے ہمارے ہزاروں سردار محتاج ہیں اہل دربار اسلام کے اس اصول تمدن اور کسر نفسی کو سنکر حیران رہ گئے۔ باہان نے کہا کہ میری آرزو ہے کہ آپ کے ساتھ برادرانہ محبت قائم کروں۔ جو منافقانہ کلام تھا۔ لیکن امیر خالد رضی اللہ عنہ نے صاف صاف کہدیا کہ کفر و اسلام میں اخوت ممکن نہیں بغیر اسلام لائے برادری نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ کفار کی محبت پر اعتماد کرنیوالوں اور ان سے عزت چاہنے والوں کے حق میں خدا فرماتا ہے۔[2] الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۝ باہان یہ سخت جواب سنکر پھر فرنگی چال چلا کہ آپ اپنا سرخ خیمہ بطور یادگار مجھ کو دیجئے اور جو چیز آپ کو پسند ہو مجھ سے لے لیجئے۔ باہان کا یہ مطلب تھا کہ خالد کو قیمتی تحائف دیکر قابو کیا جائے مگر ایک جلیل القدر صحابی خصوصاً خالد جیسے اولوالعزم خادم اسلام پر

---

[1] مشکوٰۃ ص ۴۲۳ اے عقل کوئی مخلوق تم سے بہتر اور افضل اور احسن میں نے پیدا نہیں کی سب چیز تم سے حاصل ہوتی ہے۔ جملہ فوائد تم سے ہی ملتی ہیں۔ معرفت الٰہی و حقائق کماہی اور عتاب اور ثواب اور عذاب تیری ہی کمال اور زوال پر منحصر ہیں ۱۲

[2] سورہ ن پارہ (۵) جو لوگ مسلمانوں کے سوا کافروں سے دوستی کرتے ہیں اسی امید پر کہ ان سے فائدہ اور عزت اور کسی موقعہ پر مدد اور قوت دینگے۔ یہ تمام باتیں عزت وغیرہ اللہ کے ہاتھ ہیں۔ کفار سے کچھ نہیں فائدہ ہوگا ۱۲

یہ مسئلہ کب چلتا تھا نہایت فیاضی اور فراخ دلی سے خیمہ مذکور حوالہ باہان کیا اور عوضانہ
لینے سے انکار کر دیا جب باہان کا یہ داؤ بھی نہ چلا تو کہا کہ نفس مطلب بیان کیجیے پھر
خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کچھ مجھکو کہنا ہے وہ آپ جانتے ہیں کہ ہم نہ ملک چاہتے ہیں اور
نہ دولت۔ نہ چاپلوسی نہ خوشامد۔ ہماری غرض محض اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ جس کا
حکم بذریعہ وحی ختم المرسلین افضل النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے
اور جو احکام الٰہی کا بنی آدم کو پہنچانا بتعمیل آیہ کریمہ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ[1]
مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ہمارا فرض ہے اور اس فرض کے ادا کرنے
میں ہم اپنی جان و مال کو فدا کرتے ہیں۔ اور یہ سعی و کوشش جس کا آخری درجہ جہاد ہے
بعد ایمان جملہ اعمال سے افضل ہے چنانچہ پاک اور مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتا
ہے کہ افضل الاعمال الایمان باللہ والجہاد فی سبیل اللہ[2] ایمان اپنی بھلائی
کے لیے اور جہاد اوروں کی بہتری کیلئے ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کفر و شرک کے فتنہ اور
اعمال بد کی آلائش سے بذریعہ تعلیم اسلام نسل آدم کو بچائیں چونکہ کفار کی فوجی طاقتیں
اس اشاعتِ توحید کی مانع اور قیام مذاہب باطلہ کے حامی ہیں۔ اس لیے ہم قتال پر
مجبور ہیں۔ اوّل ہم اسلام پیش کرتے ہیں۔ اگر اسلام لاؤ گے نجات پاؤ گے۔ وہ نجات
ابدیہ حاصل کرو گے۔ ہم تم برابر ہو جائینگے۔ تمہارے ملک و دولت جاہ و حشمت مال و
اسباب وغیرہ سے ہمیں کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اگر اسلام سے تمہیں انکار ہے تو ہمارا
مذہب جو تمام عالم کیلئے ایک رحمت ہے نہایت فیاضی اور رحمدلی سے جزیہ اور تحقیقات

---

[1] سورہ مائدہ پارہ ۶۔ اے پیغمبر جو احکام تیرے پروردگار نے تیری طرف نازل کیے ہیں
وہ بلا کم و کاست لوگوں کو پہنچا دے اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھا جائیگا کہ تم نے حق رسالت ادا نہیں کیا ۱۲

[2] سب سے افضل و اعلیٰ یہ عمل ہے کہ اللہ کی وحدانیت ذاتی و صفاتی پر ایمان لانا اور اسلام
کی حمایت اور رعایت کے لیے جہاد کرنا ۱۲ متفق علیہ۔

کا ایک اور موقعہ دیتا ہے یعنی جزیہ منواتا ہے جس کے عوض میں تمہاری حفاظت کی کل ذمہ داریاں ہم اپنے ذمہ لینگے۔ اور تم امن و امان اور آزادی کے ساتھ رہو گے۔ فائدہ یہ ہوگا کہ تمہاری اور مسلمانوں کی باہمی آمد و رفت کا سلسلہ کھل جائیگا اور تم اہل اسلام کی پاکیزہ عملی کارروائیوں کو دیکھ سکو گے اور اسلام کی ماہیت اور حقیقت ٹٹول سکو گے۔ اور متعصب اشخاص نے جو غلط خیالات نسبت اسلام تمہارے دلوں میں بٹھلا دیئے ہیں۔ اُن کی اصلیت دریافت کرنے کا تم کو خوب موقعہ ملیگا۔ اگر تم یہ بات قبول نہ کرو اور اس موقعہ (چانس) سے بھی فائدہ نہ اٹھاؤ تو بس فیصلہ شدہ امر ہے کہ تم اسلام کی طرف مطلق توجہ ہی کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ اس کے مخالف اور درپے استیصال ہو۔ اپنے آپکو ہی گمراہ رکھنا نہیں چاہتے بلکہ آیندہ نسلوں میں بھی توحید باریتعالیٰ کی اشاعت کے مانع ہونے ہو۔ پس ایسے مشرکانہ موانع کے دور کرنے کے لیے ہم جانیں لڑاتے ہیں اور حکم خدا آیہ کریمہ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰی لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ نہایت خوشی سے بجالاتے ہیں اسلام کے یہی تین سوال ہیں جو ہر ایک کے سامنے پیش کرتا ہے۔ میدان جنگ میں ہماری جان فروشی کا حال آپ کو معلوم ہے مسلمان طالب جنان جب شمشیر و سنان کے ترازو تولتے ہیں تو کوئی شے انکی کامیابی کی سدِ راہ نہیں ہو سکتی اور نہ کثرتِ اعدا ان کے غازیانہ تہوّر پر کوئی اثر کر سکتی ہے مسلمانوں نے بارہا آیہ کریمہ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ کی صداقت دیکھ لی ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے سینکڑوں نے ہزاروں کا اور ہزاروں نے لاکھوں کا منہ پھیر دیا ہے

---

[1] سورہ بقر پ ۲۔ کفار جو مسلمانوں کے برخلاف شرارتیں کرتے ہیں ان سے لڑتے جاؤ تاکہ انکی شرارت کا کچھ اندیشہ نہ رہے۔ اور فتنہ فساد کا احتمال جاتا رہے۔ اور دین اسلام غالب ہو جائے ۱۲

[2] فتح و نصرت کثرت فوج اور زر دولت پر موقوف نہیں بلکہ اللہ کے ہاتھ ہے جو سب پر مسلط اور تدبیر کار ساز ہے ۱۲

اسلام میں بھاگنا حرام ہے۔ بہادرانہ طور سے جان دینا شیوہ اہل اسلام ہے۔ گذشتہ معرکے میری تقریر کے موید ہیں۔ یہ تمہاری فوجی کثرت و عزت شان و شوکت تماشا و آرایش جس پر تم غرہ ہو اس شمشیر کے سامنے (قبضہ پر ہاتھ رکھ کر) کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ پس لڑائی سے بچو اسلام لاؤ یا جزیہ دو۔ یہی ہمارا ادعا ہے جو مختصر طور سے بیان کیا گیا ہے۔ مَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِین ؂

جواب باہان سپہ سالار روم و تردید امیر خالد رضی اللہ عنہ

..باہان جو ایک فصیح عالم زبان عرب تھا کہنے لگا کہ الحمد للہ الذی جعل نبینا افضل الانبیاء وملکنا افضل الملوک وامتنا خیر الامم یعنے خدا کا شکر ہے جس نے ہمارے نبی علیہ السلام کو جملہ انبیاء سے اور ہمارے بادشاہ کو جملہ شاہان سے افضل اور ہماری عیسائی امت کو دیگر امتوں سے بہتر بنایا ہے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے یہ مغرورانہ بات سنکر کہا کہ الحمد للہ الذی جعلنا نومن بنبینا وبنبیکم ونقر بکتابنا وکتابکم والحمد للہ الذی جعلنا نامر بالمعروف وننہی عن المنکر یعنے خدا کی حمد و ستایش ہے جس نے ہمیں توفیق دی کہ اپنے پیغمبر اور تمہارے پیغمبر پر ایمان لائے اور قرآن مجید اور انجیل مقدس کے کتاب الٰہی ہونے کا اقرار کیا اور ہم کو یہہ سعادت بھی عطا کی کہ بنی آدم کو نیکی کی ہدایت کرتے ہیں اور بدی سے بچاتے ہیں۔ گناہوں سے استغفار کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو وحدہٗ لاشریک لہٗ جانتے ہیں اور اس کو بے زن و فرزند مان کر شرک سے ہٹتے ہیں ؂

جواب باہان

باہان خالدؓ سے یہ کلمات سنکر بگڑ گیا۔ چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ اے گروہ عرب تم عرب اس سے پہلے نیک ہمسایہ تھے۔ ہمارے ہاں تم آتے تھے ہر ایک جگہ بلا روک ٹوک آمد و رفت کر سکتے تھے۔ فائدہ کثیر اٹھاتے تھے۔ ہم تم پر احسان و شفقت کرتے تھے۔ جس کے ذریعہ تم اپنے بال بچوں کی پرورش کرتے تھے۔ تم بے حیثیت جاہل جنگلی تھے۔ تہذیب انسانی سے کوسوں دور علم و اخلاق سے نفور رکھتے شتربانی اور بھیڑوں کی گلہ بانی سے تم سروکار رکھتے تھے۔ اسباب تمدن و معاش سے تم بہرہ ور نہ تھے۔ تمہاری زندگی محض وحشیانہ تھی۔ پشم و صوف تمہارا لباس تھا دنیا کی ترقی یافتہ قومیں تم کو درجہ انسانیت سے خارج تصور کرتی تھیں معمولی خصائل انسانی کا حصول بھی تمہاری نسبت ایک امر محال نظر آتا تھا۔ چہ جائیکہ تم دنیا کی ہدایت کا بیڑہ اٹھاؤ۔ اور یونانی شہنشاہ کو آنکھیں دکھاؤ بقول ؎

خیال حوصلہ بحر سے پزد ہیہات
چہاست در سر این قطرہ محال اندیش

ہم گنوار عرب نہیں عیاش ایرانی نہیں کہ جن پر تم فتح پا چکے ہو۔ اب تمہارا مقابلہ ایک ... دنیا کے ساتھ ہے جو صلیب کے نام پر جان دینے کے لیے تیار کھڑی ہے اور ایک عرب کے لیے بیس بیس عیسائی شیر مرد موجود ہیں جو تم کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دینگے اور دکھا دینگے کہ ؎

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

اس فوج کثیر کے علاوہ بیشمار فوج کمکی لگاتار آ رہی ہے۔ پس تمہیں دوستانہ

صلاح دیتا ہوں کہ اپنی جان اور بال بچوں زن و فرزند پر رحم کرو۔ واپس چلے جاؤ
روپیہ کی ضرورت ہو تو اس کے دینے میں مضائقہ نہیں تمہارے خلیفہ عمر کو بیس ہزار دینار
اور تم کو اور ابو عبیدہ ہر ایک کو پانچ پانچ ہزار دینار اور ایکسو سرداران لشکر میں سے ہر ایک
کو ہزار ہزار دینار اور ہر ایک سپاہی کو ایک ایک سو دینار جو تمام رقم قریباً ایک کروڑ بیس
لاکھ روپیہ ہوتی ہے۔ دینے کو ہم تیار ہیں اس کے علاوہ جس قدر شام کا علاقہ تم فتح کر چکے
ہو وہ بھی تم کو دیا جائیگا۔ بشرطیکہ عہدنامہ لکھدو کہ آئندہ رومی ممالک میں دست اندازی
نہیں کرینگے۔ اگر صلح کر لو تو بہتر ورنہ پچھتاؤ گے اور سخت پچھتاؤ گے ۔

جواب امیر خالد رضی اللہ عنہ

جب باہان سپہ سالار روم یہ پر زور تقریر کر چکا تو خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اشہد
ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ سنو جو کچھ تم نے انعام و
شفقت کے بارہ میں کہا ہے یہ تمہاری ملکی اور مذہبی مصلحت تھی۔ جس تجویز سے
تم نے عرب کے شمالی اقوام کو محکوم ہی نہیں بنا لیا بلکہ لاکھوں عربوں کو عیسائی کر لیا
ہے۔ اور اسی لالچ کا اثر ہے کہ آج ساٹھ ہزار عرب والنٹیر ہمارے مقابلہ کے لیے تمہارے
ساتھ ہیں۔ اونٹوں اور بھیڑوں کی گلہ بانی سے ہمیں کوئی عار نہیں۔ پشمی لباس کو
کوئی ننگ نہیں تمہارے زنانہ ریشمی لباس سے بہتر ہے۔ گرسنگی و افلاس رنج و مشقت
مایوسی و محنت جاہلیت و وحشت فسق و فجور کی بابت ہم انکار نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ
تم نے کہا ہے اس سے زیادہ خراب حالت میں تھے شراب پیتے تھے۔ حرکات شنیعہ
کرتے تھے۔ اولاد کشی ہمارا شیوہ تھا۔ سفاکی اور رہزنی ہمارا رویہ تھا۔ بات بات پر
ایک دوسرے پر تلواریں کھینچتے تھے۔ اور ہزاروں کٹ مرتے تھے۔ اتفاق اور ہمدردی
جو تمدن کے بھاری اصول ہیں۔ ان سے ہم بے خبر تھے۔ غرضیکہ ہماری عادات

وحشیوں سے بدتر تھیں۔ ایک چبوترہ ۳۶۰ بت لکڑی پتھر کے بنا کر پوجتے تھے۔ اور اس مادہ پرستی نے روحانی صفات اور انسانی ملکات کو ہم میں سے قریبًا معدوم کر دیا تھا۔ کہ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم کیا اور ہماری ہدایت کے لیے مبارک رسول اور مقدس کتاب بھیجدی۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ آیہ کریمہ[۱] وَلَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۰ اسی پاک نبی کی مکمل تعلیم نے ہماری کایا پلٹ دی اور قرآن مجید کی کامل اور مکمل ہدایات نے ہمارے اخلاق و عادات میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ حقوق العباد کی پابندی اسلام کا اعلےٰ رکن ہے۔ حقوق الٰہی کی بجا آوری میں مسلمان سخت پابند ہیں۔ اس افضل المرسلین نے ہمیں اس قادر مطلق کی عبادت کی ہدایت کی ہے جو حیّ لایموت۔ زندہ و پائندہ بے زن و فرزند بے نظیر و بے مانند بے شریک ہے جو ہمتا ہے عدد و ثانی اثنین ہے نہ ثالث ثلاثہ ہے۔ الوہیت و ربوبیت میں متفرد ہے۔ اپنی ذات و صفات میں مجرد ہے۔ قرآن اقدس جملہ مذاہب باطلہ دہریہ معطلہ۔ فلاسفہ مشبہ مثالیہ ثنویہ وغیرہ کے ناقص عقائد کے مقابلہ میں اپنی توحید تمام دنیا کے سامنے یوں پیش کرتا ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ یعنے خدا تعالیٰ کہ جس کی شان میں لوگوں کی مختلف عقائد ہیں اور فرقہ دہریہ اسکی ہستی سے انکار کرتے ہیں اور معطلہ اس کو نظام عالم سے الگ جانتے ہیں اور علت و معلول کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں انکو کہدو کہ ذات باری تعالیٰ منزہ احدیت ذہنی مطلق میں جملہ نام و نشان رسم و عیاں سے منزّا و را ادراک و فہم سے مبرّا ہے

[۱] سورۃ ال عمران پ ۴۔ اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ ان ہی انہی میں کا ایک رسول بھیجا جو انکو خدا کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انکو کفر و شرک کی گندگی سے پاک کرتا ہے۔ اور کتاب الٰہی قرآن اور دانائی کی باتیں تعلیم دیتا ہے۔ ورنہ پیغمبر کے آنے سے پہلے یہ لوگ بہت بڑی سخت گمراہی میں تھے ۱۲

مرتبہ وحدت میں کہ محیط جملہ عوالم ہے اسکو لفظ ھُوَ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ورنہ ذات بحت میں ضمائر کی گنجائش بھی نہیں۔ وہ ذات موجود اور اس نے تمام اشیاء کا وجود ہے درجہ الوہیت میں اسکا نام اللہ ہے۔ جو جامع جمیع صفات کاملہ ہے۔ اَحد وہ اللہ احد یعنی ذات و صفات میں احد یکتا یگانہ و بے ہمتا متوحد بذات منفرد بصفات ہے اسکا کوئی شریک نظیر ثانی و عدیل نہیں۔ اسی صفت یکتائی کی سمجھنے اور مسئلہ توحید کے جاننے میں لوگوں نے ٹھوکریں کھائیں اور ناقص عقول کی تقلید میں حقیقی توحید سے کوسوں دور نکل گئے۔ اور بنی آدم کے لیے ضلالت کا بیج بو گئے۔ اللہ الصمد یعنی وہ خدائے یگانہ ہر ایک چیز سے مستغنی و بے نیاز ہے تمام دنیا و مافیہا کو اس نے ہی بلا حاجت پیدا کیا ہے مگر اس قدر وسیع عالم سفلی و علوی کے پیدا کرنے سے اسمیں سے کچھ کم نہیں ہوا۔ وہ بدستور ویسا ہی ہے۔ اور ضروریات ممکنات سے پاک ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ سوتا ہے نہ فنا ہوتا ہے وہ دائم قائم زندہ پائندہ ہے۔ حلول و سریان کے نقص سے منزّہ ہے۔ فرقہ مشبہ کا عقیدہ غلط ہے۔ اسی احدیت و صمدیت کی حقیقی معانی نہ جاننے سے شرک و بت پرستی نے نسل آدم کو گمراہ کیا۔ یہ راز صرف قرآن مجید نے کھولا ہے جس سے اسلام کو جملہ ادیان پر فخر ہے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ بطور رسم متعارف و قاعدہ تخلیق عالم نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالے پر باپ بیٹے کا اطلاق کرنا اور ثانی اثنین سمجھنا نادانی ہے اور اسکو ثالث ثلاثہ۔ باپ۔ بیٹا۔ روح القدس کی قید میں لانا۔ توحید ذاتی و صفاتی کے برخلاف ہے عیسیٰ علیہ السلام کا بے پدر پیدا ہونا تمہیں حیرانی میں ڈالتا ہے۔ مگر آدم علیہ السلام کو کیا کہوگے جسکی ماں بھی نہ تھی۔ خدا ہر ایک فعل پر قادر ہے۔ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ اس کا کوئی کفو و ہم جنس شریک و ہمپایہ نہیں۔ فرقانِ حمید نے انعدام و اعداد تقلب و تنقص علت و معلول شرکل و حادل جملہ اقسام کے شرک کی نفی کرتا ہے۔ جو لوگ اس قسم کے مشرک ہیں۔ اور ذاتہٖ یا خیالی کے

زن و فرزند قرار دیتے ہیں۔ اور حقیقی توحید سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ ان سے ہم کہتے ہیں اگر اسلام قبول کرو گے نجات پاؤ گے تمہارا خون و مال ہم پر حرام ہو گا۔ ہم تم بھائی بھائی بن جائینگے۔ درجہ اخوت قائم ہو جائیگا۔ یہ جو تم ایک کروڑ ۵۰ لاکھ روپیہ نقد اور علاقہ مفتوحہ دیتے ہو معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ہم کو حریص شاہان ملک گیر کیطرح زر دوست تصور کیا ہے جو حصول نام و عزت و زر و دولت اور ملک و مال بڑھانے کے لیے تلوار اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ اسلام ایسے اغراض دنیویہ کے لیے لڑنے والوں کو مفسد قرار دیتا ہے اور رحمت الٰہی و ثواب آخروی سے محروم رکھتا ہے بفحوائے حدیث شریف رجل یرید الجہاد فی سبیل اللہ وھو یبتغی من عرض الدنیا لا اجر لہ[1] ہمارے پاک نبی کی موثر تعلیم نے اللہ و رسول کے مقدس محبت کے سوا ہمارے دلوں میں اور کسی چیز کی گنجایش نہیں رکھی۔ ایک ایک مسلمان کی عبادت و صلاحیت زہد و ورع اخلاص و تقویٰ سب کے قول کی شہادت دیتے ہیں حکم خدا کی تعمیل کے مقابلہ میں دنیا و مافیہا ہماری نگاہ میں ہیچ بلکہ کمتر از ہیچ ہیں۔ یہ تو ایک کروڑ ۵۰ لاکھ روپیہ ہے اگر تمام عالم کے خزانے دیدو تو بھی اصول اسلام سے سر مو انحراف نہیں کرینگے اور مخلوق خدا کی بہتری کے لیے اسلام ہی پیش کرینگے۔ حتیٰ یحکم اللہ بیننا وھو خیر الحاکمین[2] وان الارض اللہ یورثہا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین

امیر خالد نے نہایت عمدگی سے تبلیغ رسالت اسلام کا کام کیا اور بابان اور کل امرا نے یقین کر لیا کہ جن لوگوں کو ہم جاہل نیم وحشی جانتے تھے وہ علم و حکمت

---

[1] ابو داؤد۔ جو شخص کفار سے لڑے اور دنیا کی عزت و ناموری اور حصول دولت ملک وغیرہ کی خواہش رکھتا ہو اسکو ثواب نہیں ملے گا ۱۲ [2] یہانتک کہ ہم میں اللہ فیصلہ کرے اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے اور زمین کا ہی مالک اللہ ہی ہے جسکو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے چند روزہ وارث و مالک بنا دیتا ہے۔ جو لوگ باوجود وراثت اور دولت کے خدا کی زبردست طاقت سے ڈرتے رہتے ہیں انکا انجام بخیر ہوتا ہے ۱۲

فصاحت و فراست عقل و دیانت میں کم نہیں۔ ان پر کوئی داؤ نہیں چل سکتا۔ نہ فوجوں کی کثرت سے ڈرتے ہیں نہ روپیہ پیسہ کے لالچ میں آتے ہیں یا مذہب اسلام پیش کرتے ہیں یا جزیہ مانگتے ہیں جو منظور نہیں ہو سکتا۔ پس لڑائی کو قبول کیا ہے

جنگِ یرموک

امیر خالد رضی اللہ عنہ تو اسلامی کیمپ میں چلے آئے۔ ادھر باہان نے شہنشاہ ہرقل کو نتیجہ ملاقات سے اطلاع دی اور لکھا کہ مسلمان اپنے مذہبی احکام کے سخت پابند ہیں۔ ملک و دولت جو عام فاتح اقوام کے منظور نظر ہوتا ہے۔ اس کا لالچ دیا گیا ادھر توجہ بھی نہیں کرتے۔ لشکر کی کثرت اور سامان جنگی کی عدت دکھلائی گئی جس کا اثر ذرہ بھر سردار اسلام پر نہیں ہوا۔ ہماری شان و شوکت اور سطوت و ماہیت کے اس کے دل پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ اپنے پیغمبر کی پیشین گوئیاں اور قرآن کی صداقتوں پر اس کو پورا یقین ہے۔ اسلام اور جزیہ کے سوا اور کوئی چیز نہیں طلب کرتا اسلیے لڑائی کی تجویز قرار پائی ہے جسمیں ہرگز کوتاہی نہیں ہو گی مگر ایسی قوم سے پالا پڑا ہے جو موت کو زیست سے بہتر جانتی ہے اس لیے احتیاطاً مستورات خاندان شاہی کو دار السلطنۃ قسطنطنیہ میں بھیجدیں۔ اور جریدہ طور سے انطاکیہ میں رہیں۔ اور دیکھیں کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔

باہان چند روز اور فوجی تیاریوں میں مصروف رہا۔ مورچال کی درستی وغیرہ کے بعد سپہ سالار اسلام کو پیغام دیا گیا کہ کل لڑائی ہو گی۔ یہاں کیا دیر تھی۔ اسلام کی سپاہیانہ سادگی اور محنت کشی مشہور ہے۔ ہر وقت کیل کانٹے سے درست رہتے تھے۔ جنگی ہتھیاروں کو ہر وقت ساتھ اور صاف رکھتے تھے۔ کل فوج میں لڑائی کا حکم سنایا گیا۔

دوسری جانب خالد رضی اللہ عنہ نے بھی رومیوں کے مقابلہ میں اپنی خداداد لیاقت کے عجوب جوہر دکھائے اور ثابت کر دیا کہ گو اس نے کسی تربیت یافتہ قوم میں نشوونما نہیں پائی اور نہ کسی باقاعدہ فوج میں کام کیا ہے لیکن خالق مطلق نے خالد کی طبیعت میں خاص قسم کا مادہ اختراع اور ایجاد ودیعت رکھا ہے اس کی فراست وذہانت موافق ضرورت جدید قواعدِ جنگ ایجاد کر سکتی ہے۔ اگرچہ اس قوت ایجاد میں عربی طبائع عموماً ممتاز ہیں لیکن خالد رضی اللہ عنہ اس لیاقت میں خاص فرد تھا۔ جس کا ثبوت جنگ یرموک میں بخوبی دیا گیا۔ اس سے پہلے عربوں کا یہ دستور تھا کہ ہر ایک سردار اپنی اپنی فوج کو علیحدہ علیحدہ لڑاتا تھا۔ یا مبارزانہ جنگ ہوتی تھی۔ جنگ یرموک سے پہلے شام میں مسلمان اسی قدیم دستور کے موافق لڑتے رہے تھے۔ مگر ذہین اور ذکی خالد اس کے عیوب کو سمجھ گیا تھا۔ اور ایسے عظیم الشان لشکر کے سامنے جو سلسلہ انتظام میں جکڑا ہوا تھا۔ یہ طرز جنگ اسکو نقصان دہ معلوم ہوتی تھی۔ سرداران لشکر مختلف لیاقت اور ہمت کے ہوتے ہیں۔ ہر ایک فوج سے مفید جنگی اصول کے مطابق کام نہیں لے سکتے۔ اس لیے امیر خالد رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر کو اپنی نگرانی میں خاص انتظام کے ساتھ لڑانا چاہا چونکہ یہ ایک نئی تجویز تھی اس لیے جملہ سرداران فوج سے یوں کہا:

تقریر امیر خالد رضی اللہ عنہ

بعدِ حمد وثنائے الٰہی ودرود رسالت پناہی میں اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آج کا دن تمہارے صبر واستقلال کی امتحان کا دن ہے۔ جس میں اللہ تعالےٰ تمہاری مجاہدانہ صداقت کی آزمایش کریگا۔ ذاتی فخر اور بڑائی نہ کرو محض حمایت اسلام کے لیے فی سبیل اللہ جانیں لڑاؤ۔ اور خدا کو اپنے مخلصانہ اعمال سے خوش کر دو۔ یہ معرکہ کوئی معمولی نہیں۔ عیسائیوں کے ٹڈی دل سامنے کھڑے ہیں جنہوں نے سامان جنگ اور

جنگی جوش میں منفرد ہیں مگر کچھ اٹھا نہیں رکھا۔ اور اپنی تمام لیاقت کو انتظام فوجی میں صرف کر دیا ہے۔ آپ صاحبان گو بہادر مشتاقِ شہادت ہیں۔ لیکن کسی انتظام او تعبیہ کے ساتھ نہیں لڑتے۔ ہر ایک سردار ابھی اپنی فوج کو علیحدہ علیحدہ لڑاتا ہے۔ جو اصولِ جنگ کے بالکل خلاف ہے۔ اور ان سے اندیشہ نقصان ہے۔ مخالف کی منتظر اور باقاعدہ فوج میں گھر جانے کا احتمال ہے۔ ان کے مورچہ وغیرہ ایسے مفید جنگی موقعوں پر ہیں کہ اگر ہم نے وہاں سے انکو نکال دیا تو بھی چنداں فائدہ نہ ہوگا۔ لیکن ہماری حالت چونکہ اس کے برخلاف ہے۔ خدانخواستہ اگر دشمن نے ہم پر بھنگا دیا تو بچاؤ مشکل ہے۔ اس بے انتظامی سے مسلمانوں کو نقصان اور کفار کو فائدہ پہنچے گا۔ اور اسی غلطی کا نتیجہ ہے کہ اب تک شام میں مسلمان کوئی کاروائی نہیں کر سکے۔ یہ ایک قسم کا تفرقہ ہے اس کو چھوڑ دو اور کوئی تجویز سوچو۔ سب نے کہا کہ فرمائیے آپ کی تجویز پر عمل ہو گا۔ خالدؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کل فوج کے کئی حصے کروں اور ہر ایک حصہ مشہور بہادر سردار کے ماتحت رکھوں اور جملہ لشکر کو اپنی نگرانی میں لڑاؤں۔ اسی تجویز کو سب نے پسند کیا۔ اور ابن خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کی چھتیس پلٹن اور رسالہ مقرر کیے اور ہر ایک پلٹن اور رسالہ کی کمان عرب کے مشہور بہادر سردار کو دی۔ جو بمنزلہ کرنلوں کے تھے۔ اور جنرل یوں مقرر ہوئے۔ میمنہ میں عمرو عاص اور شرجیل بن حسنہ اور میسرہ میں یزید بن ابی سفیان اموی اور معاذ بن جبل انصاری اور مقدمہ لشکر میں عکرمہ بن ابو جہل اور قعقاع بن عمرو تمیمی۔ اور قلب فوج میں امین الامۃ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔ کمین وغیرہ کی ڈیوٹی سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو دی گئی۔ اور چوکی پہرہ کا کام اور خبر رسانی کا انتظام بادر قباث بن اشیم کو دیا گیا۔ اور قیدیوں کی حفاظت عبد اللہ بن مسعود رضہ کے

حوالہ ہوئی۔ اور قاضی لشکر ابو درداء کیے گئے اور بہادروں کو جوش دلانے کے لیے نعیم قصہ خوان آتش زبان ابوسفیان موی مقرر ہوا۔ اور خود امیر خالد رضی اللہ عنہ نے ۱۳ ہزار جرار سوار اپنے ساتھ رکھی اور پیادہ فوج ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کی کمان میں دی گئی۔ عورات کو پیچھے رکھا گیا اور ہتھیار بند کیا گیا اور حکم دیا گیا۔ کہ جو شخص پیچھے قدم ہٹائے اُس کو غیرت دلاؤ۔ اور منہ توڑ دو۔ عورتوں میں اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ زوجہ زبیر بن العوام ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان۔ خولہ بنت ازور خواہر ضرار۔ آم ابان زوجہ عکرمہ غزنہ بنت عام۔ رملہ و خالہ۔ زینب لعم وغیرہ نے غزا میں پورا حصہ لیا تھا۔ اور دکھا دیا تھا کہ مسلمان عورتیں حصول ثواب غزا میں مردوں سے پیچھے نہیں رہتیں۔

یہ لڑائی دریائے یرموک علاقہ جولان قصبہ سواد اور آغناؤ کے قریب ماہ رجب ۱۳ھ ہجری میں ہوئی تھی مسلمان جس قدر اب تک معرکہ لڑ چکے تھے اُن سب سے یہ معرکہ نرالا تھا۔ فرنگستان کے چیدہ بہادر پُر جوش فوجیں مقابلہ پر تھیں۔ فوج قواعد دان اور با انتظام تھی۔ میگزین اور آلاتِ حرب انبار در انبار تھے۔ سامانِ رسد اور زر و دولت کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ یوروپ کے بہادروں کی ناک قناطر۔ جرجین۔ ہرقش۔ دریجان جیسے تجربہ کار جنرلوں کے ماتحت ۲۔ لاکھ یا ۲ لاکھ فوج تھی جن کی عنانِ انتظام باہان سپہ سالار اعظم رُوم کے ہاتھ تھی۔ جو اپنے زمانہ میں جنگی اور ملکی لیاقت میں بے نظیر تھا۔ شہنشاہ ہرقل کا بھائی تذارق حوصلہ افزائی کے لیے شریک جنگ تھا۔ خود شہنشاہ چند منزل پیچھے ہر ایک قسم کی امداد اور حکم دینے اور پشت دبانے کے لیے موجود تھا۔ باہان نے بیس بیس ہزار کے بائیس صفیں قائم کیں۔ اور ہر جا

مددرانئے مذکور کے ماتحت ایک ایک لاکھ فوج رکھی گئی۔ چالیس ہزار سپاہی فوج نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لی تھیں اور چالیس ہزار نے عماموں اور دستاروں سے باہمی اتباذ کو مضبوط کر لیا تھا تاکہ بھاگنا ممکن ہی نہ ہو۔ رومی فوج میں اسی ہزار پیدل تیر انداز تھے۔ جو تیر اندازی اور نشانہ بازی میں کمال عشق اور مہارت رکھتے تھے۔ خندق اور مورچوں پر بھی بہادر فوج تعیّنات کی گئی تھی میمنہ میسرہ اور مقدمہ میں فوج سوارہ تھی۔ قلب میں خود باہان شاہزادہ معہ تدارق موجود تھا میدان سے چند میل پیچھے کیمپ تھا۔ ہر ایک فوج کے ساتھ پادری اور قسیس تھے جو صفوں کے درمیان انجیل کو ہاتھ میں لیے فوج کو جوش دلا رہے تھے۔ فرنگی باجہ اپنی سریلی آوازوں اور قومی گیتوں سے جوانوں کو مشتاقِ جنگ کر رہا تھا مورخین کا قول ہے کہ جو لیاقت اور قابلیت یرموک میں سپہ سالار روم نے صف بندی اور انتظام میں دکھلائی تھی وہ قبل ازیں کسی جنرل رومی کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ جب باہان جملہ انتظام سے فارغ ہو چکا تو اپنی فوج سے مخاطب ہو کر یوں کہا۔

تقریر سپہ سالار روم

اے بہادرانِ قوم وا اے شجاعانِ یونان و روم تم مسیح علیہ السلام کے خادم اور صلیب کے محافظ ہو۔ تمہاری شجاعت اور بساطت بڑی بڑی مغرور قوموں کو اپنا لوہا منوا چکی ہے۔ اور بارہا تم اپنے معزز شہنشاہ کی خدمت میں وفاداری اور جانبازی دکھا چکے ہو۔ اور اب بھی شہنشاہ کو امید ہے کہ یہ کمینے ذلیل عرب تمہاری شمشیر کی تاب نہ لا سکینگے۔ تم دیکھتے ہو کہ عربوں کی جمعیت بہت قلیل ہے اور تمہاری فوج ان سے میں گنا زیادہ ہے۔ اور ابھی شہنشاہ لگاتار فوجیں بھیجے جاتا

ہو۔ اگر ہمت کرو تو چند منٹ میں اُن کو فنا کر سکتے ہو اور اپنے ملک کو بچا سکتے ہو ورنہ سمجھ لو کہ تمہارا ننگ و مال ننگ و ناموس برباد ہو جائے گا۔ عیسائی مذہب خاک میں مل جائے گا۔ اسیری اور غلامی کی ذلت اُٹھاؤ گے۔ شہنشاہ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ پس تم جان لو کہ اس ایک معرکہ پر قوم اور مذہب کی آبرو کا مدار ہے۔ اگر خدانخواستہ مثل سابق یہاں سے بھی پاؤں اکھڑا تو پھر سنبھلنا مشکل ہے۔ یکدل و یکجان ہو کر لڑو، ہمت کرو، پشت نہ دکھاؤ۔ ملک اور مذہب پر قربان ہو جاؤ اور نام پیدا کرو۔ عربوں کا عدل و انصاف فتوحات کا معاون ہے۔ تمہارا ظلم و عدوان ذلت اور شکست کا باعث ہے۔ دیکھو رعایا گو عیسائی ہے لیکن تمہارے بدعادات اور مسلمانوں کے نیک سلوک کے سبب سے مسلمانوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور رومی اطاعت کا جوا آتار کر اسلام کے مطیع ہوتے جاتے تھے۔ آؤ خدا سے ڈرو مسیح علیہ السلام کی تقلید کرو۔ فسق و فجور کو چھوڑ دو۔ توبہ کرو۔ خدا تمہاری مدد کریگا رات بھر تم شرارت میں غرقاب رہتے ہو اور مسلمان عبادت و استغفار میں۔ تم دُنیا کے لیے لڑتے ہو۔ مسلمان دین کے لیے دیکھو کتنا فرق ہے۔ اگر دشمن پر فتح چاہتے ہو تو انجیل مقدس پر عمل کرو۔ اور اسی کے لیے لڑو۔ اور کوئی غرض مدِنظر نہ رکھو۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ دشمن شکست پائیگا اور ضرور پائے گا۔ اب لڑائی ہوتی ہے۔ اپنے افسروں کے حکم پر چلو۔ اور استقلال و شجاعت دکھاؤ۔ کہتے ہیں کہ جو انتظام تعبیہ اور صف بندی خالد رضی اللہ عنہ نے جنگِ یرموک میں کی تھی اس سے پہلے کبھی عربی فوج میں نہیں کیے گئے۔ جب تمام انتظام ہو چکا تو اصحابِ بدر رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو ایک سو بزرگ تھے۔ بلایا اور اُن کے ساتھ بارگاہ خدا کو سجدہ کیا اور فتح و نصرت کی دعائیں خشوع و خضوع سے برکت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم طلب کیں۔ چونکہ عیسائی ہراول قریب پہنچ گیا تھا۔ اس لیے

عکرمہ اور قعقاع کو بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ اسی وقت عین گیر و دار میں دربار مدینہ سے قاصد پہنچا جس نے خالد اور ابو عبیدہ رضہ کو خفیہ طور سے ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات اور عمر بن الخطاب کی خلافت اور خالد کی معزولی اور ابو عبیدہ کی سپہ سالاری کی خبر پہنچائی۔ خالد نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہکر خدا کے آگے سجدہ کیا اور کہا کہ اے معبود حقیقی میں نے جس قدر لڑائیاں کی ہیں صرف تیری رضامندی اور تیرے احکام واجب الاحترام کی تعمیل کے لیے کی ہیں۔ سوا اعلانِ توحید اور کوئی دنیوی غرض مقصود نہ تھی بڑی امید شہادت کی تھی۔ ہر ایک امر کی توفیق تیرے ہاتھ ہے۔ آیندہ بھی میری ہمت اور نیت میں فرق نہ آئے۔ اور میری جانب سے اشاعتِ اسلام میں کوئی تقصیر اور تکسیر راہ نہ پائے۔ واقعی یہ پاکیزگی روحانی جو خالد رضہ نے دکھلائی اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ اثر جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک تعلیم کا تھا جس نے کہ خالد جیسے شجاع خاندانی امیرزادہ کے دل میں حب جاہ اور تفاخر وغرور کی بو تک رہنے نہیں دی تھی۔ اور وہ ادائے خدمت میں سپہ سالار اور سپاہی میں کوئی تمیز نہیں سمجھتا تھا۔ یہ معزولی عہدہ سپہ سالاری سے تھی۔ مگر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ماتحت جنرل رہے تھے۔ اس کی وجوہات ہم ۱۸ھ کے واقعات میں لکھینگے۔ جبکہ خالد رضی اللہ عنہ ہمیشہ کے واسطے فوجی خدمات سے علٰحدہ کیے گئے۔ جس وقت قاصد نے اطلاع معزولی پہنچائی تھی۔ اسیوقت رومی لشکر میں سے ایک زرہ پوش سردار میدان میں نکلا اور خالد کا طالب ہوا جو جنگ مبازرت کا خواہشمند معلوم ہوتا تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ فوراً سامنے جا کھڑا ہوا۔ عیسائی سردار جسکا نام جرجیس تھا کہنے لگا کہ اے خالد میں تم سے کچھ پوچھتا ہوں۔ صحیح صحیح تبلانا۔ کیونکہ شریف جھوٹ نہیں کہتے اور کریم مکر و خدعہ نہیں کرتے

کیا آپ کے نبی پر اللہ نے کوئی تلوار آسمان سے بھیجی تھی۔ جو آپ کو دی گئی
اور جس قوم پر آپ اس کو کھینچتے تھے وہ بھاگ جاتی ہے۔ خالدؓ نے جواب دیا
کہ نہ کوئی تلوار آسمان سے اتری اور نہ مجھ کو دی گئی۔ جرجیس نے پوچھا پھر تم کو
سیف اللہ کیوں کہتے ہیں۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے ہم لوگوں میں
نبی پیدا کیا۔ میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اس کو جھٹلایا اور مقابلہ کیا۔ پھر
خدا نے مجھ کو ہدایت کی اور اسلام لایا اور اس پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت
میں کفار سے لڑا۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اَنْتَ سَیْفُ اللہِ سلہ اللہ علے
المشرکین ودعا لی بالنصر (یعنے تو خالد اللہ کی شمشیر ہے جسکو اللہ نے مشرکوں پر کھینچا ہے
اور مجھ کو فتح وفیروزی کی دعا دی) جس کی قبولیت سے مشرک میرے سامنے نہیں ٹھہرتے
اور فتح وظفر حاصل ہوتی ہے۔ جرجیس نے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ خالدؓ نے کہا
اسلام۔ جزیہ۔ لڑائی۔ جرجیس نے کہا کہ جو اسلام لاتا ہے تم اس کو کیا جانتے ہو
خالدؓ نے کہا ہم بھائی جانتے ہیں۔ اس کے جملہ حقوق ہمارے برابر ہوتے ہیں
اسلام میں ذاتی امتیاز نہیں۔ تقویٰ ورع سے فضیلت ہے۔ جرجیس نے پوچھا
کہ تم عیسےٰ علیہ السلام کے حق میں کیا کہتے ہو خالد نے کہا۔ خدائے تعالیٰ فرماتا
ہے اِنَّ مَثَلَ عِیسٰے عِندَ اللہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُن فَیَکُون
(یعنے عیسےٰ علیہ السلام کا بے پدر پیدا ہونا تمہیں تعجب میں نہ ڈالے اس کی پیدائش مثل
آدم ہے جو زیادہ حیرت انگیز ہے کیونکہ ان کی ماں بھی نہ تھی۔ وہ مٹی سے پیدا کیا گیا۔ جملہ ضروریات
اور ادویات کا محتاج اور پابند تھا۔ اس کے معجزات اور خرق عادات تعالیٰ کی زبردست قدرت
کن فیکون کو ثابت کرتے ہیں نہ کہ ابن اللہ کو۔ دوسری جگہ خدا فرماتا ہے۔ یَا اَھْلَ
الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللہِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ
رَسُوْلُ اللہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ فَاٰمِنُوْا بِاللہِ وَرُسُلِہٖ وَلَا

تقولوا ثلثة انتهوا خيرا لكم انما الله اله واحد سبحنه ان يكون
له ولد له ما في السموت وما في الارض وكفى بالله وكيلا ه لن
يستنكف المسيح ان يكون عبدا لله ولا الملئكة المقربون ه (پارہ ۶
سورۂ نسا) ترجمہ اے اہل کتاب اپنے دین میں افراط تفریط نہ کرو اور خدا کی نسبت حق بات کے
سوا نہ کہو۔ حق بات تو یہ ہے کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح اللہ کے ایک رسول ہیں اور خدا کا حکم جو مریم کی طرف
بھیجا تھا اور وہ بے شوہر حاملہ ہوگئیں اور وہ خدا کی طرف سے روح تھی سو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان
لاؤ اور تین خدا نہ کہو اس سے باز آؤ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اللہ ہی اکیلا معبود ہے وہ اولاد سے پاک ہے اسی کا
ہے جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اللہ سب کا کارساز ہے۔ مسیح کو خدا کا بندہ ہونے سے عار نہیں ہے
اور نہ فرشتوں کو جو خدا کے مقرب ہیں خدا کا بندہ ہونے سے عار ہے۔ جرجیس نے یہ سنکر
گھوڑے کی باگ موڑ لی اور اسلام لایا۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ اور پھر رومی لشکر کے
مقابل جا کر کئی ایک کو مار کر شہید ہوا۔ ایسے دولتمند اور عقلمند سرداروں کا بلا تحریص
و ترغیب باوجود کثرت فوج اور زر و دولت کے اسلام لانا اور اسلام لاتے ہی شوق
شہادت میں اپنے عزیز رشتہ داروں میں سے کسی کو مار کر جان دینا اسلام کی
صداقت کو بخوبی یاد دلاتا ہے۔ اور ثابت کرتا ہے۔ کہ اسلام اپنے
نیک نمونوں سے پھیلا ہے نہ کہ بقول متعصبین جبر و اکراہ سے۔

اس روز مسلمانوں کا مقابلہ اقوام غسان۔ لخم۔ خذام۔ عربوں سے تھا جو
عیسائی مذہب رکھتے تھے اور تعداد میں ساٹھ ہزار رومی فوج کے مقدمۃ الجیش
تھے۔ ان کا سردار جبلہ بن ایہم الغسانی مشہور بہادر تھا۔ فریقین میں زور شور کا معرکہ
ہوا۔ ہر ایک فریق نے خوب داد مردانگی دی۔ مگر جب خالد رضی اللہ عنہ نے چند چیدہ
شہسواروں مثل فضل بن عباس۔ عبدالرحمن بن ابوبکر۔ عبداللہ بن عمر۔ زبیر بن
العوام قیس بن سعد خزاعی۔ ابوایوب۔ جابر بن عبداللہ وغیرہ کے ساتھ جنہیں زیادہ

تحرِ اصحاب الضاب تھے حملہ کیا تو ثابت کر دیا کہ

یکے گرگ رانگو بود خشمناک ز بسیاری گوسفنداں چہ باک

خالدؓ نے ایسا تیز و تند حملہ کیا کہ مخالف فوج کے ہاتھ پاؤں گم کر دیئے۔ اور ان کی صف بندی کو توڑ دیا۔ اس حملہ میں ایک دفعہ حضرت خالد معہ ہاشم دشمنوں میں گھر گئے تھے۔ اور پیادہ تھے۔ مگر ہاشمی شہسوار فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی بے نظیر شجاعت نے دونوں سرداروں پر آنچ نہ آنے دی اور بیس مخالفوں کو مار کر داخل جہنم کیا گویا فضل اس مضمون کی صداقت دکھا رہے تھے۔

منم ابنِ عمِ رسولِ خدا بہ شمشیر بُرّم سرِ اشقیا
کجا آلِ ہاشم کجا آلِ روم کجا باز و شاہیں کجا بوم شوم

خالد اور ہاشم مقتول عیسائیوں کے گھوڑے لیکر سوار ہو گئے اور حملہ کیا اور دشمنوں کو میدان سے بھگا کر رومی مورچوں میں پہنچا دیا۔ بنو غسان کی لڑائی میں عام مسلمانوں نے حصہ نہیں لیا تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ کی یہ غرض تھی کہ چند منتخب شہ سواروں سے حملہ کیا جائے اور رومیوں کو دکھلایا جائے کہ مسلمانوں کا ایک ایک جوان وہ دل و گردہ رکھتا ہے کہ تنِ تنہا ایک ایک ہزار سے لڑنے میں جی نہیں چُراتا۔ اگرچہ مسلمان تعداد میں قلیل ہیں لیکن اپنی شیرانہ صولت اور غازیانہ شجاعت کے سامنے دشمن کی کثیر فوج کو بز و گوسفند کے گلوں سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ کی رائے مصیب کے مطابق نتیجہ نکلا۔ رومی ڈر گئے اور باہان سپہ سالار روم پر اہل اسلام کی ہیبت چھا گئی۔ چنانچہ رات کو منحوس خواب دیکھی جس کی تعبیر یہ کی گئی کہ رومی سلطنت کو زوال ہو گا۔ اسی طرح ایک عیسائی سوار نے دیکھا کہ آسمان سے سبز پوش اشخاص اُترتے ہیں اور رُومی فوج کو ہلاک کرتے ہیں اور عربوں کو کچھ

نہیں کہتے جس کی تعبیر بھی رومیوں کی شکست پر دلالت کرتی تھی۔ دوسری طرف مسلمانوں کو فتح وظفر کی خوابیں آنے لگیں۔ جو رومیوں کی خوفناک حالت اور مسلمانوں کے اطمینان اور شجاعت کی دلیل تھیں۔ دوسرے روز رومی اور مسلمان اسی انتظام سے نکلے۔ سب سے پہلے ایک قوی ہیکل عیسائی پہلوان میدان میں نکلا اور مبارز طلب کیا۔ تین مسلمان بہادروں نے باری باری نکلنے کی درخواست کی۔ مگر خالد رضی اللہ عنہ جنکو بہادر شناسی میں کمال مہارت تھی عیسائی جوان کی ڈیل ڈول اور طرز سواری سے سمجھ گئے تھے کہ کوئی معمولی سوار نہیں شجاعت میں فرد معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے روکتے رہے۔ اور بار بار کبھی عیسائی بہادر کو اور کبھی قیس بن ہبیرہ المرادی کو دیکھتے تھے۔ قیس سمجھ گئے اور فوراً بسم اللہ وعلےٰ برکت رسول اللہ پڑھ کر گھوڑے کی باگ اٹھائی اور میدان میں جولان دیکر گھوڑے کی تیزی کو کم کیا۔ اور دشمن سے مقابلہ کیا دیر تک نیزوں سے لڑتے رہے آخر تلواروں پر ہاتھ رکھا قیس نے جو تلوار کی وار کی تو ڈھال کو چیرتے ہوئے خود میں پیوست ہو گئی۔ جس کو قیس نکال نہ سکا۔ اور خنجر سے کام لینا پڑا جو بے سود نکلا۔ دشمن نے جو تلوار اٹھائی تو قیس کے شاہ رگ پر پڑی مگر قیس نے نہایت چستی سے اپنے آپ کو بچا لیا اور دشمن کا وار خالی دیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے قیس کو خالی ہاتھ دیکھ کر فوراً تلوار پہنچا دی۔ اور قیس نے اپنے حریف کو تہ تیغ کر دیا۔ اور سرداران اسلام نے اس کو نیک فال تصور کیا۔ باہان نے اپنی فوج کے چار ڈویژن ایک ایک لاکھ کے کیے تھے۔ اور ہر ایک ڈویژن کے تین بیس ہزار کی پانچ پانچ صفیں تھیں۔ ہر ایک صف نے خندقیں کھود رکھی تھیں۔ اور خندقوں میں تیرانداز بٹھلائے گئے تھے۔ ڈویژن اول کو جو ماتحت دریجان کے تھا حملہ کا حکم دیا۔ بیس ہزار کی ایک صف نے مسلمانوں

کے میمنہ پر حملہ کیا۔ اور مفید نہ ہوا۔ پھر دوسری اور تیسری صف نے یکے بعد دیگری حملات کیے۔ مگر مسلمان ثابت قدم رہے۔ آخر ایک لاکھ کی پوری جمعیت سے حملہ کیا گیا۔ جس کی تاب مسلمان نہ لا سکے۔ عمرو عاص اور شرجیل بن حسنہ وغیرہ سرداروں کے سوا میمنہ میں چند آدمی رہ گئے۔ عمرو بن معدی کرب جو ایک سو دس سال کا بوڑھا سردار تھا۔ جس کی قوم زبید میمنہ سے بھاگ نکلی تھی اپنی قوم کو غیرت دلا کر حملہ کیا۔ اور بیسیوں کو مار کر بھاگ گیا۔ لیکن عیسائی بدستور بڑھے آتے تھے کہ خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماتحت سواروں میں سے کچھ سوار دیکر قیس بن ھبیرۃ المرادی کو اور پھر میسرہ بن سروق کو میمنہ کی مدد پر روانہ کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر خالد رضی اللہ عنہ نے ہزار سوار کی جمعیت سے مخالف کی حملہ آور فوج پر حملہ کیا۔ خالدی حملات جو طوفانِ قیامت سے کم نہ ہوتے تھے بھلا ان کو کون روک سکتا تھا۔ عیسائیوں نے ہر چند حوصلہ کیا لیکن خالد رضی اللہ عنہ کے تہوّر اور حستی چالاکی نے انکو حواس باختہ کر دیا۔ سیف اللہ کی ضرب تھی یا قضائے مبرم تھی جس کے سامنے انسان و حیوان یکساں تھے خالد جدھر نکل جاتا تھا کشتوں کے پشتے لگا دیتا تھا۔ مخالف فوج کو بھیڑوں کے گلہ کی طرح آگے دھر لیتا تھا۔ اور کوئی سامنے ٹھہرتا نہ تھا۔ گویا خالد رضی اللہ عنہ اس مضمون کی صداقت دکھا رہے تھے۔ ملّولّف

مرا آزمودہ ہے روزگار	بہ بازی شمارم چنیں کارزار
چہ سیل و نہنگ و چہ شیر و پلنگ	ز تیغم کجا جاں برد روز جنگ
ز فوج مخالف بر آرم دمار	اگر چند باشد فزوں در شمار
بدیں اژدہا ئے کہ دارم بدست	بہ افرنج دیوناں در آرم شکست
کجا ہرقلوس و سپہدار کو	کہ جنگِ مرا او کند آرزو
براہِ خدا ترکتازی کنم	غزا ئے کنم تا مجاہد شوم

چو خوانده مر سیف یزداں رسول	عدو وار سانم بر کنج خمول
چہ خیزد ز رومی و وز لشکرش	کہ بیروں نہد پائے از کشورش
ہمز تیغ جہاں سوز دشمن گداے	کجا جاں برد رومی سست پائے

خالد رضی اللہ عنہ کے اس تیز حملہ نے رومیوں کو ایسا پسپا کیا کہ ہٹتے ہٹتے اپنے مورچوں میں جا گھسے اور اپنی جنرل دیریجان کو شیر دل ضرار بن الازور کی شمشیر کا طعمہ بنا گئے۔ خالدؓ اس حملہ میں فیصلہ کر دیتا لیکن میمنہ کی شکست کے سبب سے فوج کا انتظام بگڑا ہوا تھا۔ اس لیے بہ نسبت تعاقب کے فوج کی درستی مقدم خیال کی۔ اور نیز اسی خیال سے کہ رومی مورچوں میں تیر انداز گھات لگائے بیٹھے ہیں آگے بڑھنا خلافِ عقل تھا۔ ان وجوہات سے واپس ہوا اور صفوں کو مرتب کر دیا۔ اور قباث بن اشیم کنانی کو جس نے کیمپ اور عورتوں کے بچانے میں بے نظیر شجاعت دکھلائی تھی بوسہ دیا۔ اس موقعہ پر مسلمان عورتوں کی ہمت اور بہادری بھی قابل تذکرہ ہے عورتوں کو قبل از جنگ مردانہ لباس پہنا کر ہتھیار بند کر دیا تھا۔ اور پیچھے ٹیلہ پر چڑھا دیا تھا۔ جب کہ میمنہ کی فوج بھاگ نکلی تو عورتوں نے راستہ روک لیا۔ پتھروں اور خیموں کی چوبوں سے گھوڑوں کے منہ پھیر دیئے۔ بچوں کو دکھا دکھا کر غیرت دلاتے تھیں کہ شرم کرو۔ اپنی عورتوں اور بچوں کو دشمن کے حوالہ کیوں جاتے ہو۔ خدا اور رسول کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ اور کہاں جاؤ گے۔ مدینہ میں یہ لگا کر بھی نہیں پہنچ سکتے۔ دیکھو تمہارے سردار کس جان فروشی سے میدان میں ڈٹے کھڑے ہیں۔ اور جہاد کی داد دے رہے ہیں۔ انہیں لوگوں میں ابو سفیان بھی تھے ان کی بیوی ہندہ نے بڑھ کر خیمہ کی چوب گھوڑے کے منہ پر لگائی اور کہا کہ تم شرک وجہالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے رہے اور بتوں کی حمایت میں سخت جان بازی دکھاتے رہے۔ آج مسلمان ہو کر بھاگتے ہو اور

آتش دوزخ میں پڑتے ہو۔ دیکھو تمہارا بیٹا یزید مقابلہ کفار میں کیسا ڈٹا ہے تم سردار قریش ہو۔ بوڑھاپے میں یہ بدنامی نہ لو اور اسلام پر داغ نہ لاؤ۔ ابوسفیان یہ کلام سنکر معہ عورت و دیگر مسلمانانِ شکست یافتہ لوٹ پڑا اور بگڑے ہوئے کھیل کو سنبھال لیا۔ مسلمان عورت کا یہ معرکہ اسلام میں نہایت فخر سے بیان کیا جاتا ہے اور مجاہدین زن و مرد کے لیے ایک قیمتی نظیر ہے۔

جس وقت خالد رضی اللہ عنہ دریجان کی فوج کا کام تمام کر رہے تھے جنرل قناطر نے ایک لاکھ فوج سے میسرہ اسلام پر حملہ بول دیا اور مسلمانوں کو میدان سے ہٹا دیا۔ مگر یزید بن ابوسفیان اور دیگر سرداران باتشان قائم رہے مسلمان عورتوں نے اس دفعہ بھی بکمال جانفشانی کی۔ خالد رضی اللہ عنہ فوراً موقعہ پر پہنچ گیا۔ جس کے پہنچتے ہی نقشہ جنگ بدل گیا۔ خالد کا نام سنتے ہی دشمن کے پانوں اکھڑ گئے اور واپس ہوئے۔ اس لڑائی میں قبیلہ دوسی نے جن کے علم بردار ابوہریرہ رضی تھے بنو غسان کو ایسی شکست دی کہ ان کا صلیبی شاندار علم بھی چھین لیا تھا۔

اس کے بعد پھر جنگ مبارزانہ شروع ہوئی جن میں رومیوں کی طرف سے جبلہ شاہ غسان اور شاہ لان نے باری باری سے خوب جوہر دکھائے اور اہل اسلام کی طرف سے شرجیل بن حسنہ جو ہمیشہ روزہ دار رہتے تھے اور رات کو شب بیداری کرتے تھے اور ضرار بن الازور اور اخیر کو زبیر ابن العوام نے کئی ایک مخالفوں کو تہ تیغ کیا تھا۔ جن انتقام کے لیے شاہ روس برآمد ہوا خالد رضی نے اس خیال سے کہ زبیر تھک گئے ہونگے اُن کو واپس بلا لیا۔ اور خود مقابلہ کا ارادہ کیا۔ شاہ روس کو اپنی جوانی اور مہارتِ جنگی پر بکمال وثوق تھا لیکن مقابلہ کے وقت معلوم ہو گیا کہ

چو خورشید مشعل در آرد بباغ	بمیرد ز تنگی پیش ہر دو چراغ

شکوہ خالدی کے سامنے یہ دغاوی ہیچ ہیں۔ اگرچہ بہت کچھ ہمت دکھائی۔ مگر آخر جان دینی ہی پڑی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مناسب سمجھا کہ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ عقب لشکر میں رہیں تاکہ پہلے کی طرح اگر مسلمان پس پا ہوں تو ابو عبیدہ کو دیکھ کر شرم کریں اور عورات بھی معرضِ خطر میں نہ پڑیں۔ اس لیے ابو عبیدہؓ دوسو سواروں کو لیکر عقب فوج میں جا کھڑے ہوئے اور اُن کی جگہ قلب میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے یہ تجویز بہت مفید ثابت ہوئی۔ عین موقع جنگ میں ایسی تجویز کا سوجھنا خالد کے استقلالِ طبیعت اور اعلےٰ مہارتِ جنگی اور فراست کا پورا ثبوت ہے

خالد رضی اللہ عنہ نے فوج سے مخاطب ہو کر یوں کہا۔ اے مہاجرو انصار و صحابہ کبار رواے مسلمانان باوقار کفار کی یہی فوج چیدہ اور زبردست تھی جسکو تم مار کر بھگا چکے ہو اور اس کی تندی اور زور کو توڑ چکے ہو۔ اب صرف ایک حملہ کی کسر ہے میرا ساتھ دو۔ چونکہ تمہاری لڑائی محض حصول رضائے الٰہی کے لیے ہے اور کفار بہ ترغیب شیطان لڑتے ہیں۔ اس لیے فتح ہم کو ہو گی چنانچہ خدا فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ؏ صبر و ثبات جو شیوہ مجاہدین ہے اختیار کرو فتح و نصرت خدا کے اختیار ہے۔ قلت و کثرت کا کچھ اعتبار نہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِیْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ؏ اور اس کی صداقت تم کئی معرکوں میں دیکھ چکے ہو۔ اور یقین ہے کہ وہ ذات مقدس کہ جس کی توحید

لہ سورۂ نسا۔ ۵ پ۔ جو ایمان رکھتے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جو دین اسلام سے منکر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں مسلمانو تم شیطان کے طرفداروں سے لڑو۔ شیطان کی سب تدبیریں بودی ہیں پ ۲ اسکا ترجمہ گذر چکا ہے ۱۲

ونہتریہ کے لیے آپ صاحبان شوقِ شہادت میں جان بکف ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر بعد کفار کا فیصلہ کیا چاہتی ہے اور اپنی پاک کلام وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا کی تجلیات سے ملک کو روشن کرے گا۔ پس صبر کرو۔ ہٹ کرو۔ نیت صادق سے حملہ کرو۔ اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں نے ہر طرف سے حملہ کیا اور رومی فوجیں جو بحرِ ذخار کی طرح اُمڈی آتی تھیں۔ ہٹنے پر مجبور ہوئیں۔ مگر غازیانِ اسلام اس تیز اور تند حملہ میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ رومی مورچوں کی زد میں آگئے۔ جو سپہ سالارِ روم کا عین منشا تھا۔ ایک ایک منٹ میں لاکھوں تیر زہر آلود مجاہدین پر پڑنے لگے۔ خالد نے یہ دیکھ کر کہ اس تیر باراں سے سواروں کو سخت نقصان کا احتمال ہے۔ اور پیچھے ہٹنا بھی خالد رضی اللہ عنہ جیسے غیور اور مشہور سالار کے لیے سخت ناگوار تھا۔ ہاشم بن عتبہ کمانڈر افواج پیادگان کو حکم دیا کہ فوج پیادہ کو آگے بڑھائے۔ اور تیر برسائے۔ اگرچہ ہاشم اور اس کی بہادر فوج نے کمال چستی اور بہادری سے تیر اندازوں کو جواب دیا۔ لیکن مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔ سات سو مسلمانوں کی صرف آنکھیں ہی ضائع ہو گئیں۔ ابوسفیان اموی جس کی ایک آنکھ غزوہ حنین میں تلف ہوئی تھی۔ دوسری آنکھ اس جنگ میں جاتی رہی۔ اور اندھا ہو گیا مالک بن حارث نخعی جو امیر المومنین علی علیہ السلام کے مشہور جانباز سرداروں میں سے شمار ہوتے ہیں۔ ان کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی۔ مالک جوشِ غصہ میں تلوار کھینچ کر رومی فوج میں گھس گیا۔ اور بیسیوں کو قتل کر کے اور بہت سے زخم کھا کر واپس ہوا۔ غضب یہ ہوا کہ ہاشم کمانڈر پیادگانِ اسلام کی

سلہ بنی اسرائیل پ۱۵۔ اور کہہ دو کہ بس دین حق آیا اور دین باطل نیست و نابود ہوا اور دین باطل تو نیست و نابود ہونے والا ہی تھا ۱۲

ایک آنکھ بھی جاتی رہی۔ جس سے اس کی فوج کے پاؤں لڑکھڑا گئے۔ مگر امیر خالد
رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ کل پیادہ فوج گھٹنے ٹیک کر زمین پر ڈھالوں کی آڑ
میں بیٹھ جائے اور اس سخت تیر بارانی سے اپنے آپکو بچائے۔ اس تجویز سے
اسلامی فوج کے پاؤں جم گئے۔ اور یہ سوچ کر کہ عیسائی فوج کثیر اور غضب کی
تیر انداز قواعد دان ہے اس طرح کی لڑائی سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے۔ ایک
مجموعی اور فیصلہ کن حملہ کی تجویز ٹھان لی۔

عیسائی فوج کی دست برد دیکھ کر خالد رضی اللہ عنہ کا چچیرا بھائی بہادر سردار
عکرمہ بن ابوجہل نے پکار کر کہا کہ کون کون مشتاق شہادت ہے جو میرے ساتھ موت
پر بیعت کرے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کے چچا حارث بن ہشام اور اور شیر دل ضرار
وغیرہ بہادروں نے عکرمہ کا ساتھ دیا۔ اور اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے
مخالفوں پر جا پڑے اور دادِ شجاعت دینے لگے۔ عین معرکہ جنگ اور دشمنوں کی
ہجوم میں عکرمہ رضی اللہ عنہ مع اپنے عم کے شوق شہادت میں گھوڑے سے
نیچے کود پڑے۔ امیر خالد نے یہ دیکھ کر کہلا بھیجا کہ گھوڑے سے نہ اترو یہ معرکہ
رستخیز ہے اور تمہارے جیسے بہادر سردار کی موت اسلام کو سخت نقصان دیگی۔
عاشقِ اسلام عکرمہ نے جواب دیا کہ جاہلیت میں تو میں بتوں کی خاطر سخت لڑتا تھا
کیا آج وحدہٗ لاشریک لہٗ کی توحید کے لیے کوتاہی کر سکتا ہوں۔ تم پیچھے ہو
مجھ سے پہلے ایمان لائے اور سابقوں میں داخل ہوئے۔ مجھ سے اور میرے باپ
سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ تکلیف پہنچتی رہے۔ میں آج اسلام کی
ایسی خدمت کروں کہ تلافی مافات ہو سکے۔ اور میرے گناہوں کے محو کرنے کے لیے
شمشیر سے بہتر کوئی علاج نہیں ہے بفحوائے ان السیف محاء للخطایا وادخل من
ای ابواب الجنۃ شاء (مشکوٰۃ) جو مسلمان مذہبی لڑائی میں تلوار سے مارا جاتا ہے اس کے گناہ محو
کیے جاتے ہیں اور ایسے شہید کے لیے بہشت کے تمام دروازے کھلے ہوتے ہیں جس دروازے سے
چاہے بلا روک ٹوک داخل بہشت ہو سکتا ہے۔

میں آج تلوار سے شہید ہونگا اور سابقہ گناہوں کا کفارہ کرونگا۔ **شعر**

شوم گر شہید من براہِ خدا	بسر برنہم تاج عفوِ خدا
چو غوطہ زنم من بدریائے خوں	کنم رومی سست پیرا زبوں
چو رفتن ضرورست زیں رہگذر	ہماں بہ کہ میرم بہ تیغ و تبر
شہید یکہ جاں در رہش می دہد	بحشرش بسر تاج عزت نہد
نترسم بجز ذات باری کس	شہادت مرا آرزوئے ست و بس

عکرمہ رضی اللہ عنہ جو نشۂ شہادت میں چور تھا کب مانتا تھا۔ فوج مخالف میں گھس گیا۔ اور قرشی خون اور اسلامی شمشیر کے جوہر دکھانے لگا۔ اور بہتوں کو مار کر اور شوکت اسلام دکھا کر زخمی ہو کر معہ اپنے بیٹے اور چچا کے گرا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

عکرمہ کے بدن پر ستر سے زیادہ تلوار نیزہ تیروں کے زخم تھے۔

کہتے ہیں کہ حالت نزع میں کوئی مسلمان حارث بن ہشام کے پاس پانی پینے کو لایا۔ پاس ہی عکرمہ پڑے تھے۔ پانی کی خواہش ظاہر کی حارث نے پانی خود نہ پیا اور عکرمہ کی طرف بھیجدیا۔ اور جوں ہی عکرمہ کو پانی پلانے لگے۔ عباس بن ابی ربیعہ جو پاس ہی جان توڑ رہے تھے پانی کی طرف دیکھا۔ عکرمہ نے پانی منہہ تک نہ لگایا۔ اور عباس کے پاس بھیجدیا۔ مگر وہ پہلے ہی فوت ہو چکے۔ حارث اور عکرمہ نے پانی پہنچتے پہنچتے جان دیدی اور کسی نے بھی نوش نہ کیا۔ یہ ایثار کا اعلےٰ نمونہ ہی جو مرتے وقت ان بزرگان دین نے مسلمان بھائیوں کی ہمدردی دکھا کر ثابت کردیا کہ سچے مسلمان اسلام پر اس طرح جان سے فدا ہوتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قسم کے ایثار و اتفاق کی تعلیم دی ہے۔ اس کا عملی ترقی اسلام کا یہی مجرب نسخہ تھا۔ جسکا استعمال اہل اسلام نے چھوڑ دیا۔ اور اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے

خالد رضی اللہ عنہ نے عکرمہ کے ساتھ ہی کل فوج سواروں کو لیکر ایں انداز

اور پستی سے حملہ کیا طرفۃ العین میں رومی تیر اندازوں کی زد سے نکل کر یونانی مورچوں میں جا پڑے اور ایسی عقلمندی اور لیاقت جنگ سے لڑائی کا ڈھنگ بدلا کہ فوج مخالف کے سواروں اور پیادوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا اور لگاتار حملوں سے دشمن کو صف بندی کا موقعہ نہ دیا۔ اگرچہ عیسائیوں نے حتی الوسع مقابلہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور صلیب کے بچاؤ میں حیرت ناک بہادری دکھائی مگر فوج کی بے انتظامی اور غازی موحدین کی مجاہدانہ تیغ زنی سے گھبرا گئی۔ یہاں تک کہ خالد رضی اللہ عنہ باہان سپہ سالار روم کے خیمہ تک جو عقب لشکر میں ایک بلند اور محفوظ جگہ پر نصب تھا عیسائیوں کو دباتا اور کاٹتا ہوا جا پہنچا۔ اگر باہان نہ بھاگ جاتا تو امیر خالد رضی اللہ عنہ کی قید میں آ چکا تھا۔ مگر وہ اپنی فوج کی شکست اور سیف اللہ کی تیز یورش کو دیکھکر بھاگ گیا تھا۔ جو دمشق کے قریب ایک مسلمان کے ہاتھ سے گمنامی کی حالت میں مارا گیا۔ خالد نے دمشق تک تعاقب کیا۔ ستر ہزار عیسائی میدانِ جنگ میں قتل ہوئے۔ اور بھاگتے وقت دریا میں ڈوب کر اس سے زیادہ تلف ہو گئے۔ کروڑوں کا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جو اس رقم سے کئی گنا زیادہ تھا جو قبل از جنگ باہان دیتا تھا۔ اور امیر خالد رضی اللہ عنہ کی نیک نیتی کا ثمرہ تھا۔ چنانچہ بعد نکالنے خمس کے ایک ایک سوار کو چوبیس چوبیس ہزار مثقال اور ہر ایک پیادہ کو آٹھ آٹھ ہزار مثقال سونا ہی ملا تھا۔ چاندی اور دیگر مال و اسباب و اسلحہ وغیرہ سامانِ جنگ اس کے علاوہ تھا۔ مسلمان اس لڑائی میں تین یا چار ہزار شہید ہوئے تھے۔ اور عیسائی چالیس ہزار قید ہوئے۔

جنگ اجنادین

اکثر مورخین کا قول ہے کہ اجنادین کی لڑائی یرموک کے بعد ہوئی تھی

اور بعض مورخ لکھتے ہیں کہ یرموک سے پہلے ہوئی تھی۔ اجنادین علاقہ فلسطین میں ابین
شہر رملہ اور بیت جبرین کے واقع ہے۔ یرموک کی فتح کے بعد مسلمانوں نے دمشق کا رخ
کیا تھا کہ اسی اثنا میں پتہ لگا۔ کہ شہنشاہ ہرقل نے پھر ایک دفعہ قسمت آزمائی کا ارادہ
کیا ہے اور اپنے بھائی تذارق اور وردلون گورنر حمص کے ماتحت نوے ہزار فوج
روانہ کی ہے۔ غالباً یہ حوصلہ شہنشاہ ہرقل کو امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کے انتقال اور امیر خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے سبب سے ہوا تھا اسکا خیال تھا
کہ جس طرح اور دنیاوی سلطنتوں میں بادشاہ کے فوت ہوتے ہی فتنہ و فساد یا
کم سے کم ضعف و وہن آجاتا ہے۔ اسی طرح اسلام کی جدید ریاست میں تو یقیناً
اختلال آگیا ہوگا۔ اور خالد ظفر جنگ مثل دیگر جاہ پرست جرنلوں کے بیدل ہو گیا ہوگا
اور سپہ سالار حال وہی ابو عبیدہ ہے جو عہد صدیقی میں کمزور ثابت ہو چکا ہے۔
ان خیالات نے اُسے اکسایا۔ مگر مقابلہ کے وقت معلوم ہو گیا کہ اسلام ایک جمہوری نظام
کے ماتحت ہے مورو ثیت سے اُسے کوئی تعلق نہیں فیض محمدی نے ہر ایک فرد میں قوم
کا نور انڈیل دیا ہے۔ اور قرآنی تعلیم نے کئی ایک اصحاب کو خلافت کے جلیل القدر
منصب کے لائق بنا دیا ہے۔ اشاعت توحید میں خواہ انہیں کیسی ہی دنیوی خفت ہو
اپنی مجاہدانہ کوشش میں ذرہ بھی قدم پیچھے نہیں ہٹاتے۔ اور حمایت اسلام میں عام
سپاہی اور جنرل کے فرائض میں کچھ فرق نہیں سمجھتے۔ امیر کا حکم خواہ ان کی ذاتی امتیاز
کے مخل ہی ہو لیکن تعمیل تہ دل سے کرتے ہیں۔ اور کسی قسم کا تغیر انکے غازیانہ ارادوں
میں فتور نہیں آنے دیتا۔ وہ رضائے الٰہی کے طالب ہیں۔ عہدہ اور منصب انکی نگاہ
میں بجز سنت کوئی وقعت نہیں رکھتا غرضیکہ شاہ ہرقل نے اسلام کی صداقت اور
خالد رضی اللہ عنہ کی طبیعت کی اندازہ کرنے میں غلطی کھائی اور مقام اجنادین میں
لشکر جمع کیا۔ اس لیے سپہ سالار اسلام نے بھی اجنادین کا رخ کیا۔ اور دمشق کا

ارادہ ترک کیا۔ رومی کمانڈر انچیف نے ایک فاضل پادری کو خفیہ طور سے حالات دریافت کرنے کے لیے اسلامی کیمپ میں بھیجا جس نے واپس آکر بیان کیا کہ مسلمان ایسی قوم ہے جو رات کو راہب شب بیدار۔ خدا پرست ہوتی ہے۔ اور دن کو زبردست شہسوار بن جاتی ہے۔ ان کا انتظام سیاست ایسا درست اور مضبوط ہے کہ اگر کوئی شہزادہ بھی چوری یا زنا کرے تو سزائے شرعی سے بچ نہیں سکتا۔ احکام مذہبی کے سخت پابند ہیں۔ موت کو زندگی جانتے اور مذہبی تکلیف کو راحت سمجھتے ہیں۔ اس تقریر نے رومی سپہ سالار کو اگرچہ بہت مردہ کر دیا۔ لیکن ننگ و ناموس ظاہری کے خیال سے لڑائی سے نہ ہٹا اور نہایت انتظام کے ساتھ مقابل ہوا۔

ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کا انتظام خالد ابن ولید کے سپرد کیا۔ جنہوں نے ہر ایک حصۂ فوج کی کمان بہادر سرداروں کی سپرد کی۔ اور عورات کو ہتھیار بند کر کے اس وضع سے پیچھے کھڑا کیا کہ دور سے کامل سپاہی معلوم ہوتے تھے اور عورات سے یوں مخاطب ہوا:۔

تقریر خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اے اولاد تبابعہ و سرداران عمالقہ تم نے اجنادین یرموک وغیرہ میں وہ کام کیے ہیں جس سے خدا اور رسول تم سے راضی ہوا۔ اور مسلمانوں کی عزت کو دوبالا کیا۔ جسکی وجہ سے تمہارا ذکر بزرگ یعنی غازی مردوں میں نہایت بہادرانہ عزت سے کیا جاتا ہے تمہارے لیے دروازے بہشت کے کھولے گئے ہیں۔ اور کفار کے لیے دوزخ کی آگ روشن کی گئی ہے۔ تمہاری اسلامی غیرت اور ایمانی حمیت سے امید ہے کہ اگر کوئی عیسائی فوج تم پر آپڑے تو مردانہ مقابلہ سے کفار کو مسلمانوں کی نسبت یقین دلا دو کہ

نہیں فرق انکے زن و مرد میں		جماعت کی طاقت ہے ہر اک فرد میں	

حفاظت خود اختیاری یا سخت ضرورت کی حالت میں جہاد فی سبیل اللہ عورتوں اور مردوں پر یکساں فرض ہے۔ تم پیچھے کھڑی ہو اگر کسی مسلمان کو بھاگتے دیکھو تو اس کو شرم اور غیرت دلاؤ۔ بال بچے دکھاؤ اور کہو کہ بے حمیت لڑکے بالے چھوڑ کر کہاں بھاگ کر جاتے ہو۔ مرد ہو کر بھاگتے ہو۔ اور عار فرار سے عاصی بنتے ہو اور خداوند تعالیٰ کے اس زبردست حکم کی نافرمانی کرتے ہو۔ آیہ کریمہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰہُ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ

عفیرہ بنت عفار نے عورتوں کی طرف سے تسلی بخش جواب دیا اور کہا۔ اے سردار ہماری خواہش تو یہ تھی کہ آپ ہمیں سب سے آگے مقدمہ فوج میں رکھتے اور دیکھتے کہ ہم کس طرح اسلام کی حمایت میں جانیں قربان کرتے اور کفار کو تلواروں سے ڈھیر کرتے ہیں۔ خولہ بنت ازور کی خواہر ضرار نے بھی کہا کہ ہم کفار کی شدت اور کثرت سے نہیں ڈرتے۔ اللہ اور رسول اور اپنے امیر کی اطاعت میں جانبازی ہمارا سلسلہ شعار ہے۔ جو کچھ آپ نے کہا ہے اس کی دل و جان سے تعمیل ہو گی آپ خاطر جمع رکھیں۔ جب خالد رضی اللہ عنہ عورتوں کی طرف سے خاطر جمع کر چکا۔ اور ضروری مقامات اور ناکوں کے نظم و نسق کی دیکھ بھال اور مورچوں اور ہر ایک حصہ فوج کو کیل کانٹے سے درست کر چکا تو پھر فوج کے سامنے کھڑے ہو کر باواز بلند یوں کہا۔

تقریر خالد رضی اللہ عنہ فوج کے سامنے

مجاہدین! اللہ جل شانہ و عم نوالہ فرماتا ہے الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور کفار کی شرارتوں سے تنگ آکر ہجرت کی اور دین اسلام کے لئے جان و مال خرچ کیا اور جہاد کیا اللہ کے ہاں ان کی سب سے زیادہ بڑی عزت ہے یہی لوگ مراد کو پہنچے اور دونوں جہانوں کی خوشخبری دیتا ہے ان کو خدا اپنی رحمت کی خوشنودی اور جنت کی خوشخبری دو جس میں ہمیشہ تک رہنا ہوگا۔

یہ تمام درجات اور یہ جنکا اس آیۂ کریمہ میں ذکر ہے بعد ایمان جان و مال کو اللہ کے راہ میں محض جہاد اسلام کے لیے خرچ کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور آپ بارہا خلوص دل سے حاصل کر چکے ہیں۔ بڑے بڑے جرار لشکروں کو جو توحید باری تعالے کی اشاعت کے مانع تھے بھگا چکے ہیں۔ آج کا میدان اگر آپ نے مار لیا تو پھر عیسائیوں کی کمر ہمت بالکل ٹوٹ جائیگی۔ اور ان مغرور بادشاہ پھر فوجیں اس قدر کثرت کے ساتھ جمع نہیں کر سکیگا۔ اور یہ کام تمہاری ہمت سے کچھ بعید نہیں ہے جہاد فی سبیل اللہ سے ثواب اور نجات کا خیال رکھو مقابلہ کفار سے بھاگنا۔ عذاب الہی میں گرفتار ہوتا ہے جم کر لڑو۔ صف بندی کو ٹوٹنے نہ دو۔ پیٹھ نہ دکھاؤ۔ اپنی جانیں لڑاؤ اور بہشت کو مول لو۔ خدا تعالے فرماتا ہے۔ آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جان و مال جو آخر زوال پذیر ہیں۔ اور جن کا قیام و ثبات محض چند روزہ ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

میں بعد وقت ظہر حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس لیے آپ صرف جنگ دفاعی اور حفاظتی کرتے رہیں۔ دشمن کے حملات کا جواب دیتے رہو۔ جب تک کہ عام حملہ کا حکم نہ دیا جاوے۔

خالد رضی اللہ عنہ قلب لشکر میں جا کھڑے ہوئے اور بہادران اسلام نے لڑائی کو طول دینے کے لیے مبارزانہ جنگ شروع کی سب سے شیر دل ضرار بن الازور میدان میں نکلے اور اس مضمون کا رجز پڑھنے لگے۔ قطعہ

منم ضرار ابن خضر عہ کو ضر آرم	کہ نبرد تیغ و سناں تیر بارم
ز قوم ارمن و یونان و روم در آمرخہ	مرا چہ باک کہ شمشیر جانستاں دارم

جب عیسائیوں کو معلوم ہوا کہ یہی ضرار ہے کہ جو کبھی ننگے بدن اور کبھی زرہ پہنکر لڑتا ہے۔ اور یہیہ جنرل درداں کے بیٹے حمران کا قاتل ہے۔ درداں نے للکارا کہ کون بہادر آج میرا بدلا لیگا اور میرے کلیجے کو ٹھنڈا کریگا۔ یہ سنکر گورنر طبرستان جو ایک آزمودہ کار بہادر تھا۔ ضرار پر حملہ آور ہوا۔ تین گھنٹہ تک لڑائی ہوتی رہی اور دونوں نے جنگی کرتب دکھا کر ناظرین کو حیران کر دیا۔ مگر آخر ضرار نے نیزہ جانستان سے حریف کو ہلاک کیا۔ بعد ازاں جنرل صطفان مقابل ہوا۔ جس کے گلے میں سونے کی صلیب تھی اور نہایت قیمتی وردی پہنے ہوئے تھا۔ ایک نے دوسرے پر شمشیر جانستان کے کئی وار کیے۔ لیکن ہر ایک اپنی مہارت جنگی کے سبب سے بال بال بچتا رہا۔ دونوں جوان پسینے میں تر بتر تھے۔ چونکہ گھوڑے تھک گئے تھے اس لیے دونوں پا پیادہ ہو گئے۔ صطفان کے لیے فوراً کوتل گھوڑا آ پہنچا جس کو کہ ضرار نے بعد قتل سائیس چھین لیا اور خود سوار ہو گیا۔ رومی یہ حالت دیکھ کر سمجھ گئے کہ اب صطفان کی رہائی مشکل ہے۔ بہادر سردار درداں دس سوار لیکر صطفان کی مدد کو آ پہنچا جس کے دیکھتے ہی خالد رضی اللہ عنہ بھی دس سوار لیکر ضرار کی مدد کو جا پہنچا اور للکار کر کہا کہ

شعر

ستمگار منستی کجا ہے رومی	منم خالد تیز دست و قوی
سرت را سپارم بشمشیر ستور	اگر نرہ شیری و گر پیل زور
بتوحید یزداں بخوانم ترا	ز تثلیث باطل بتر اما
وگرنہ بیاد ست گرداں بہ بیا	کہ گر بد بتو شاہ یزداں زمیں

خالد کا ہیبت ناک نام سنتے ہی درداں بھاگ گیا۔ لیکن ضرار نے اپنے حریف کو ہلاک کیا۔ بعد ازاں ارمنی اور یونان زبردست تیر اندازوں نے سخت تیر باراں کی۔ اور لشکر اسلام کو نقصان پہنچایا مسلمان چونکہ صرف بچاؤ کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ اس

عیسائیوں کو مسلمانوں کی کمزوری کا خیال پیدا ہوا اور فوج اسلام کے میمنہ اور میسرہ پر یکبارگی ٹوٹ پڑے۔ اگرچہ مسلمان خوب سینہ سپر ہو کر لڑے مگر رومی پہلے ہلہ میں چونکہ چھین چکے تھے ان کا جوش اور زور کم ہو گیا تھا۔ جس کو محسوس کرتے ہی خالدؓ نے عام حملہ کا حکم دیدیا۔ اور اپنی متہورانہ عادت کے موافق سب سے پہلے اپنے ہمراہی رسالہ سمیت تکبیر کہتا ہوا دشمن پر جا پڑا اور یہ حملہ ایسے نظم ونسق اور تندی سے کیا گیا کہ رومیوں کو صرف مفتوحہ مورچوں ہی سے نکلنا نہ پڑا۔ بلکہ اپنے کئی مورچوں سے بھی ہاتھ اٹھانا پڑا۔ مگر چونکہ رات ہو گئی اس لیے فیصلہ نہ ہوا اور طرفین اپنی اپنی کیمپ کو واپس چلے گئے۔ جنرل وردان نے رات کو سرداران لشکر سے مشورہ کیا کہ عربوں سے کھلے میدان لڑکر عہدہ برآ ہونا مشکل ہے۔ کوئی فریب کیا جائے۔ تجویز یہ ٹھہری کہ اسلامی لشکر کی جان خالد ہے۔ اس کو کسی طرح ہلاک کیا جائے۔ پھر باقی عربوں کا بھگانا آسان ہے صلح کی تحریک کی جائے اور خالد کو تن تنہا بلایا جائے۔ ادھر سے وردان مقرر ہو جائے ملاقات دونوں فوجوں کے عین درمیان قرار پائے۔ اس جگہ کے کہیں قریب دس جوان بہادر کمین میں بٹھلائے جائیں۔ مناسب وقت پر وردان اشارہ یا کوئی خاص بولی دے۔ گھات والے جوان فوراً نکلکر خالد کا کام تمام کردیں یہ تجویز ٹھان کر داؤد نامی سفیر کو ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے پاس بھیجکر تجویز صلح کیلئے خالدؓ کو طلب کیا گیا۔ مگر سفیر مذکور نے جب اسلامی کیمپ میں جاکر مسلمانوں کی سادگی زہد وعبادت تقوے ورع اخلاص وانکساری قناعت وپرہیزگاری اور پرزور ایمانی صداقت کا مقابلہ عیسائیوں کی تن پرستی عیاشی ریاکاری غرور وجاہ طلبی مردم آزاری بدعہدی کمزور ایمانی طاقت سے کیا۔ اسلام کی حقیقی نورانی صداقت نے اس کے دل میں سخت اثر کیا اور سمجھ گیا کہ ان مسلمانوں کے قول و فعل میں ذرہ بھر فرق نہیں۔ انکا ہر ایک فعل رضائے الٰہی کے حصول پر مبنی ہے۔

ان کا جنگ و جدال کسی ذاتی غرض کے لیے نہیں بلکہ محض بنی آدم کی بہبودی کے لیے ہے۔ ان کی کوششیں توحید باری تعالیٰ کے پھیلانے کے لیے اور کفر و شرک کے دور کرنے کے لیے ہے۔ جس کفر و شرک سے انسانی عزم و استقلال و روحانی کمال کے حصول میں رکاوٹیں پیدا ہو کر انتظام تمدن میں سخت ہرج و مرج واقع ہوتا ہے ان تمام خرابیوں کے دفعیہ کے لیے مسلمانوں کی قلیل جماعت جان و مال سے ہاتھ دھو کر دنیا کے زبردست طاقتوں کے موانع کو دور کرنے کے واسطے جہاد پر آمادہ ہیں جس میں وہ کامیاب رہتے ہیں غرضیکہ ان خیالات نے سفیہ کو عیسائی مذہب سے متنفر اور مسلمانوں کے عمل نیک کے نمونہ کیجانب مائل کر دیا۔ اور دل میں مسلمان ہو گیا اور علیحدہ ہو کر ابو عبیدہ سے عیسائیوں کے فریب کا حال بیان کیا۔ ابو عبیدہ نے خالد سے ذکر کیا جنہوں نے ومکروا ومکر الله والله خیر الماکرین[1] پڑھکر کہا کہ حافظ حقیقی میرا ناصر و مددگار ہے۔ کفار کو ان کے فریب مکر کا مزہ چکھا دیگا۔ کچھ ڈر نہیں۔ خاطر جمع رکھیں عیسائیوں کو کھلا نتیجہ کرخاں بروقت مقررہ پر مقام معینہ میں پہنچ جائیگا۔ اس اطلاع کے پہونچنے پر رات کے وقت وردان نے دس چیدہ جانباز بہادروں کو کمین گاہ میں بھیجدیا اور سمجھا دیا کہ جب میں آواز دوں کو کمین سے نکل کر خالد کو مار لو۔ ان لوگوں کو چونکہ دشمن کی طرف سے کوئی خطرہ نہ تھا ہتھیار اتار کر معمولی احتیاط سے سو رہے۔ ادھر خالد نے کچھ رات گذرے دس شہسوار مثل معاذ بن جبل۔ سعید بن زید عدوی۔ مسیب بن نجبۃ الفزاری۔ رافع بن عمیرۃ الطائی۔ عدی بن حاتم طائی۔ ضرار بن الازور۔ قیس بن ہبیرۃ المرادی جیسے نامیوں کو کمین گاہ کی طرف روانہ کیا۔ جنہوں نے نہایت ہوشیاری اور احتیاط سے دشمن کو خواب غفلت میں جا دبایا۔ اور دسوں کو مار ڈالا۔ ان کی وردیاں پہنکر

[1] سیپارہ ۳ سورہ آل عمران :- کافروں نے داؤ کیا اور اللہ نے بھی داؤ کیا اور اللہ سب داؤ کرنیوالوں سے بہتر ہے جو داؤں کرکے ہے

دہیں گھات میں چھپ رہی جب صبح ہوئی تو جنرل وردان بائیے ملاقات پر پہنچ کر امیر خالد کا طالب ہوا جو متانت اور سادگی سے وہاں پہنچے۔ وردان نے دھمکانا اور ڈرانا شروع کیا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ صلح کی گفتگو نہیں۔ سے

ہراسانی انہ بید پولا درا | بکہ برگ ساکن کنی یاد را
ندانی باین تیغ خار انشگاف | چہ سرہا بریدم بروز مصاف
بہ یرموک دیدی چسان تاختم | چہ گردن کشاں را سر انداختم
کہ باہان بداں لشکر بے شمار | اگرچہ نمودہ بسے کارزار
ولیکن ز من گوئے سبقت نبرد | بمیدان خواری وزاری بمرد
شہ روم را ماتمے ساختم | بایراں زمیں لرزہ انداختم
ترا کے تواں باشد آ حیلہ گر | کہ آئی بہ پیش من شیر نر
بپئے احمد مصطفےٰ برگزیں | گزیدہ شوی تا بدنیا و دیں
وگر نہ بدوزخ رساندم ترا | ہمیشت جزا دہمیشت بنار

وردان جس کو اپنی فریب و مکاری پر بھروسا تھا۔ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اور امیر خالد رضی اللہ عنہ کے بازو پکڑ لیے اور اپنے رفقا کو آواز دی۔ مگر وہ ایسی نیند سوئے تھے کہ انکا جاگنا قیامت تک ممکن ہی نہ تھا۔ بائے انکے عوض مدد غازی مسلمان بیک اجل کی طرح وردان کے سر پر جا پہنچے اور وردان کا سر اڑا دیا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر اسلامی لشکر کو حملہ کا حکم دیا۔ اور سب سے پہلے وردان کا سر نیزہ پر رکھ کر عیسائیوں پر جا پڑا جو اپنے جنرل کا سر دیکھ کر حواس باختہ ہو گئے۔ اگرچہ اکثر بہادر قومی جوش میں خوب لڑے۔ لیکن بیدلی اور گھبراہٹ میں کیا ہو سکتا ہے مسلمانوں کے پے در پے حملات کی تاب نہ لا سکے۔ اور میدان جنگ اور تعاقب میں پچاس ہزار رومی مارے گئے اور لاکھوں کا مال غنیمت ہاتھ لگا۔ شاہ ہرقل کے بھائی کے خیمہ

میں امیر خالد نے داخل ہو کر دوگانہ شکر ادا کیا اور ہر کل کا بھائی میدان جنگ میں مارا گیا ۱۳ھ

فتح دمشق

اس فتح کے بعد دمشق کا محاصرہ کیا گیا اور کچھ فوج قلعہ فحل۔ اردن حمص فلسطین کے راستوں پر متفرق کی گئی۔ تاکہ محصورین دمشق کو کسی طرف سے امداد نہ پہنچ سکے۔ چنانچہ جو کمکی فوج شہنشاہ ہرقل نے روانہ کی تھی اس کو ذوالکلاع حمیری وغیرہ سرداران اسلام نے روک دیا۔ دمشق ایک نہایت مضبوط قلعہ اور قدیم شہر تھا۔ وہاں کا گورنر توما شاہ ہرقل کا داماد تھا جو ایک جنگی تجربہ کار اور بہادر جنرل تھا۔ سامان رسد و جنگ وہاں بافراط موجود تھا۔ سپاہ بھی بکثرت تھی مسلمانوں نے اگرچہ بہت زور لگایا مگر کچھ چارہ نہ ہوا۔ دو ماہ دس یوم کامل محاصرہ رہا۔ اس اثنا میں معمولی محاصرہ کی لڑائی کے علاوہ جو روزمرہ فریقین میں ہوتی رہتی تھی۔ چند بار عیسائی بہادروں نے قلعہ سے نکل کر بھی میدان کارزار گرم کیا اور خوب داد شجاعت دیکر او مسلمانوں کو نقصان پہنچا کر قلعہ میں واپس جاتے رہے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب ایام محاصرہ کو طول ہوا۔ تو گورنر دمشق نے پرجوش مذہبی تقریر کر کے فوج کو اس بات پر آمادہ کیا کہ عربوں کو بےخبری میں جا دبائیں۔ بالاتفاق یہ تجویز قرار پائی کہ کل علی الصباح پو پھٹتے ہی تمام فوج یکبارگی دروازہ کھول کر مسلمانوں پر جا پڑے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر رومی فوج ہر ایک دروازہ سے نکل کر دلیری سے حملہ آور ہوئے مسلمان بےخبر تھے۔ کوئی نماز پڑھ رہا تھا۔ کوئی وضو کر رہا تھا۔ کوئی قرآن خوانی میں مشغول تھا۔ کوئی دیگر ضروریات میں مصروف تھا کہ پہرہ والوں نے سرداروں کو اطلاع دی اور ... مسلمانوں کی ... [illegible]

فوراً تیار ہو گئے اور اپنے اپنے مورچہ کو سنبھال لیا۔
خود گورنر دمشق اس دروازہ سے نکلا کہ جس پر شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے دستہ کی تعیناتی تھی اور لڑائی کا زور بھی ادھر ہی تھا یا اس دروازہ پر کہ جدھر ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لڑائی میں مسمات آم ابان کا بہادر شوہر ابان توما کے تیر سے مارا گیا۔ ام ابان نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھ کر ہتھیار اپنے لیے اور اپنے شوہر کے قاتل سے انتقام لینے کے درپے ہوئی۔ اور ایک ایسا تیر جوڑ کر لگایا کہ گورنر دمشق کی آنکھ میں نشانہ بیٹھا۔ اور صلیب اعظم اس کے ہاتھ سے گر گئی جسے کو مسلمانوں نے جلدی اور بہادری سے اٹھالیا۔ توما اور اس کے ہمراہی بہادروں نے صلیب کے واپس لینے کے لیے سخت کوشش کی۔ مگر نہ ملی۔ گورنر دمشق نے صدمہ چشم کی کچھ پروا نہ کی اور پے در پے حملے کرنے لگے اور مسلمانوں کی صفوں کو چیرنے پھاڑنے لگا۔ اسی گیرودار میں اس کا مقابلہ شرجیل بن حسنہ سردار لشکر سے ہوا۔ دیر تک جنگ مبارزانہ ہوتی رہی۔ توما نے حضرت شرجیل کو تنگ کر رکھا تھا۔ کہ اتنے میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ جو اپنے مورچہ کے دشمن کو بھگا چکے تھے شرجیل کے مورچہ پر مخالفوں کا زور سن کر اپنی جگہ رافع طائی کو چھوڑ کر اور چار سو سوار لیکر شرجیل کے پاس پہنچ گئے اور سخت لڑائی کے بعد دشمن کو قلعہ کے اندر جانے پر مجبور کیا۔ اس قسم کی اکثر لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ اور فتح کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ چونکہ محصورین کو قلعہ کی مضبوطی اور فوج و سامان جنگ و خوراک کی کثرت کے سبب سے ہر طرح اطمینان خاطر تھا اس لیے ایک رات گورنر دمشق نے اپنے ہاں بیٹا پیدا ہونے کی تقریب پر ایک عام دعوت کی اور محفل رقص و سرود گرم ہوئی۔ شراب کا دور چلنے لگا۔ چونکہ ایک شاہی جلسہ تھا اس لیے تمام فوج اور شہر والوں نے خوشی اور سرور میں حصہ لیا۔ بالخصوص قلعہ کی محافظ فوج نے شراب پیا

شامل اور اپنی ڈیوٹی سے غافل ہو گئے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ رات کو کم سویا کرتے تھے اُنکا وقت عموماً خدا کی یاد میں گذرتا تھا۔ یا جنگی تدابیر کے سوچنے میں شہر میں جو دھوم کا شور سُنکر سبب دریافت کیا معلوم ہوا کہ شاہی جلسہ ہو رہا ہے۔ بھلا خالد جیسا نڈر بہادر ایسے موقع کو ہاتھ سے کب جانے دیتا تھا۔ فوراً اُٹھے اور ایک سو بہادران کو ساتھ لیا۔ شہر اپناہ کے نیچے پانی سے خندق بھری تھی۔ مشک کے ذریعہ پار اُترے اور کمند ڈال کر دیوار پر چڑھ گئے اور اُوپر جا کر رسی کی سیڑھی کمند (کیل) سے اٹکا کر نیچے لٹکا دی۔ اور اس ترکیب سے سو بہادروں کو فصیل پر چڑھا لیا اور پھر دربانوں کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا اور اپنی ہمراہی فوج کو جو پہلے ہی تیار کر لی تھی۔ اندر داخل کر لیا۔ اور رومیوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ گورنر دمشق اگرچہ کچھ فوج لیکر امیر خالد رضی کے مقابل ہوا۔ مگر ہزاروں کی موت کا باعث ہوا۔ آخر مایوس ہو کر قلعہ ارک میں محصور ہو گیا۔ رومیوں نے یہ رنگ دیکھ کر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے جو نرم مزاج تھے۔ درخواست صلح کی۔ چونکہ خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی تدبیر و ہمت کے بھروسہ پر میٹھی بہادرانہ کارروائی کی تھی اور ابھی وہی ایک دروازہ کھلا تھا۔ جس پر خالد کی دستہ تعینات نہ تھا اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو علم نہ تھا اس لیے عہدنامہ جو دستخط کر دیئے جس کے رُو سے کل اہل دمشق کو جان و مال سے امان دی گئی۔ ابو عبیدہ وغیرہ سرداران تو صلح کی حالت میں داخل دمشق ہوئے اور خالد رضی اللہ عنہ فتح کا پھریرا اُڑاتا شمشیر بکف آرہا تھا کہ دونوں سرداروں کا ملاپ عین وسط شہر میں بڑے گرجا کے پاس ہوا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اور میرے ساتھیوں نے جان پر کھیل کر اس مضبوط شہر کو بزور شمشیر فتح کیا ہے۔ قابل امان نہیں ہے۔ مگر ابو عبیدہ رضی نے کہا کہ میں امان دے چکا ہوں اور ایک عام مسلمان کی ذمہ واری بھی کل مسلمانوں کو چاہیئے قرار دہ تھی۔ پھر اسلام میں عہد شکنی اور وعدہ خلافی حرام ہے۔ مدا ہونے نہ پایا

کی عالیشان فتح کے بعد (جو طویل محاصرے کے بعد محض آپ کی بے نظیر شجاعت اور تدبیر سے حاصل ہوئی ہے) کمزور دشمن کو امان دینا اور ان کے گھوڑوں کے مال ومتاع کی پروا نہ کرنا اسلام کی فیاضی اور فراخ حوصلگی ظاہر کرے گا۔ ہم سے دستخط بے خبری میں کر لیئے گئے ہیں اور رومیوں نے ایک قسم کا دھوکہ دیا ہے۔ لیکن اسلام میں عہد شکنی اور وعدہ خلافی حرام ہے آپ جانے دیجیے۔ آخر خالدؓ نے مان لیا اور حکم دیا گیا کہ تین دن تک امان ہے بعدازاں اہل دمشق میں سے جو جزیہ دینے اور اطاعت قبول کرنے کے بغیر مسلمانوں کے قابو میں آگیا وہ داخل عہدنامہ نہیں ہوگا۔ یہ بھی روایت ہے کہ امیر خالدؓ نے قلعہ دمشق کے نیچے سرنگ لگا کر اور چند بہادروں کو شہر میں سرنگ کے راستہ داخل کیا تھا اور محافظانِ دروازہ کو مار کر دروازہ کھول دیا تھا۔ بہرحال جس طرح کہ وہ میدانی معرکوں میں جنگی لیاقت اور شجاعت دکھا کر بے نظیر جنرل ثابت ہو چکے تھے۔ اسی طرح اس عالیشان شہر کی فتح سے خالد رضی اللہ عنہ کی قلعہ شکن لیاقت ظاہر ہوئی اور ثابت ہوگیا کہ خالد کی ہمت و تدبیر کے سامنے دشت و جبل قلعہ و میدان بحر و بر یکساں وزن رکھتے ہیں۔

اُن کا عزم بالجزم ہر ایک مشکل کے حل کرنے کے لیے تیار ہے وہ اپنی ذہین اور مستقل طبیعت سے وقت کے موافق نئی نئی تدبیریں سوچ سکتا ہے اور کامیاب ہو سکتا ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ کا جھنڈا بطور یادگار فتح صدیوں تک دمشق کی جامع مسجد پر لہراتا رہا۔

جنگ مرج الدیباج

تمام فوجی اشخاص اور کچھ لوگ رعایا ہیں جن کو مسلمانوں کی اطاعت میں

رہنا منظور نہ تھا انہوں نے کل مال و اسباب لیکر گورنر دمشق کے ساتھ شہر سے نکل گئے
اور گورنر نے بھی تمام خزانہ اور ریشمی اسباب اور جنگی سامان نقیر و قطمیر سمیٹ لیا باقی
ماندوں نے اطاعت مان لی۔ جن کو پوری آزادی سے اسلام کی حفاظت میں دیا گیا
اور شہر میں بخوبی امن و امان قائم کیا گیا۔ لیکن خالد رضی اللہ عنہ کو دمشق کی فوج جرار جو
جو تمام ساز و سامان لیکر صحیح و سالم نکل گئی تھی۔ خیال تھا کہ شہنشاہ ہرقل اس فوج
سے ضرور مفید کام لیگا اور یہ فوج حمص یا انطاکیہ کی فوج سے مل گئی تو سخت تکلیف دہ ثابت
ہوگی۔ پس امیر خالد رضی اللہ عنہ نے دل میں ٹھان لیا کہ جس طرح ہو سکے یہ فوج اور سامان
قبل اس کے کہ مخالف کو فائدہ پہنچا سکے کسی طرح غارت کیا جائے۔ اس لیے جب تین دن
مقررہ گذر چکے تو خالد رضی اللہ عنہ چار ہزار چیدہ سوار لیکر تعاقب میں روانہ ہوا۔

اس فوج کا رہبر یونس نو مسلم تھا جو پہلے عیسائی تھا۔ اہل دمشق کے پاس چونکہ
بہت کچھ باربرداری اور بھیڑ بھاڑ تھی اس لیے وہ شاہراہ کے راستہ جا رہے تھے اور
خالد رضی اللہ عنہ نے ایک غیر مشہور اور دشوار گذار راہ سے جو قریب تر تھی پیچھا کیا اور
اس طرح سے پہاڑوں سے نکل کر چند روز بعد دشمن کو ایک چراگاہ میں جا لیا۔
عیسائیوں نے اس خیال سے کہ مسلمان تھوڑے ہیں دلیری سے مقابلہ کیا
اور بہادر جرنل توما نے چند قومی جان نثاروں کے ساتھ بذات خاص خالد رضی اللہ عنہ
کا سامنا کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ جو اوّل درجہ کے صابر و محتسب تھے۔ شیر کی
طرح مقابلہ میں ڈٹ گئے اور پے در پے حملات کرنے لگے اور توما گورنر دمشق
کو ضرب شمشیر سے ہلاک کیا۔ دیگر صحابہ رض نے بھی کمال درجہ کی شجاعت دکھائی۔
نتیجہ یہ ہوا کہ رومی فوج بھاگ نکلی۔ جنرل ہربیس جو عیسائی فوج کی جان تھا
اس کو تعاقب میں امیر خالد رضی اللہ عنہ دور نکل گئے۔ اور ایک تنگ درہ میں جبر
رومی بہادروں میں گھر گئے۔ مگر ذرہ نہ گھبرائے۔ جنرل ہربیس نے موقعہ تاڑ کر حملہ

رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے تلوار کی ضرب لگائی۔ اگرچہ وہ خود سنات کر عمامہ پر پڑی لیکن مہارت جنگی کے سبب امیر خالد رضی اللہ عنہ بال بال بچ گئے۔ مگر جب اُنھوں نے اللہ اکبر کہکر سیف کی ضرب لگائی تو جنرل ہربیس دو ٹکڑے ہوکر گرا۔ اور آسمان و زمین سے یہ ندا آئی ؎

بدین گرز و بالا بدین دستِ تیغ   بدین ناوک و تیر بارندہ میغ
زبد و زمان در جہان تا کنون   نیامد چو خالد سوارے برون

اس کے بعد چونکہ دشمن تتر بتر ہو چکا تھا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے تعاقب سے ہاتھ اُٹھا لیا اور مال غنیمت کو جمع کیا۔ بیشمار قیمتی اسباب ریشمی ہاتھ لگا۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کو مرج الدیباج کہتے ہیں۔ عیسائی عورتوں نے بھی اس لڑائی میں حصہ لیا تھا اور خوب دادِ شجاعت دی تھی شہنشاہ ہرقل کی بیٹی خود لڑی تھی جو رافع بن عمیرہ الطائی کے ہاتھ گرفتار ہوئی تھی شہنشاہ ہرقل کو سخت رنج ہوا۔ اور اس کی رہائی کے لیے بہت سا زرِ فدیہ پیش کیا۔ مگر سپہ سالار اسلام نے نہایت فیاضی سے بلا حصول عوضانہ عزت و حرمت کے ساتھ شہنشاہ ہرقل کے پاس بھیجدی۔ اور اسلام کی پاکیزگی اور سیر چشمی کو ثابت کر دکھایا۔

جنگِ فحل

فحل شہر طبریہ کے پاس صوبہ اردن میں واقع تھا جو آج کل ویران پڑا ہی اسکو سالا بھی کہتے تھے۔ جب دمشق کا محاصرہ کیا گیا تھا تو اسوقت کچھ فوج دیگر جنگی مقامات کی طرح فحل پر بھی اس غرض سے بھیجی گئی تھی کہ وہاں کی عیسائی فوج کو محصورین دمشق کی امداد پر نہ آنے دے۔ اور موقعہ پائے تو کچھ کارروائی بھی کرے۔ مگر چونکہ فحل میں اسّی ہزار کی فوجی جمعیت تھی۔ اس لیے کچھ پیشرفت نہ کی۔ یہ زائدہ

ضرور ہوا کہ دشمن نواح فحل سے باہر قدم نہ نکال سکا۔ دمشق کی فتح کے بعد یزید بن ابوسفیان اموی رضی اللہ عنہ تو گورنر دمشق مقرر ہوا۔ اور خالد اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما فحل کو روانہ ہوئے۔ فحل کے نواح میں زمین شورہ زار تھی۔ رومیوں نے نہر کا پانی کاٹ کر چھوڑ دیا۔ جس سے زمین دلدل ہوگئی جو انسان و حیوان اس میں داخل ہوتا تھا نکل نہ سکتا۔ صرف ایک تنگ راستہ تھا جہاں پر عیسائیوں کے سخت مورچے تھے اور وہاں سے گذرنا مشکل تھا۔ مسلمان حیران تھے کہ کیا کریں نہ تو سرنگ لگ سکتی تھی نہ قلعہ پر حملہ ہو سکتا تھا۔ عیسائیوں نے ایک رات چھاپا مارا۔ مگر چونکہ مسلمانوں کا پہرہ چوکی درست تھا اور علاوہ اس کے ہزاروں مسلمان عبادات الٰہی میں مصروف شب بیدار تھے۔ اس لیے اس تدبیر سے رومیوں کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ہاں مسلمانوں کی مراد پوری ہوئی جو خدا سے چاہتے تھے۔ کہ کہیں عیسائی قلعہ اور دلدل سے نکلکر مقابلہ کریں۔ اس لیے جوں ہی خبر پہنچی۔ خالد رضہ نے سواروں کا رسالہ لیکر حملہ آور فوج کو جا روکا۔ اور اسلامی لشکر کے ہراول قیس بن ہبیرہ نے بحکم خالد رضے اللہ عنہ معرکہ آرائی سے دشمن کے تند سیلاب کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ یہ دیکھ کر ایک اور تازہ دم عیسائی فوج نے حملہ کیا۔ امیر خالد رضہ نے میسرہ میں مسروق کو حکم دیا کہ اپنی ماتحت فوج کو لیکر مقابلہ کرے۔ لڑائی برابر نول کے ہو رہی تھی کہ رومیوں کا تیسرا زبردست دستہ لشکر بہادر جنرل مکار کی ماتحت نکلکر لڑائی میں آشامل ہوا۔ پس بہادر خالد رضی اللہ عنہ جو اسی موقع کے انتظار میں تھا آواز بلند۔ آیہ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا

ملے سورۂ انفال پ۱۰ مسلمانو جب کافروں کی کسی فوج سے تمہاری مٹھ بھیڑ ہوجایا کرے تو ثابت قدم رہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو تا کہ آخر کار تم فلاح پاؤ۔ اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم جو جہاد کے بارہ میں ہو مانو اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی اور لڑائی کی تکلیفوں پر صبر کرو اللہ صبر کرنیوالوں کا ساتھی ہے

فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصٰبرین ﴿پڑھ کر﴾ اور غازیوں کو طریق جنگ کی ہدایت سنا کر اور ان کے حوصلوں کو بڑھا کر اپنے ہر رکاب کے رسالہ لیکر ٹوٹ پڑا۔ رومیوں نے اگرچہ جان توڑ مقابلہ کیا۔ لیکن خالد رضی اللہ عنہ کی تیزی اور تندی کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ آخر مخالف فوج کو بہت سا نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ دشمن مجاہدین اسلام کے ہاتھ دیکھ چکا ہے۔ اور ہمت ہار چکا ہے عام حملہ کا یہی وقت ہے۔ یہاں کیا دیر تھی۔ فوراً میمنہ و میسرہ جناح و ساقہ کے افسر مقدس اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقرر کیے گئے۔ لیکن دوسری طرف رومی سپالار سکالر نے بھی غضب کی لیاقت جنگی دکھائی۔ اپنی فوج کو پسپا ہوتے دیکھ کر تمام فوج کے ساتھ فوراً میدان میں آکھڑا ہوا۔ اور بگڑے ہوئے کھیل کو اس طرح سنبھال لیا اور اپنی فوج کو جو تقریباً پچاس ہزار تھی آگے پیچھے پانچ صفوں میں اس طرح قائم کیا اگلی صف میں برابر سوار کیے یمین و یسار میں دو دو کامل نشانہ باز تیر انداز مقرر کیے اور میمنہ و میسرہ پر سواروں کے رسالہ اور پیچھے پیادہ فوجیں کھڑی کیں۔ اس ترتیب سے رومی باجہ بجاتے اور قومی گیت گاتے مسلمانوں کی طرف بڑھے۔ اس وقت خالد رضی اللہ عنہ سب سے اگلی فوج کی کمان کر رہے تھے۔ مخالف کی یہ جرأت دیکھ نہایت جوش میں آگئے اور بہادرانہ لہجہ میں خدا کا پاک حکم اور سچا وعدہ آیہ کریمہ فلیقاتل فی سبیل اللہ الذین یشرون الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نوتیہ اجرا عظیماہ[1] سنا کر مومنین کو جنہوں نے نسل آدم کی روحانی بہبودی اور مفاد عام کے لیے جہاد کی جان ہار ڈیوٹی کفار کی غیر معدود اور لا انتہا آبادی کے

[1] سورہ نساء پ ۵ جو لوگ عاقبت کے عوض میں جان دینے کو تیار ہیں انکو چاہیے کہ خدا کی راہ میں کافروں سے لڑیں اور جو خدا کی راہ میں لڑے اور پھر مارا جائے یا غلبہ پائے تو قیامت کے دن ہم اسکو بڑا اجر دینگے۔

مقابلہ میں اپنے ذمہ لی ہوئی تھی گرا دیا۔ اور پر زور حملہ سے دشمن کے مقدمۃ الجیش کو ہرا دیا۔ مگر رومیوں کے تیر اندازوں نے سخت تیر برسائے اور اہل اسلام کو بہت نقصان پہنچایا۔ دانا اور تیز فہم امیر خالد رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ اس مورچہ پر زیادہ زور دینے سے اندیشۂ نقصان ہے گو یہ ورشمشیر فتح کیا گیا۔ لیکن بہت سی قیمتی جانیں دینی پڑینگی جسکی جوابدہی میرے ذمہ ہے فوراً اُدھر سے پہلو دیگر مخالف کے میمنہ پر جھک پڑا جس میں کہ قدر انداز کم تھے۔ رومی رسالوں نے بہادری سے مقابلہ کیا۔ اور آگے بڑھنے نہ دیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے ذرہ پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ جس سے عیسائیوں کے حوصلہ بڑھ گئے۔ جبکہ میمنہ کی فوج سوار دستے دیگر افواج سے آگے بڑھ کر اسلامی فوج کا پیچھا کیا اور رومی ترتیب صفوف میں خلل پڑا تو امیر خالد رضی اللہ عنہ نے اس زور سے حملہ کیا کہ عیسائیوں کو جو فتح کی امید موہوم تھی جاتی رہی اور شکست کی یقینی صورت دکھینی پڑی۔ خالد رضی اللہ عنہ نے مقابل فوج کے دھرے ہیں اوڑا دیئے اور صفوں کی صفیں الٹ دیں۔ گیارہ بہادر اور معزز افسران رومی کو اپنے ہاتھ سے تہ تیغ کیا۔ دشمن کے میسرہ کو قیس بن ہبیرۃ المرادی نے اور اس کے قلب کو بہادر ہاشم بن عتبہ زہری نے غازیوں کے ہولناک حملوں سے کمزور کر دیا۔ لڑائی سخت گھمسان کی پڑی اور عیسائیوں نے کمال درجہ کی بہادری دکھائی مگر جب امیر خالد رضی اللہ عنہ نے دشمن کے میمنہ کو بھگا کر باقی حصہ فوج پر حملہ کیا تو عیسائیوں کے حوصلہ پست ہوگئے اور ہزاروں مقتول و مجروح اور لاکھوں کا مال غنیمت چھوڑ کر بھاگ گئے اور ہزاروں دلدل میں پھنس کر رہ گئے۔ رعیت نے اطاعت اختیار کی۔ انکے مال و جان ننگ و ناموس کی حفاظت کی گئی۔ مذہبی رسوم کے ادا کرنے کے لئے کامل آزادی دی گئی۔ ان کے گرجے بدستور سابق کھلے رہے تجارت و زراعت کے جملہ حقوق رومی سلطنت سے بڑھ کر دیئے گئے۔

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رعایا گو عیسائی تھی۔ لیکن خود غرض اور عیاش رومیوں کی نسبت مسلمانوں کی پر امن حکومت کو زیادہ پسند کرنے لگی۔ الغرض تمام ضلع اور ان کے قصبات ومضافات وغیرہ کے باشندے سپہ سالار اسلام کی خدمت میں آ کر درخواست صلح کرنے لگے۔ جملہ شرائط ناموں میں رعیت کی جان و مال کی حفاظت کے علاوہ انکی عبادت گاہوں اور مذہبی آزادی کے برقرار رکھنے کا وعدہ کیا گیا۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے انکو سوچنا چاہیئے کہ اگر بجبر مسلمان کرنا ہوتا تو اس سے بڑھ کر اور کونسا موقعہ مل سکتا تھا۔ مسلمان شاہی فوجوں کو سخت خونریز معرکوں کے بعد اپنا لوہا منوا چکے اور ان اضلاع سے بالکل نکال چکے تھے۔ رعیت میں لڑائی کا مادہ بالکل نہیں رہا تھا۔ صرف فاتح قوم کے رحم پر آنکھیں لگا رکھی تھیں لیکن اسلام میں جبر جائز نہیں ہے اور اصحاب کبار سے، جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص تعلیم علمی وعملی سے مستفیض ہو چکے ہوئے تھے لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کے برخلاف کس طرح عمل ہو سکتا تھا۔ ان کی ساری مصلحت مختصر الفاظ اسلام۔ جزیہ۔ تلوار۔ میں محدود تھی اور نہایت موزوں تھی۔ اصل غرض اسلام کی تھی جو سب سے پہلے پیش کیا جاتا تھا۔ اگر اسلام سے انکار ہوتا تو کہا جاتا کہ ذمی قرار پاؤ۔ جزیہ (ٹیکس) دو۔ دیگر مخدوش فوجی طاقتوں سے علیحدگی رکھو تاکہ مسلمان علماء وصلحا وعظ و مناد تمہارے ہاں بلا روک ٹوک آ جا سکیں۔ اور اپنے حسن سلوک اور مقدس زندگی کا عملی نمونہ دکھا کر اسلام کا نورانی اثر ڈال سکیں اور خود ذمی اشخاص کو جہالت وصداقت نور وظلمت عصیان وعرفان کے موازنہ کا موقع مل سکے۔ جونہی شاہانہ جابرانہ اثر اور دیگر زبردست فوجی رکاوٹیں دور ہو گئیں اور تبلیغ کا راستہ صاف ہوا فوراً تلوار میان میں کی جاتی تھی۔ حال کی فاتح اقوام کی طرح نہ تو مفتوح ممالک کے رئیسوں کا رسوخ کم کیا جاتا تھا اور نہ ان کی طاقت کی کم

کوئی خاص مذہبی پابندی نہ تھی نہ رعایا کی جنگی حرارت کے سلب کرنے کے لیے کوئی سزا لاکر نافذ کیا جاتا تھا اور نہ ان کے ابواب مداخل میں مشکلات پیدا کیجاتی تھیں۔ مذہب میں کامل آزادی دیجاتی۔ سوا معمولی رقم جزیہ (ٹیکس) کے اور کسی قسم کا واسطہ انکی تجارت۔ حرفت۔ زراعت سے نہ رکھا جاتا۔

چونکہ ان بزرگوں کی جنگی کارروائیاں محض قرآن حمید کی منادی کے لیے تھیں اور بہ تعمیل آیہ کریمہ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ کے فرقان مجید کا سنانا ان کا فرض تھا یہی وجہ تھی کہ رعیت کی کسی چیز سے لالچ نہیں رکھا جاتا تھا۔ انکو یقین تھا کہ خدا کے پاک کلام کا ضرور اثر پڑیگا۔ اور ایسا ہی ہوا کہ اسلام کی نسبت آفتیں دیکھ کر لاکھوں بلا خوف ورجا دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

جنگ مرج الروم

اس کے بعد کئی ایک امصار مثل صیدا۔ بیروت۔ بیسان وغیرہ۔ دحیہ کلبی معاویہ بن ابوسفیان اموی شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم نے آسانی سے فتح کر لیے اب بہت نزدیک ایک حمص مضبوط شہر رہ گیا تھا۔ جہاں پر رومی فوجوں کا اجتماع تھا اس لیے ابو عبیدہ اور خالد رضی اللہ عنہم حمص کو روانہ ہوئی شہنشاہ روم نے یہ خبر پاکر اپنا جرار جنرل تودر کی ماتحت مسلمانوں کے مقابلہ میں بھیجدیا جس نے دمشق سے مغرب کیطرف مسلمانوں کو جا روکا اور اسی دن رومی جنرل تفس بوریہ سے تازہ دم فوج کثیر لیکر آ پہونچا تھا جو فوراً میدان جنگ کو روانہ کیا گیا تھا عیسائیوں

سلہ سورۂ مائدہ پ ۶ اے پیغمبر جو احکام تمہارے پروردگار کیطرف سے نازل ہوئے ہیں بلا کم و کاست لوگوں کو پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھا جائیگا کہ تم نے خدا کا کوئی پیغام بھی لوگوں کو نہیں پہنچایا۔

نے یہ منصوبہ کیا تھا کہ کسی طرح خالد اور ابو عبیدہ کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے اور اس طرح سے مسلمانوں کی مجموعی طاقت کو کمزور کر کے فائدہ اٹھایا جائے۔ اسی لیے رومی جنرلوں نے دو طرف سے لڑائی شروع کی۔ جنرل توذر کا امیر خالد رضی اللہ عنہ سے اور جنرل تفش کا سردار لشکر ابو عبیدہ سے مقابلہ ہوا۔ جنرل توذر دمشق کی فتح کے بہانے سے دمشق کو روانہ ہوا۔ چونکہ دمشق میں یزید بن ابو سفیان کے ساتھ فوج بہت تھوڑی تھی اور عیسائی باشندوں پر اعتبار نہ تھا۔ اس لیے امیر خالد رض کو مجبوراً جنرل توذر کا پیچھا کرنا پڑا اور یزید حاکم دمشق کو کہلا بھیجا جس نے قلعہ سے نکل مقابلہ کیا۔ امیر خالد رض پیچھے سے جا پڑا۔ رومی نرغہ میں آ گئے۔ خالدی حملات نے انکو حواس باختہ کر دیا۔ جنرل توذر مارا گیا۔ فوج بھاگ نکلی۔ مگر جان بر بہت کم ہوئے۔ اکثر تہ تیغ کیے گئے۔ یہ فتح پا کر خالد رضی اللہ عنہ فوراً ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے جا ملے جو دشمن سے لڑ رہے تھے۔ اس موقعہ پر رومی جنرل تفش نے خوب شجاعت اور جنگی قابلیت دکھائی۔ اور فوج بھی کمال مردانگی سے لڑی۔ مگر مسلمان جو مخالف سرداروں کے مارنے میں کمال رکھتے تھے جنرل تفش کے مارنے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ جس کے گرتے ہی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور میدان سے بھاگ نکلے اور ہزاروں کام آئے۔ یہ خبر پا کر شہنشاہ ہرقل گورنر حمص کو چند ضروری ہدایات دیکر خود انطاکیہ کو چلا گیا۔

جنگِ حمص (۱)

اسلامی لشکر نے یہ میدان مار کر حمص پر چڑھائی کی۔ جو اعلیٰ درجہ کا مضبوط قلعہ تھا سامان جنگ اور رسد وغیرہ برسوں کے لیے موجود تھا۔ اور فوج بھی چیدہ اور قلعہ کے بچانے کے لیے کافی تھی۔ بڑے بڑے جنرل اور شاہزادہ

سردار وغیرہ سب طرف سے بھاگ کر یہیں آ جمع ہوئے تھے۔ لیکن چونکہ موسم جاڑے کا آگیا۔ سردی سخت پڑنے لگی۔ رومیوں نے یہ سوچ کر کہ عرب، گرم ملک کے رہنے والے ہیں اور سرمائی سامان کم رکھتے ہیں۔ جاڑے کی شدت سے ڈر کر خود بخود چلے جائینگے۔ ورنہ بصورتِ قیام سردی میں لشکر ٹھٹھر کر مر جائینگے قلعہ بند ہو گئے اور وہ یہ ہی خیال رکھتے تھے کہ شاہ ہرقل مدد دیگا اور جزیرہ والے عیسائی بھی آ ملینگے اور سب ملکر اہل اسلام کا مقابلہ کرینگے۔ مگر جزیرہ والوں کو توسعد بن وقاص رضی اللہ عنہ والی عراق نے کوفہ سے فوج بھیجکر حدود جزیرہ سے باہر قدم رکھنے نہ دیا۔ اسلامیہ لشکر نے شہر حمص کو گھیر لیا۔ مگر موسم کی سخت سردی اور قلعہ کی مضبوطی نے تسخیر میں توقف ڈالدیا۔ اب محاصرہ کا اٹھانا کمزوری کا نشان تھا اس لیے بدستور فوج محاصرہ کیے پڑی رہی۔ اور امیر خالد رضی نے چند بہادروں کے ساتھ ایسے کڑاکے کے جاڑے میں آستن اور شیرز وغیرہ اضلاع و قصبات کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ اور شہر بعلبک صلح سے فتح ہو گیا اور امیر خالد رضی اللہ عنہ کی ہمت سے سامانِ رسد کی فراوانی ہو گئی۔ مجاہدینِ اسلام نے جاڑا خوشی خوشی گذار دیا۔ جوں ہی ہاتھ پاؤں کھلے۔ چار ہزار حبشی غلاموں کو حملہ پر مامور کیا اس سے غرض یہ تھی کہ قلعہ حمص کی اونٹے فوج کے لیے مسلمانوں کے غلام ہی کافی ہیں۔ قلعہ والے جوشِ غیرت سے قلعہ سے باہر نکلے۔ اور حبشیوں پر آپڑے جو مسلمانوں کا عین مدعا تھا۔ لڑائی کا بازار گرم تھا کہ عرب کے خیر آپہنچے۔ اور عیسائی نقصان کثیر اٹھا کر قلعہ کو واپس چلے گئے۔ پھر کئی روز تک اندر باہر سے معمولی لڑائی ہوتی رہی جس میں حملہ آوروں کا زیادہ نقصان ہوتا رہا۔

آخر خالد رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز سوچی کہ کسی طرح عیسائیوں کو قلعہ سے دور

باہر نکال کے میدان کی لڑائی کیجائے۔ اس لیے ایک رات تمام فوج کو حکم دیا کہ محاصرہ
اُٹھا کر دور چلے جائیں اور خیمہ و خرگاہ اور غیر ضروری سامان وہیں کیمپ میں چھوڑ دیا
گیا اور بہت ہی تھوڑی فوج نواح قلعہ میں رہنے دی۔ صبح کے وقت قلعہ والوں نے
خیال کیا کہ مسلمان بھاگ گئے ہیں اور باقی ماندہ بھاگنے کی فکر میں ہیں عیسائی
نہایت دلیر ہو کر قلعہ سے نکلے۔ کچھ تو لوٹ مار کرنے لگی۔ اور باقی فوج کو ساتھ لیکر
گورنر حمص نے مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ یہ قلیل جماعت لڑتی بھڑتی کٹتی مرتی عیسائی
فوج کو قلعہ سے دور سپہ سالار اسلام تک کھینچ لائی۔ جو پہلے ہی ایک مناسب موقعہ پر
اپنے شکار کا منتظر کھڑا تھا جب دشمن عین زد کے مقام پر پہنچ گیا۔ تو لشکر اسلام کو حملہ
کا حکم دیا گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ اپنے بنی اعمام مخزومی بہادروں کے ساتھ سب سے آگے
بڑھے اور اپنی مشہور چستی اور بہادری سے مخالف فوج کو روک دیا۔ مگر عیسائی تیر
اندازوں نے فوراً صف باندھ کر تیر برسانے شروع کیے۔ اور مسلمان ڈھالوں کی
آڑ میں گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ادھر سے حملہ کرنے
میں سراسر نقصان ہے۔ چکر لگا کر دشمن کے دوسرے پہلو پر جا گرا۔ جہاں ایک بڑا
بہادر اور پہلوان جنرل خالد رض کو تلاش کرتا ہوا گلے آپڑا۔ اور پھرتی سے تلوار
کا وار کیا۔ مگر خالد بکمال مہارت جنگی کے سبب بال بال بچ گئے۔ اور خالد رضی اللہ عنہ
نے جو تلوار کی ضرب لگائی گو مخالف کے سر پر پڑی مگر خود پر لگتے ہی تلوار کا پھل علحدہ
جا پڑا۔ اور خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں صرف قبضہ شمشیر رہ گیا۔ مگر عیسائی جنرل پر
کچھ ایسا رعب چھایا کہ دوسرا وار نہ کر سکا اور خالد رضی اللہ عنہ نے قریب پہنچکر
مخالف کو زین سے اُٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اور اسی کی تلوار لیکر قتل کیا اور پھر خالد
اپنے قبیلہ بنی مخزوم کو ساتھ لیکر حملہ کیا اور رومیوں کی صفوں کو الٹ دیا۔ جدھر حملہ
کرتا تھا بہادروں کے دلوں کو ہلا دیتا اور للکار کر کہتا۔ از مؤلف

بدیں تیغ ہندی پہلو شگاف　　　گریزد زمن دیو روز مصاف
نہ پیش من از شیر دشمن گزائے　　　کجا جاں برد روے سست پائے
غزائے براہ خدا مے کنم　　　مخالف چہ باشد کہ حب لدنم

رومیوں نے بھی خوب دل کھولکر لڑائی کی اور جان فروشی کی داد دی مگران غازیوں سے جونبی اور شہید ہیں بمصداق حدیث (لَا یَفْضُلُهُ النَّبِيُّوْنَ اِلَّا بِفَضْلِ دَرَجَۃِ النُّبُوَّۃِ) صرف درجہ نبوت کا فرق جانتے تھے۔ عہدہ برآنہ ہوسکے اور بھاگ نکلے اور قلعہ بند ہوگئے۔ مگر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مدبرانہ تعاقب سے رومیوں کا بہت نقصان ہوا۔ اب غازیوں نے قلعہ پر دلیرانہ حملے شروع کیے۔ اور اللہ اکبر کی مہیب اور متواتر گونج نے شہر میں تزلزل ڈالدیا۔ اور فصیل کا کچھ حصہ گرادیا جس سے محصورین کے حوصلے پست ہوگئے۔ اور درخواست صلح کی اور جن شرائط پر دمشق والوں سے صلح کی گئی تھی۔ اسی طرح یہاں بھی کی گئی۔ اور ہر طرح کی آزادی قائم رکھی گئی۔ بعد ازاں اسلامی لشکر۔ اہالیان حماہ۔ معرۃ النعمان کو صلح سے امان دیتا ہوا لاذقیہ میں پہنچا۔ جہاں کے لوگ مقابلہ سے پیش آئے۔ اس شہر کے استحکام کو دیکھ کر یہ نئی تدبیر کی گئی کہ میدان میں بہت سے غار زمین دوز اس ہوشیاری اور احتیاط سے کھدوائے گئے کہ عیسائیوں کو خبر تک نہ ہوئی۔ ان غاروں میں سوار بخوبی چھپ سکتے تھے جب یہ غار تیار ہوگئی۔ تو مسلمان قلعہ سے دور ہٹ کر حمص کو روانہ ہوئے۔ شہر والوں نے جو مدت کی قلعہ بندی سے تنگ آگئے تھے۔ اور ان کے تمام کاروبار بند تھے اس کو غنیمت جانکر شہر پناہ کے دروازہ کھولدیئے۔ اور بے کھٹکے کاروبار کرنے لگے۔ مگر مسلمان جو رات کو واپس آکر غاروں میں چھپ رہے تھے صبح کے وقت کمین گاہوں سے نکل کر دفعۃً آپڑے اور دم کے دم میں شہر فتح ہوگیا۔

جنگ قنسرین

حمص کے بعد ایک جنگی مقام قنسرین رہ گیا تھا۔ جہاں پر عیسائی فوجوں کا جمگھٹ ہو رہا تھا۔ اور شہنشاہ ہرقل بھی اسی نواح میں عربوں کے خلاف منصوبے کر رہا تھا اس لئے تغنسرین کا قرعہ خالد رضی اللہ عنہ کے نام پڑا۔ جو صرف لشکر زحف کیساتھ قنسرین کو روانہ ہوا۔ رومی فوج کا کمانڈر بہادر سردار میناس تھا۔ جس کا رتبہ شہنشاہ سے دوم درجہ پر تمام روم میں شمار ہوتا تھا۔ وہ قنسرین سے چند میل آگے بڑھ کر صف آرا ہوا۔ اور کمال شجاعت اور مردانگی سے لڑا۔ اور اس قدر سخت جنگ کی کہ اس سے پہلے کبھی رومیوں نے نہیں کی تھی۔ لیکن خالد رضی اللہ عنہ کی اور نہ ان جان فروشں خدا کے بندوں سے بازی جیت سکا۔ جو غم کو خوشی۔ رنج کو راحت۔ فاقہ کو روزہ۔ زرم کو بزم۔ موت کو زیست۔ نوک سنان کو جنان زندہ کو غازی۔ مردہ کو شہید۔ خلوص دل سے ماننے والے تھے۔ اس لئے میناس بھی بادل بریاں و چشم گریاں اس جنگ سے بھاگ نکلا۔ اور فوج کثیر کے ساتھ مارا گیا خالد رضی اللہ عنہ مظفر و منصور ہو کر اللہ جل شانہ کو شکر بجا لاتا ہوا قنسرین کو بڑھا۔ شہر والے قلعہ بند ہو گئے۔ اور علم مدافعت بلند کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے قلعہ والوں کو کہلا بھیجا۔ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي السَّحَابِ لَحَمَلَنَا اللّٰهُ إِلَيْكُمْ أَوْ لَأَنْزَلَكُمْ إِلَيْنَا فَانْظُرُوا فِي أَمْرِهِمْ وَرَأَوْا مَا لَقِيَ أَهْلُ حِمْصَ۔ اگر تم آسمان پر چلے جاؤ تو بھی اللہ تعالٰے ہم کو تمہارے پاس پہنچادیگا۔ یا تمکو ہمارے پاس اتار لائیگا۔ پس اپنی حالت کو سوچ لو اور اہل حمص کو دیکھ لو۔ (تاریخ سعید احمد مکی)

امیر خالد رضی اللہ عنہ کا اسقدر عزم بالجزم اور بہادرانہ استقلال دیکھ کر ڈر گئے اور صلح پر آمادہ ہو گئے۔ چونکہ یہ شہر ایک سرحدی ناکہ اور خطرناک مقام تھا۔ اس لئے جنگی ضرورت کے لحاظ سے فصیل قلعہ کو گرا دیا۔ باقی ہر طرح سے شہر والوں کے رعایت،

آن گئی۔ اس فتح کے بعد امیر خالد رضی اللہ عنہ نے شہنشاہ ہرقل کی طرف توجہ کی جو اس وقت شہر رہا میں تھا۔ حالانکہ اسوقت خالد رضی اللہ عنہ کے ہزار سے کم سوار تھے۔ مگر خالد کا نام سنتے ہی شہنشاہ ہرقل قسطنطنیہ کو بھاگ گیا۔ اور ملک شام سے نکلتے وقت ایک پہاڑ شمشاط پر چڑھ آہ سرد بھر کر کہنے لگا **ابیات**

الوداع اے شام سر خیل جہاں
الوداع اے مولد پیغمبراں

الوداع اے جنت روئے زمیں
الوداع اے مہبط روح الامیں

الوداع اے معدن فضل و ہنر
الوداع اے قاطع ہم و شرد

الوداع اے چشمہ فیض و ہدیٰ
الوداع اے مبدا او جدا

اے مقام خیر و انعام کثیر
خیر شد بر ما عدو سے دست چیر

اے زمین قدس قدوسی مقام
ختم شد بر ما ز تو خیر تمام

گرچہ بہر تو بسے جنگیدہ ام
لیک ہر جا بس مذلت دیدہ ام

در نیا یم گہ مگر بوئے ترا
کس گذر ندہر مرا سوئے ترا

چوں بایں عادت مرا بگذاشتی
بازگشتن کے شود از کاستی

شام سے برکات را بگذاشتم
ذلت و در کات را بر داشتم

می روم از دین عیسیٰ سے برم
دین احمد را بتو جا می دہم

ہر کہ عیسائی بود خائف بود
با دل لرزندہ او قدمے نہد

شام مسلم لازم و ملزوم شد
ایں فراق از دست ما معدوم شد

از فراق بیت اقدس سینہ ام
چاک شد زیں حلقہ ماتم زدم

جب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو خالد رضی اللہ عنہ کی یہ کار گذاریاں معلوم ہوئیں تو نہایت خوش ہوئے۔ اور فرمایا خدا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحمت کرے جو مجھ سے زیادہ آدمیوں کے شناسا اور قدردان تھے۔ مگر میں نے خالد رضی اور مثنی کو کسی جرم

میں عہدہ سپہ سالاری سے معزول نہیں کیا تھا۔ لیکن لوگ ان کو بہت بڑھ کر سمجھنے لگے تھے۔ مجھے خوف ہوا کہ کہیں فتوحات کا باعث اور فاعل صرف انہیں بہادروں کو نہ سمجھنے لگیں۔ اور ذات باری تعالےٰ کو بھول جائیں۔ جو ایمان موحدانہ کے خلاف ہے۔ غرضیکہ خالد رضی اللہ عنہ اپنا فرض ادا کر چکا عیسائیوں کے بڑے بڑے لشکروں کو بھگا چکا۔ دمشق جیسے حصین حصین کو محض اپنے زور بازو سے کمال دلیری سے قبضہ تسخیر میں لا چکا شہنشاہ ہرقل کو ایشیا سے بھگا کر عیسائیوں کے دلوں میں اہل اسلام کا رعب جما دیا۔ اور اپنے مہیب نام سے عیسائی دنیا میں لرزہ ڈالدیا اور تبلیغ کے رستہ کے جملہ سنگین رکاوٹوں کو انبیا کی سرزمین شام سے دور کر دیا اور جس کام کے لئے تلوار اٹھائی تھی وہ پورا ہو گیا۔ یعنے رومی سلطنت سے جو دربار خلافت کو تردد رہتا تھا۔ مٹا دیا۔ اور کلام المجید کی منادی اور اس کی صداقتوں کے دکھانے اور اسلام کے روحانی نمونوں کے پایدار اثر ڈالنے کا بخوبی موقعہ نکل آیا۔ واقعی سیف اللہ نے کلام خدا کی خدمات اعلیٰ درجہ کی لیکن اب مسلمانوں کی بہادری کی دھاک بندھ گئی۔ حلب اور انطاکیہ جیسے عظیم الشان شہر صلح سے فتح ہو گئے۔ حلب والوں کے اہل وعیال۔ جان ومال۔ گرجے۔ قلعہ۔ مکانات وغیرہ سب کچھ حسب شرائط عہدنامہ محفوظ ہو گئے۔ صرف تعمیر مسجد کے لئے جگہ لی گئی جس کے بغیر مسلمانوں کا گذارہ مشکل تھا۔

حلب کے مضافات میں عیسائی عرب بنی تنوخ بکثرت آباد تھے۔ جنہوں نے پہلے تو ادائے جزیہ پر اطاعت قبول کی۔ لیکن بعدازاں خود بخود اسلامی صداقتیں دیکھکر مسلمان ہو گئے۔ باشندگان انطاکیہ میں سے بعض نے اسلامی ممالک سے چلے جانے پر صلح کی جو اپنا جملہ مال واسباب لیکر امن وامان کے ساتھ رومی علاقہ میں چلے گئے اور باقی لوگوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔ اور پھر عہد شکنی کی مگر حبیب عیاض بن

(غنم) اور حبیب بن مسلمہ کی ماتحت مجاہدین کا بہادر گروہ یہاں پہنچا تو جان کے لالے پڑ گئے
مگر فیاض اور رحمدل فتحمندوں نے انکی بغاوت اور خلاف عہدنامہ لغزش پر کوئی نوٹس
نہ لیا۔ اور اہل انطاکیہ کی درخواست صلح کو منظور کرکے سابقہ شرائط پر امان دیدی
اگر کوئی اور فاتح ہوتا تو غیر مذاہب کے باغیوں سے ایسی فیاضانہ رعایت کبھی
نہ کرتا۔ مگر وہ خدا پرست تھے۔ انکو صرف تبلیغ احکام الٰہی کے لئے گنجایش نکالنی
منظور تھی۔ جب یہ مراد حاصل ہوجاتی وہ بندگان خدا کی کسی ذاتی وانجح میں خلل انداز
نہ ہوتے تھے۔ اور نہ کسی کی شخصی یا قومی حیثیت میں دست اندازی کرتے اور نہ
قوانین کی بھرمار سے مخلوق الٰہی کا قافیہ تنگ کرتے تھے۔

اہل حلب نے بھی بغاوت کی مگر پچھتائے جنکو انطاکیہ والوں کی طرح معافی
دی گئی۔ اِن صدر مقامات کے فتح ہونے سے تمام شام پر اہل اسلام کا ایسا رعب
چھا گیا۔ کہ کوئی افسر جب تھوڑی سی جمعیت لیکر کہیں نکل جاتا۔ ہزاروں عیسائی
خود حاضر ہوکر صلح کی درخواست کرتے چنانچہ انطاکیہ کے بعد ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ
نے چاروں طرف فوجیں پھیلا دیں۔ بوقا۔ جرمہ۔ سرمین۔ تیزین۔ تورس۔ تل عزاز
(عبان)۔ منبج۔ بالس۔ قاصرین۔ چھوٹے چھوٹے مقامات اس آسانی سے فتح
ہوگئے کہ خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ جرمہ والوں نے بجائے جزیہ کے فوجی
خدمات دینی قبول کیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مخالفان اسلام جو جزیہ پر
اپنی بےسمجھی سے اعتراض کرتے ہیں۔ وہ غلط ہے۔ اہل اسلام پر جنگی خدمات لازمی
تھیں۔ اور غیر مذہب والوں سے اس جانبازانہ ڈیوٹی کے عوض میں صرف معمولی رقم
نقدی کی وصول ہوتی تھی اور انکی حفاظت کی کل ذمہ داریاں اٹھائی جاتی تھیں
تے۔ سے انکو آرام دیا جاتا تھا۔

خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ نے مرعش کو فتح کیا۔ اور وہاں کے اکثر عیسائی رُومی

علاقہ میں چلے گئے جن کے مال و جان سے کچھ تعرض نہ کیا گیا۔ میسرہ بن مسروق عبسی نے ایشیا کوچک کے سرحد تک گشت کی جبکا رومیوں کی فوج کثیر سے مقابلہ ہو گیا۔ اس میں مخالف گروہ میں۔ بنی غسان۔ تنوخ۔ ایاد۔ عربی عیسائیوں کے چند قبایل بھی شہنشاہ ہرقل سے ملحق ہونے کے لئے جا رہے تھے۔ لڑائی سخت ہوئی۔ مگر جب مالک اشتر نخعی انطاکیہ سے حسب الحکم سپہ سالار عین موقعہ جنگ پر پہنچ گیا۔ تو رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اور ہزاروں مقتول ہوئے۔

جب خالد رضی اللہ عنہ شہنشاہ ہرقل کو شام سے نکال رہا تھا۔ عمرو بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہما نے علاقہ فلسطین کو ایک دو خون ریز معرکہ مار کر فتح کر لیا۔ پر ایک بیت المقدس رہ گیا۔ جس کا فتح کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ انکا شہنشاہ سیف اللہ سے جان بچا کر یورپ کو بھاگ گیا تھا۔ ارطبون والی بیت المقدس مصر کو چلا گیا تھا۔ صرف رعایا کی یا معدودے چند سپاہی تھے۔ چونکہ اسلام کو قتل نفوس سے طبعاً نفرت ہے۔ اور بیت المقدس کی تقدیس اور عظمت کا بھی خیال تھا۔ اسلئے بیت المقدس کے بڑے پادری صاحب کی اس درخواست کو کہ خود امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ یہاں آئیں تو معاہدہ صلح کیا جائیگا۔ منظور کیا گیا۔

مورخ ابن الوردی روایت کرتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا۔ اِنَّكَ سَتَفتح بیت المقدس بلا قتال۔ چونکہ اس تشریف بری سے نبی صلعم کا معجزہ ظاہر ہوتا تھا۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت سادہ وضع سے کوچ کرتے بیت المقدس پہنچے اور حسب منشا ہے اہالیان بیت المقدس عہد نامہ صلح لکھدیا۔ اور شہر والوں کی کسی چیز سے تعرض نہ کیا اور دینی و دنیاوی فاتحین کے فرق بین کو صاف طور سے دکھلایا۔ جس فیاضانہ سلوک کی تفصیل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری میں ملاحظہ کرنی چاہیے۔

اب چونکہ ملک شام فتح ہو چکا تھا۔ اِس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمال گورنر کی تعیناتی کی قنسرین جو شام اور ایشیائی کوچک میں رومی علاقہ کے قریب سرحدی مقام تھا۔ وہاں کے لئے خالد رضی اللہ عنہ انتخاب کئے گئے جنکے نام سے دشمن کانپتے تھے۔ اور انکا فوجی جلال لاکھوں کی جمعیت کا کام دیتا تھا۔

جنگِ حمص

(۲)

جب شام کا تمام علاقہ فتح ہو چکا۔ ملکی انتظام بخوبی کیا گیا۔ ہر ایک عامل گورنر رعیت سے عدل و انصاف سے پیش آتا تھا۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کرسکتا تھا عیسائیوں کو پوری آزادی تھی۔ اُنکی تجارت۔ زراعت صنعت کے منفعتی کاروبار میں کوئی مخل نہ تھا۔ اور یہ حالت کوئی ایک سال تک رہی کہ جزیرہ کے عیسائیوں نے (جنکا علاقہ دجلہ اور فرات کے مابین تھا اور ابھی اہل اسلام نے اُن سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا) فتنہ و فساد کی بنیاد قائم کرنیکا ارادہ کیا۔ اور شاہ ہرقل کو لکھا کہ ایک دفعہ پھر شام کے لئے قسمت آزمائی کیجئے۔ ہم مذہب اور ملک پر جان و مال قربان کرنے کو تیار ہیں۔ اس ارادہ میں آرمینیہ والے بھی ساتھ شامل ہو گئے۔ شہنشاہ ہرقل ایسا موقعہ خدا سے چاہتا تھا۔ اور سابقہ شکست کا داغ مٹانے کی فکر میں تھا۔ اور فوج اور سامان جنگ کی فراہمی میں لگا ہوا تھا۔ یہ خبر پاکر تمام عیسائی دنیا کو مذہبی لڑائی کے رنگ میں جوش دلا کر برانگیختہ کیا۔ اور چٹھیاں بھیجکر مسلمانوں کے لڑنے کے لئے بلایا خاص رومی فوج اور یورپ کے تازہ دم اور امدادی لشکر کے علاوہ جزیرہ والوں نے تیس ہزار جانباز بہادروں کی خدمات پیش کیں۔ آرمینیہ والے بہ تعداد کثیر اُٹھ کھڑے ہوئے

منتصرہ عرب اور شامی عیسائی بھی اپنے ہم مذہب رومیوں کی خیر منانے تھے عیسائیوں کے اس جوش و خروش اور فوجی اجتماع کو دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے تمام فوج مختلف مقامات سے بلا کر ایک جگہ جمع کرنی مناسب سمجھی چنانچہ قلعہ حمص میں تمام اسلامی لشکر کا اجتماع ہوا۔ اور عیسائیوں کی کثرت کے خیال سے شام کی موجودہ اسلامی فوج ناکافی سمجھ کر امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو کمک بھیجنے کے لئے لکھا گیا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ گورنر جنرل عراق کو لکھا کہ جس قدر ہو سکے جلدی شام کو امدادی فوج روانہ کرے۔ جس کی تعمیل میں چار ہزار سوار بسرکردگی قعقاع بن عمرو تمیمی حمص روانہ کیے گئے۔ دشمن کی غیر معمولی جمع آوری اور مستعدی کو دیکھ کر یہ مصلحت قرار پائی کہ خود امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ معہ معزز و مقتدر اصحاب مہاجر و انصار روانہ شام ہوں۔ اور لڑائی کی کمان خود کریں۔ اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ مہم کسقدر خوفناک تھی۔ اور دربار خلافت کو کسقدر فکر و تردد لاحق ہو رہا تھا۔ مگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی شیرانہ طبیعت اور متہورانہ ہمت سے ان تمام خدشوں کو مٹا کر دکھلا دیا۔ کہ جس مشکل کے حل کو عام طبائع ناممکن خیال کرتی ہیں اسکا کھولنا سیف اللہ کی تیز برش کے آگے کچھ مشکل نہیں۔ اور اگر حمایت اسلام کے سوا اور کوئی دنیوی خیال مدنظر نہ ہو۔ تو مجاہدین کا صابر گروہ اپنے سے دس گنا مخالف سے لڑ ہی نہیں سکتا۔ بلکہ اس کو ہمیشہ کیلئے ذلیل و خوار بنا سکتا ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ کے یہی کارنامے ہیں۔ کہ جنکو سنکر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور بہادران عالم حیرت میں آجاتے ہیں۔ کہ یہ شخص کسقدر دل قوی اور پر زور طبیعت رکھتا تھا۔ تمام بہادر سرداران اسلام شام کی معہ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے یہ رائے قرار پائی کہ اسلامی فوج کم ہے اور مخالف کا بہت زور ہے۔ حضرت امیر المومنین عمرؓ یا کم سے کم عراق کی امدادی فوج کے آنے تک قلعہ حمص میں محصور ہیں۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ معہ کل فوج علاقہ شام کی قلعہ حمص میں جا داخل ہوا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ

بھی حمص میں پہنچے تو انکو بھی اندر داخل ہونے کی ہدایت .... کی گئی - مگر خدا
کا بندہ شیر دل خالد اس بات کو کب گوارا کر سکتا تھا - اور اس کی غیور طینت اور
مشہور فطرت کب اجازت دیتی تھی - کہ جن قوموں کو وہ بھیڑوں کی طرح ہزیمت دیکر بھگا چکا
اور ہزاروں کا شکار کر چکا تھا ان سے ڈر کر قلعہ بند ہو - اور مقابلہ جنگ کرے اور
اپنی مقدس خطاب سیف اللہ پر جو آج تک سیکڑوں معرکوں میں اسم بامسمےٰ ثابت ہو چکا
تھا - بزدلی کا بدنما دھبہ لگائے - اور اپنی خدائی سطوت وجلال اور ہمت واستقلال
کو اس کارروائی سے کھو دے - وہ اپنی تدبیر وشجاعت کے سامنے دشمن کی کثرت
فوج کو بے حیثیت جانتا تھا اس نے بارہا
کی صداقت اپنی آنکھوں اور ہاتھوں سے دیکھی تھی - اس کا ذاتی تجربہ تھا کہ
فتح وشکست فوج کی کثرت یا قلت پر موقوف نہیں ہے - اس کو یقین تھا - کہ جانفروشی
میں مسلمانوں کا مقابلہ کوئی قوم نہیں کر سکتی وہ جانتا تھا کہ رومیوں کی یہ ایک
آخری مذبوحی حرکت ہے جسکا علاج صبر واستقلال ہے - اسکو اپنی شمشیر کافر
کُش پر پورا وثوق تھا کہ ضرور یہ فتح کے مفید نتائج دکھائیگی - چونکہ خالد رضی اللہ عنہ
قلعہ بندی کے نقصانوں کو بخوبی جانتے تھے - اس لئے قلعہ کے اندر داخل ہونے سے
انکار کیا - اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو باہر نکل کر لڑنے کے واسطے زور سے
مشورہ دیا جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ خالد قلعہ میں داخل نہیں ہوتا - اور
ایسی حالت میں ممکن ہے کہ یا تو رومیوں کا ٹڈی دل خالد کی قلیل جماعت پر آپڑے
یا خود خالد ہی جوش وتہور میں رومیوں کے گلے جا پڑے اور دونوں صورتیں
بظاہر اسباب نقصان سے خالی نہیں ہیں - اس لئے مجبوراً قلعہ سے نکلنا پڑا
اور دشمن کے کیمپ کو کوچ کیا -

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے انتظام کر رکھا تھا - کہ ہر ایک بڑے شہر میں

اصیل اور عمدہ گھوڑوں کا کافی ذخیرہ جمع رکھتے تھے چنانچہ کوفہ میں اس قسم کے چار
ہزار گھوڑے تھے جنکا اعلیٰ افسر (میر آخور) سلمان بن ربیعۃ الباہلی تھا جو گھوڑوں کی
شناخت اور علم میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتا تھا جب کسی اتفاقیہ حادثہ کی خبر پہنچتی
تو سواروں کو یہ گھوڑے دیکر فوراً روانہ کیا جاتا اور باقی لشکر بعد میں تیار ہو جاتا اور
اس تجویز سے بڑی بڑی بغاوتیں دب جاتی تھیں اور دشمن کے حوصلے پست رہتے تھے جزیرہ
کے عیسائیوں کے روکنے کے لیے عیاض بن غنم کو معہ چند دیگر امراء کے روانہ کیا گیا جسکا
نتیجہ یہ نکلا کہ جزیرہ والے اپنے ملک و مال کے بچاؤ کے لیے جزیرہ کو واپس چلے
آئے قعقاع معہ عراق کی امدادی فوج کے ایلغار کرتا ہوا آ رہا تھا۔ لیکن لڑائی ان
کی پہنچنے سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ جب لشکر اسلامیہ حمص سے نکلکر رومیوں کی طرف
روانہ ہوا۔ تو رومی جو یہ بات خدا سے چاہتے تھے نہایت انتظام کے ساتھ بڑے
اور بڑے بڑے حوصلہ سے لڑے اور مردانگی کی خوب داد دی۔ مگر خالدؓ کا ذاتی رعب
اس قدر دشمن پر چھایا ہوا تھا کہ جدھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ حملہ آور ہوتے تھے مخالف
خواہ کس قدر ثابت قدمی سے اڑا ہوا ہوتا تھا گھبرا جاتا۔ خالدؓ چستی میں برق تھا۔
کبھی دشمن کے میمنہ پر جا پڑتا تھا۔ اور کبھی میسرہ پر کبھی فوج قلب کے دھوئیں
جا اڑاتا اور کبھی مقدمۃ الشکر کو جا ابھارتا۔ کبھی اسلامی مورچوں کو جا بچاتا۔ اور کبھی
مجاہدین کو الشہید یوضع علیٰ راسہ تاج الوقار کا مضمون سنا کر گرماتا او
کبھی سرداران فوج کو جنگی احکام مقتضائے وقت دیتا تھا۔ غرضیکہ وہ سپاہی اور
سپہ سالار کے دونوں فرائض ادا کرتے تھے جو کسی دوسرے شخص سے ایک وقت
میں ادا ہونے قریباً ناممکن ہیں۔ عیسائیوں نے بھی غضب کا مقابلہ کیا اور تین
دن تک برابر جم کر لڑتے رہے۔ مگر آخر خالد رضی اللہ عنہ کے متواتر حملات نے
انکے پاؤں اکھیڑ دیئے۔ اور بھاگ نکلے۔ جن کا تعاقب دور تک کیا گیا۔ اور دشمن کی

جمعیت کو بالکل پراگندہ کر دیا۔ اور ملک شام کو آیندہ کے خدمات سے بالکل صاف کر دیا۔ ہزارہا عیسائی میدانِ جنگ اور تعاقب میں مارے گئے۔ کروڑوں کا مال غنیمت ہاتھ آیا فوجِ عراق فتح کے تین دن بعد پہونچی مگر حسب الحکم امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ انکو بھی غنیمت کا حصہ دیا گیا۔ فتح نامہ مع مال خمس امیر المومنین عمر رضہ کو بمقام جابیہ ملا۔ جس خردہ کو سنکر امیر المومنین خدا کا سجدہ شکر بجا لائے۔ اور مدینہ کو آپہنچا ہوئے اور امیر المومنین خالد سے نہایت خوش ہو گئے۔ مگر افسوس کہ یہی عالیشان فتح دائمی معزولی کا باعث ہوگئی۔ یا یوں کہو کہ جس الٰہی شمشیر نے کئی ایک سفر ور قوموں کو اسلام کا غاشیہ بردار بنایا تھا وہ ہمیشہ کے لیے میان میں رکھدی اور جس کی ہیبت سے دُنیا کے بڑے بڑے بہادروں کی رُوحیں قبروں میں کانپ رہی تھیں۔ اور حسرت سے دیکھ رہی تھیں کہ دیکھیں ہماری پس ماندوں کو خالد کے ہاتھ سے کیا کیا پیش آتا ہے۔ فوجی خدمات سے علحدہ کیا گیا۔ اور یہ دوسری بار کی اور ہمیشہ کی معزولی تھی جس کا مفصل ذکر آگے آتا ہے۔

عزل خالد رضی اللہ عنہ از عہدہ سپہ سالاری

امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بااختیار سپہ سالار تھے۔ مدعیان نبوت طلیحہ بن خویلد اسدی اور سجاح کو شکستہ اور مسیلمہ کذاب کو کشتہ اور ان کی اکثروں کی جمعیت کو پراگندہ اسی فدائی اسلام کی شمشیر آبدار نے کیا تھا اور عرب میں دوبارہ اسلام کو زندہ کر کے اصول محمدی کے مطابق تمام اہل عرب کو اتفاق قومی کی زنجیر میں جکڑ دیا تھا اور آیندہ ہمیشہ کیلئے لالچی اور منافق اشخاص کی حرص و ہوا کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اور ایرانی سلطنت کا رُعب و داب جو صدیوں سے عربوں کی طبائع پر چھایا ہوا تھا۔ اسکی پردہ دری خالد کا

کے غازیانہ ہاتھوں سے ہوئی تھی۔ اور کئی ایک زبردست معرکہ مار کر ایرانیوں کی پشتوں کی شیخی کرکری کر کے سرسبز اور دلکش صوبہ عراق پر فاتحانہ تصرف کر لیا اور اپنی مومنانہ کوششوں سے ع تزلزل در ایوان کسرٰی فتاد ، کا پورا پورا عینی شاہدہ کرا دیا اور غیر ممالک میں اشاعت توحید کے درمیانی مواضع جنگی کو دور کرنے کا حوصلہ خالد ہی کی ہمت و استقلال اور عزم بالجزم سے پیدا ہوا تھا۔ اور یہ بات دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلا مجاہد فی سبیل اللہ جس نے غیر ممالک کی فتوحات کا رستہ نکالا وہ خالد ہی تھا۔ جب مرتدین عرب کو خالد رضی اللہ عنہ راہ راست پر لا چکا۔ تو جزیرہ نمائے عرب کو دو طرف سے عیسائی سلطنتوں نے گھیر رکھا تھا۔ اور ایک طرف کیانی جاہ و حشم نے۔ چوتھی طرف سمندر تھا۔ پس اسلام کی ترقی کے لیے عرب سے باہر کوئی رستہ نہ تھا۔ مگر خالد رضی اللہ عنہ کی زبردست اور بے نظیر ہمت نے تمام مشکلات کو حل کر دیا۔ عراق کے عظیم الشان میدان مار کر شہنشاہ ایران کی ہمت ایسی توڑ دی گئی تھی کہ دربار خلافت کو یقین کلی ہو گیا تھا کہ اب ایرانی سلطنت کے دلوں پر مسلمانوں کی شمشیر کا اس قدر رعب چھا گیا ہے اور اس قدر کار آمد اور بے شمار بہادر اور بیش قیمت اور مفید سامان جنگ کھو چکے ہیں کہ اس کو بڑھ کر حملہ کرنے کی ہرگز سکت نہیں رہی ہے۔ اور انہی فتوحات نے دربار مدینہ کو حوصلہ ہوا تھا کہ رومیوں کی وسیع اور مقتدر اور شتربول کی منتظم سلطنت اور اس کے بے شمار خزانہ اور جرار لشکر کے مقابلہ پر کل تیس ہزار مسلمان بسرکردگی ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ روانہ کیے تھے۔

مگر جب اس فوج نے شام میں کوئی نتیجہ خیز کامیابی نہ دکھائی تو خالد کو جو عراق میں اسلامی سکہ بٹھلا چکا تھا۔ فوج شام کی سپہ سالاری پر مقرر کیا گیا۔ جنہوں نے فوراً شام پہنچکر نقشہ بدل دیا اور کئی ایک جنگی مقامات باتوں ہی باتوں میں فتح کر لیے اور یرموک کے مشہور میدان میں اپنی بے نظیر لیاقت سے صف بندی کر رہا تھا۔ کہ مدینہ سے

قاصد پہنچا۔ اور امیر المومنین صدیق ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات اور امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت اور امیر خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کی خبر پہنچائی جس معزولی کو نہایت خوشی سے قبول کیا گیا اور جنگی خدمات کے ادا کرنے میں کسی طرح کا دباؤ عام انسانی طبائع کی طرح خالد رضی اللہ عنہ کی طبیعت پر مستولی نہ ہوا۔ یہ معزولی عہدہ سپہ سالاری سے تھی۔ لیکن ابو عبیدہ رضہ کی تحت سردار کیے گئے تھے۔

اس عزل و نصب کے وجوہات مختلف بیان کیے گئے ہیں جن میں سے بعض تعصب سے خالی نہیں ہیں۔ پایہ اعتبار سے ساقط معلوم ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ چونکہ خالد رضی اللہ عنہ فتوحات صدیقی اور ان کے افضل و اکمل خلافت کے مفید اور کارآمد اسلام ہونے کا ذریعہ ثابت ہوا متعصبین کا نشانہ ملامت بنا۔ جو محض ژاژ خائی ہے ہم نے ہر ایک موقعہ پر کھلے طور سے واقعات میں لکھ دیا ہے۔ کہ نہ فتح مکہ کی شمشیر زنی۔ عدول حکمی میں داخل تھی نہ بنی جزیمہ کا کشت و خون کوئی جرمیہ تھا۔ نہ مالک بن نویرہ کا قتل کوئی خلاف شرع تھا۔ نہ جنگ بنی حنیفہ کے بعد اگر کوئی نکاح ہوا ہو ناجائز امر تھا۔ حساب کتاب کا معاملہ ایک جنگی ضرورت کے لحاظ سے تھا۔ مگر ان جملہ امور کا فیصلہ آنحضرت صلعم اور امیر المومنین صدیق اکبر کر چکے تھے انکے مقدمات کو دوبارہ چلانیکا کسی کو اختیار نہ تھا۔ متعصب مورخ یہ دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ امیر المومنین عمر رضہ نہ تو فیصلہ نبوی کی پروا کرنیوالے تھے اور نہ حکم صدیقی کی۔ اور اس ناپاک خیال کی تہ میں جو خباثت بھری ہوئی ہے۔ وہ کوئی پوشیدہ نہیں چونکہ ہندوستان میں عموماً انہیں لوگوں کی تصانیف پڑھی جاتی ہیں۔ اس لیے ناظرین پر اچھا اثر نہیں پڑتا۔ اس لیے بطور تنبیہ لکھا گیا ہے۔ ورنہ معتبر تواریخ عربیہ سلف اور خلف میں ایسا کوئی اعتراض پایا نہیں جاتا۔

عہدہ سپہ سالاری سے معزولی کی وجہ حساب کتاب کا معاملہ گو اور صاحبوں کے نزدیک موزون ہو مگر راقم کے نزدیک درایۃً کافی نہیں پایا جاتا۔ یہ معاملہ اس طرح ہے کہ یہ

بلامنظوری خلیفہ جہاں کہیں ضرورت پڑتی تھی خرچ کردیا کرتے تھے۔ اور جو بہادر جنگ میں سامنے کا نمایاں کرتا اس کو زیادہ انعام و اکرام دیتے تھے اور یہ تمام اخراجات کسی مقررہ قاعدہ کے مطابق نہ تھے اور نہ انکا باضابطہ حساب رکھا جاتا تھا اور نہ دربار خلافت میں بھیجا جاتا تھا۔ اس بے ترتیبی حساب کی حضرت ابوبکر صدیق رض کے حضور میں شکایت ہوئی حضرت عمر رض جو نہایت محتاط اور باضابطہ اور ہر ایک سررشتہ باقاعدہ رکھنا چاہتے تھے زیادہ ساعی ہوئے کہ بلا منظوری خلیفہ خرچ نہ کیا جائے اور حساب بھیجا جائے چنانچہ امیرالمومنین صدیق اکبر رض نے خالد رض کو لکھا تو انہوں نے صاف لکھدیا کہ میں حضور خلیفہ سے دور میدان جنگ میں رہتا ہوں۔ مجھ کو بعض دفعہ ایسی ضرورتیں پیش آتی ہیں کہ منظوری کی انتظار نہیں کرسکتا۔ یہ پابندی مجھ سے نہیں ہوسکتی۔ عہدہ سپہ سالاری کسی اور کو دیدیجئے۔ میں ایک ماتحت مجاہد بنکر اسلام کی خدمت ادا کرونگا۔ اس پر امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث پڑھ کر خالد بن ولید سیف من سیوف اللہ سلہ اللہ علے الکفار والمنافقین فرمایا کہ میں اللہ کی تلوار کو میان میں کرنا نہیں چاہتا اور بدستور سابق پورے اختیار کے ساتھ سپہ سالار رکھا تھا۔ غرض حضرت عمر رض کے رائے پر عمل نہیں ہوا تھا اور یہ اختلاف رائے اسی قسم کا تھا جو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) میں عموماً ہوجایا کرتا ہے۔ اور پہلے بھی کبھی ہوتا رہا تھا۔ جیسا کہ مرتدین عرب کی درخواست کی نامنظوری اور ان سے لڑائی کرنیکے بارہ میں حضرت عمر رض کی رائے سے سخت اختلاف کیا تھا اس لیے یہ کوئی ناراضگی کی وجہ نہیں ہوسکتی۔

پس حساب کتاب کے معاملہ کو سرد دلی کی وجہ قرار دینا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے صاف دل پاکیزہ خیال کی نسبت سخت بدگمانی ہے بلکہ کینہ کی حد تک پہنچتی ہے جو تعلیم محمدی اور شان فاروقی کے سراسر خلاف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشہور عدل و انصاف کا مقتضا یہ تھا کہ وہ خود بھی خالد رضی اللہ عنہ کو حساب کتاب کی بابت

ابو عبیدہ باوجودیکہ سپہ سالار تھے۔ اور کروڑہا روپیہ کا مال غنیمت اُن کے حکم سے بٹتا تھا مگر وہ اپنا حصہ اکثر مساکین و فقرا کو بانٹ دیتے۔ آپ عموماً پشمی لباس پہنتے اور سادہ غیر متکلف کھانا کھاتے تھے اور تنگدست رہتے تھے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھ کر چار سو دینار ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس رفع ضروریات کیلئے بھیجدیئے ابو عبیدہ نے لونڈی کو حکم دیا کہ غلام کے ساتھ جاؤ اور فلاں فلاں مسکین محتاج کو بانٹ آؤ اور ابو عبیدہ نے ہاتھ تک نہ لگایا اور تمام دینار تقسیم کر دیئے۔ یہ تمام عادات امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے مشابہ اور ایک مذہبی اور روحانی پیشوا کے لیے وجہ امتیاز تھیں۔ اور ملک شام میں جو عیسائی مذہب کی کان تھی عیسائی راہب اور قسیس تارک الدنیا بتعداد کثیر موجود تھے جو ان باتوں کو خصوصیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اسی قسم کے نشانوں سے اسلام کی حقانیت کو ٹٹولتے تھے۔ پس عمر رضی اللہ عنہ اپنی اعلیٰ درجہ کی فراست اور مآل اندیشی سے ان ضروریات کو سمجھ گئے تھے۔ کہ عیسائی ممالک میں شمشیر زن ظفر جنگ سپہ سالار کی ہی ضرورت نہیں جو ہر ایک مشکل کو اپنی شمشیر سے ہی کھولنے کی زبردست طاقت رکھتا ہو بلکہ ایک رقیق القلب صلح جو کی ضرورت ہے۔ پس مناسب یہ سمجھا گیا کہ ابو عبیدہ کو سپہ سالار اور خالد کو ان کی ماتحت کر دیا جائے۔ اور اس طرح سے ایک معتدل معجون بنا کر موقعہ اور وقت کے موافق انتظام کیا گیا۔ کام بدستور خالد رضی اللہ عنہ ہی کرتے رہے۔ اور فتوحات کا سہرا بھی خالد ہی کے سر رہا۔ جو فائدہ کہ امیر المومنین عمرؓ نے سوچا تھا وہ عمدگی سے ظہور میں آیا۔ عیسائیوں کا رجحان عموماً ابو عبیدہ کی طرف ہی ہوتا تھا اور ان سے حسب مراد مطلب بھی نکال لیتے تھے۔ اکثر امصار و قریات صلح سے مطیع ہوئے اور بعض قومیں اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئیں اور یہ انتظام آجکل کے بالکل موافق ہے جہاں جنگی اور پولیٹیکل عہدہ علیحدہ

علیحدہ ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ عہدہ اور سیادت ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتی۔

دوسری وجہ اس عزل و نصب کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی اجتہاد تھا وہ سابقون فی الاسلام کی زیادہ عزت و تکریم کرتے تھے وہ اُن صحابہ کو ہمیشہ مقدم رکھنا چاہتے تھے جو پہلے اسلام لائے ہوں۔ گو وہ غلام ہی کیوں نہ ہوں چنانچہ امام حسن بصری رحمتہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر ابوسفیان اموی۔ حارث بن ہشام۔ سہیل بن عمرو وغیرہ رؤسائے قریش اور اُن کے ساتھ ہی بلال۔ صہیب وغیرہ غلام بھی حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غلاموں کو جو جنگ بدر میں شامل ہو چکے تھے۔ اور سابق الاسلام تھے۔ اندر پہلے بلا لیا۔ اور رئیسان مکہ کو بعد میں بلایا۔ جس پر ابوسفیان وغیرہ کو سخت رنج ہوا تھا۔ مگر آخر اپنی تاخیر اسلام سے پچھتائے اور روتے رہے تھے۔ اور جب تنخواہیں کی گئی تھیں تو اہل بدر کی تنخواہ زیادہ مقرر کی تھی۔ اور یہ اُنکا اجتہاد قرآن مجید کی درجہ بندی کے مطابق تھا۔ آیہ کریمہ۔ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ [1] فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسی امتیاز قرآنی کے موافق مہاجرین و انصار اور سب سے پہلے ایمان لانے والوں کو اعلیٰ درجہ پر رکھتے تھے۔ اور جب تک اس قسم کے اجتہاد پر عمل ہوتا رہا شوکت اسلام دن دونی رات چوگنی ترقی پر رہی۔ اگر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے ترک نہ کیجاتی تو نہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید ہوتے اور نہ اسلام کی بیخ و بنیاد ہلا دینے والا خونخوار معرکہ صفین پیش آتا اور نہ یزید جیسے فاسق و فاجر کی نوبت آتی۔ جو مقدس عہدہ خلافت کو بدنام کرتا اور خاندان نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام تیغ ظلم سے ہلاک ہوتا۔ اور سید الشہدا امام حسین

[1] سورہ توبہ پ۱۱۔ مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے اسلام لانے میں سبقت کی اور پھر وہ لوگ جو ان کے بعد خلوص دل سے ایمان لائے خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں ۱۲

علیہ السلام کو حکم الٰہی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللہِ اَتْقٰکُمْ[1] کے برخلاف عمل کرنے والوں سے دست بہ شمشیر ہونا پڑتا۔

غرضیکہ یہ پہلی بار کا تنزل جو عہدہ سپہ سالاری سے ۱۳ ہجری میں ہوا انہیں دینی ضروریات کے لحاظ سے تھا۔

دوامی معزولی

دوسری دفعہ کی معزولی کہ جس میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہمیشہ کیلئے جنگی خدمات سے علیحدہ کئے گئے حمص کی فتح ثانی کے بعد ہوئی تھی جسکو دیکھ کر جملہ بہادران حجاز۔ عراق۔ عرب و شام وغیرہ حیران و ششدر رہ گئے۔ اور ثابت ہوگیا تھا۔ کہ خالد رضی اللہ عنہ اپنی شجاعت۔ تہور۔ مہارت جنگی۔ ظفرمندی۔ عزم و استقلال میں نظیر نہیں رکھتا۔ اس کی غازیانہ ہمت قلت و کثرت کی کچھ پرواہ نہیں کرتی اسکی غازیانہ کوشش قتال دنیا کی تمام فوجوں کی تباہی کے لئے کافی ہے غرضیکہ اس عالی شان فتح کی ایک دھوم پڑگئی۔ اور تمام بہادر خالد کی تعریف میں متفق اللسان ہوگئے۔ بنی کندہ کے سردار اور عرب کے شہسوار اشعث بن قیس نے امیر خالد رضی اللہ عنہ کی تعریف میں ایک طویل قصیدہ لکھا۔ اور جوش محبت میں خود ملاقات کو قنسرین واقعہ شام میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔ اور بیس ہزار درہم انعام خالد نے دیا جسکی اطلاع پاتے ہی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہوگئے۔ اور خالد رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ سے فوجی خدمات سے علیحدہ کردیا جسکی تین وجہ خیال میں آسکتی ہیں جو تمام دینی اور ملکی مصالح پر مبنی ہیں۔

[1] سورہ حجرات - مسلمانو! تم میں سے زیادہ معزز اور شریف اللہ کے نزدیک وہ مسلمان ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار اور خدا سے ڈرنے والا ہو۔ ۱۲

اگرچہ خالد رضی اللہ عنہ کی فیاضانہ طبیعت اور شاہانہ مزاج کے آگے بیس ہزار درھم کچھ حقیقت نہ رکھتے تھے۔ لیکن امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ جو باوجود شاہانہ شان و اقبال کے ایک کوڑی تک پاس نہ رکھتے تھے۔ اور مرتے وقت ۸۶ ہزار کا قرضہ جو مساکین و فقرا کی رفع حاجات یا قومی کاموں پر خرچ ہوا تھا چھوڑ گئے تھے۔ اور یہ قرضہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد انکی سکونت کا مکان واقع مدینہ منورہ بیچ کر ادا کیا گیا تھا۔ اور سادگی زاہدانہ کا یہ عالم تھا۔ کہ کرتہ میں چودہ پیوند لگے ہوتے تھے۔ جن میں ایک چمڑہ کا تھا بھلا ایسا دنیا سے نفور خلیفۃ المسلمین کب پسند کرتا تھا کہ خالد رضی اللہ عنہ جیسا جلیل القدر اور مشہور صحابی اور انکا ماموں جنکے ہر ایک قول و فعل کو اہل عالم ایک خاص نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اسقدر روپیہ وا رجمع کرے جو اس کی ضروریات سے زیادہ ہو چنانچہ اسی بنا پر ایک دفعہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے کل عمال (گورنروں) سے انکے مال جمع شدہ کا نصف نصف لیکر داخل بیت المال کر لیا تھا جو عام ملکی اور قومی اغراض کیلئے ہوتا ہے۔ اور یہی مذہب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا تھا۔ جنہوں نے اپنے عہد خلافت میں حقیقی بھائی عقیل رضی اللہ عنہ کی تنخواہ کم کر دی تھی۔ اور فرمایا تھا۔ کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری تنخواہ ضروریات روزمرہ سے زیادہ ہے۔ جو تکلف کھانے حلوا وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے عقیل رضی اللہ عنہ اپنے مقدس بھائی سے ناراض ہو کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے تھے۔ اور واقعی کثرت دولت سے عموماً آرام طلبی۔ تن پرستی۔ زنانہ صفات پیدا ہوتی ہیں یاد الٰہی میں کمی ہوتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ[۱] گو روپیہ کا جمع کرنا کوئی گناہ نہیں ہے لیکن وہ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا۔ اور حضور حیاتت تنگی سے دولت کا دریا بہ رہا تھا۔

[۱] سورۂ منافقون ۔ مسلمانو تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد خدا کے ذکر سے غافل نہ کرنے پائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آل اندیشی اس کے برخلاف تھی۔ چنانچہ آجکل بھی
پیشوایان دین کے لیے یہ امر پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔

کرسی نامہ والدۂ عمرؓ

مغیرہ
- ولید
  - خالد
- ہاشم
  - حنتمہ
    - والدۂ عمر

انکی بخشش میں نقص تھا کہ بیس ہزار درہم بیجا طور سے خرچ ہوا تھا اسلام کو
شاعرانہ غلو سے نفرت ہے۔ اور خالد جیسے رکن اسلام صحابی کا اسقدر بھاری انعام دینا
شعرا کی حوصلہ افزائی کے لیے بہت بڑی تحریک تھی اور ذہین طبائع کو ایک غیر مفید کام
کی طرف رغبت دلاتا تھا۔ اہل عرب جو فطرتاً شاعرانہ مذاق رکھتے تھے۔ اور آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت شعرگوئی میں منہمک تھے۔ اور تعلیم محمدی سے اس
فن میں ان کی غالبانہ توجہ کم ہو گئی تھی۔ اب خالد رضی اللہ عنہ کی اس کارروائی سے
شاعری کی ترقی ممکن تھی۔ اور آئندہ امت کے لیے تحریک قابل تقلید تھی جس سے
ان خطرات کا احتمال تھا۔ جو اخیر میں سلاطین اسلام اور ان کے امرا و وزرا کو جھوٹی
تعریفوں اور فرضی [illegible] سے قابل خطابات سے عارضی خوش ہوتے تھے۔ اور قوم کی لیاقت
کا [illegible] خیالی اور شاعرانہ امور پر صرف کیا تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جن کی اصابت رائے اور معاملہ فہمی تمام
مدبرین سے بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اس انعام کو اسراف میں سمجھا۔ چنانچہ مؤرخین کا قول ہے

لعزله عن امارة الاجناد لانه رای منه تبذیرا او سرافا فی الاموال

یعنے خالد رضی اللہ عنہ کو لشکر کی سرداری سے اس لیے معزول کیا گیا کہ ان سے اسراف یعنی فضول خرچی دیکھی گئی۔ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کا فرض تھا۔ کہ اسراف کی مہلک مرض کا امت محمدی میں رواج نہ ہونے دے۔ اور جب تک اپنے معزز ماموں اور مکرم سردار سے دور نہ کرے اور مسلمانوں پر کس طرح دباؤ ڈال سکتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس کام سے اوروں کو روکنا چاہتے۔ وہ اس کی ابتدا اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں سے کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو کسی بات سے منع کرنا چاہتے تھے تو پہلے اپنے کنبہ کو جمع کرتے۔ اور کہتے کہ میں لوگوں کو فلاں بات سے منع کرنا چاہتا ہوں۔ اور لوگ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں۔ اگر تم نے امر ممنوع کو کیا تو لوگ بھی کرنے لگیں گے۔ اگر تم نے نہ کیا تو اور لوگ بھی رک جائیں گے۔ پس یاد رکھو کہ اگر تم میں سے کسی نے امر ممنوع کو کیا۔ تو میں تم کو اپنی رشتہ داری کے سبب دگنی سزا دونگا۔ پس تم کو اختیار رہے۔ چاہو کرو یا نہ کرو۔ اگرچہ خالد رضی اللہ عنہ کی فتوحات نہایت قیمتی تھیں۔ اور یقین تھا۔ کہ سیف اللہ کی تیز دھار کے سامنے۔ عرب و عجم۔ روم و ایران۔ اسود و احمر۔ بر و بحر۔ کوہ و صحرا کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ اور اس کی جابرانہ ہمت و استقلال تمام دنیا کی فتح کے لئے کافی طاقت رکھتی ہے۔ مگر خلیفہ النبی کے پیش نہاد کوئی ملکی فتوحات نہ تھیں۔ وہ روحانی اور اخلاقی ترقی کا خواہاں تھا وہ ان دنیاوی بادشاہوں کی طرح نہیں تھے۔ جو اپنے جنرلوں وغیرہ فوجی اشخاص کی بڑی بڑی بھاری غلطیوں سے محض ذاتی فائدہ کے لیے چشم پوشی کرکے خلق اللہ کی ننگ و ناموس جان و مال اخلاق و عادات کو تباہ کرتے ہیں۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ جو اپنی اعلیٰ درجہ کی فراست اور مآل اندیشی کی وجہ سے لوگ کان

النبیؐ بعدی لکان عمرؓ کی فضیلت سے ممتاز تھے۔ سمجھ گئے تھے کہ اسراف سے مسلمانوں کو جس قدر نقصان پہنچنے کا یقین ہے۔ وہ فتوحات خالدؓ کے فوائد سے بہت ہی بڑھ کر ہوگی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جو ہمیشہ عطیات کثیرہ کے عادی تھے اور رکنے والے نہ تھے۔ مناسب سمجھا گیا کہ وہ ممتاز عہدہ سے علیحدہ کئے جاویں۔ اور اس طرح سے آئندہ اسراف والوں کو متنبہ کیا جاوے۔ پس ابتدائے اپنے کنبہ ہی سے کی اور معزول کر دیا۔

چوتھی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کا عام خیال حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی عالمگیر فتوحات اور ظفر جنگی پر یہاں تک جم گیا تھا کہ وہ ہر ایک فتح کا باعث اور ذریعہ خالد رضی اللہ عنہ کو سمجھنے لگے تھے۔ چنانچہ قصائد مدحیہ جو مبالغہ اور غلو سے کبھی معرا نہیں ہو سکتے خالد رضی اللہ عنہ کی تعریف میں کہے گئے۔ اور اس خیال کی اشاعت ہونے لگی کہ فتوحات کا دار و انحصار محض خالد رضی اللہ کی ذات پر ہے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ قرآن مجید کی حقانی تعلیم نے اسباب پرستی اور ضعیف الاعتقادی جو کفر و شرک کی جڑ ہے۔ ملیا میٹ کیا تھا۔ وَلَا یُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا[2] کا اعلان عام دیا تھا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ توجہ نہ فرماتے تو جو توحید الٰہی اور توکل علی اللہ آنحضرت صلعم نے سکھلایا تھا۔ اس میں فرق آجاتا۔ اور رفتہ رفتہ عقائد اسلام میں انقلاب عظیم آجاتا اور شاید زمانہ حال کی موجودہ کمزوریاں جو اسلامی عقائد میں داخل ہوگئی ہیں۔ اور اسلام کے خوبصورت چہرہ کو بعض حالتوں میں بدنما کر دیا ہے۔ اسی وقت ظہور میں آجاتیں مگر اس وقت مسلمانوں کے صوری اور معنوی امور کی باگ ایسے زبردست اور مدبر دور بین خلیفہ کے ہاتھ میں تھی کہ جن کی شان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار ہا تجربوں

[1] جناب نبی کریم صلعم نے حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں تو بہ تقسیم کی قابلیت نبوت عمرؓ میں تھی اور عمرؓ ہی نبی ہوتا۔ [2] سورہ کہف پ ۱۵ خدا اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ہے

الرباتھا - اِنَّ اللہ جَعَلَ الحقَّ علےٰ لسانِ عمرَ وقلبہ وھو الفاروق فرّق اللہ بہ بَیْنَ الحقِّ وَالْبَاطِلِ - اور جن کی توحید اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ درخت کو کٹوا دیا اور اگر سُنّتِ نبوی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا خیال نہ ہوتا - تو سنگ اسود کو بھی کعبۃ اللہ سے اکھڑوا دیتے - پس ایسا موحد بال اندیش خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس بات کو کس طرح قطع نظر کر سکتا تھا - کہ فتوحات کا باعث خالد ہی ہے جو ایک قسم کا شرک خفی تھا - جس کا انسداد امیر المومنین کا فرض تھا - اور غالباً اہل بدر کے مظفر ہو کر فخر پر جو عتاب آمیز آیہ نازل ہوئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیش نظر ہوگی - آیۃ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰکِنَّ اللہ قَتَلَھُمْ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللہ رَمٰی[1]

آیت میں صاف حکم تھا - کہ محض کسی انسان کو باعث فتح جاننا درست نہیں کہ سب کچھ اللہ کے ہاتھ ہے - انسانی وغیرہ اسباب و تعلقات کی درمیانی اضافتیں اعتباری ہیں - واقعی اس قسم کے خیال اسلام کی صاف اور مجلا توحید پر تاریکی ڈالنے والے تھے اور خلیفہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ذمہ درستی عقاید کی مشکل اور سخت جوابدہ ڈیوٹی لگی تھی - اور نیز اس کے سچے خلیفہ کو جس قدر خوشی ایک انسان کے کامل ایمان ہونے سے ہو سکتی ہے - اس قدر ایک بر اعظم کے فتح کرنے سے نہیں ہو سکتی یہی سبب تھا کہ خالد رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان جنگی خدمات کو نظر انداز کر کے ہمیشہ کے لئے معزول کر دیا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر اسلامی غزوات محض ملکی اغراض کیلئے مثل دیگر فاتح اقوام ہوتے یا عام شاہان عالم کی طرح وسعت ممالک کا خیال ہوتا - تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ جیسے شیر دل جوانمرد کو ایک ایسی خفیف بات پر کہ جس میں خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا کوئی قصور نہ تھا اس طرح ہمیشہ کے لئے جنگی خدمات سے علیحدہ نہ کیا

[1] سورۃ انفال پ ۹ - اے مسلمانو تم نے کافروں کو بدر میں قتل نہیں کیا بلکہ انکو اللہ نے قتل کیا اور اے پیغمبر جب تم نے تیر چلائے تو تم نے نہیں تیر چلائے - بلکہ اللہ نے تیر چلائے -

ج ۱ ۱- روایت ہے کہ بعد معزولی جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے
میرے معاملہ کا فیصلہ غیر مجمل کیا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یا خالد واللہ انک علیّ
لکریم وانک الیّ حبیب وکتب الی الامصار انی لم اعزل خالداً عن سخطۃٍ
ولا خیانۃٍ ولکن الناس فخموہ وفتنوا بہ فخفت ان یوکلوا الیہ فاحببت ان یعلموا
ان اللہ ھو الصانع وان لا یکونوا بعرض فتنۃٍ وعوضتہ عما اخذہ منہ۔ اب
اس کے بعد کسی مورخ کو مزید رائے لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ اپنی تالیفات
طبری وغیرہ کی بے اصل سند پر جو غالباً الحاقی ہے مالک بن نویرہ کے قتل کو وجہ عداوت
سابقہ قرار دینا مناسب ہے۔ جو معاذ اللہ کینہ کو ثابت کرتی ہے جس سے کہ بزرگانِ
دین کا سینہ صاف تھا۔ اور نہ یہ خیال خام حضرت عمر اور خالد جیسے عاشقانِ اسلام کے
شایاں ہے۔ کہ خالد رضی اللہ عنہ کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی ملکی بدگمانی
پیدا ہوئی ہو نعوذ باللہ من ذالک۔ اور یہ خیال کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے باوجودیکہ
وہ جانتے تھے کہ خالد رضی اللہ عنہ سے مالک بن نویرہ کے قتل میں خطا ہوئی ہے لیکن
خالد رضی اللہ عنہ کی بہادرانہ خانہ جنگی خدمات کے لحاظ سے سزا نہ دی گئی اور صرف
زبانی سرزنش پر کفایت کی گئی۔ درست نہیں کیونکہ عدالت و انصاف تمام سے صریح ثابت
ہے۔ شریعت محمدی کسی شخص کو خواہ کتنا ہی جلیل القدر اور کارآمد بارسوخ ہو جرم سزا
سے مستثنیٰ نہیں کرتی۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
جیسا حامی شریعت جنہوں نے اہل بدوِ عرب سے محض اس وجہ سے بخلاف رائے
مہاجر و انصار خونخوار لڑائیاں کی تھیں۔ کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے تھے ایسے مستقل

فتوحات اسلامیہ مؤلفہ سید احمد مکی شافعی صفحہ ۳ جزو اول خلاصہ مطلب جملہ ممالک میں لکھ کر بھیج دیا کہ
میں نے خالد کو کسی خیانت یا جرم میں معزول نہیں کیا لیکن لوگ فتوحات کا باعث اس کو جاننے لگے تھے اور فاعل
حقیقی اللہ کو بھول جانے کا مجھ کو ڈر رہا تھا جس سے اسلام میں خلل پڑنے کا اندیشہ تھا۔ خالد معزز اور مجھ کو پیارا ہے

بر خلافِ قرآن وسنت کے یا بہ خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ خیال کہ قتل کے مقدمہ میں خالدؓ کی شجاعت وغیرہ کا لحاظ کیا گیا اور صرف سرزنش کافی سمجھی گئی اور کہا گیا کہ بجز ایسا نہ کرنا صداقت سے کوسوں دور ہے بلکہ اللہ اور رسول کے سچے خادم خلیفہ اول کی ذات با برکات پر ایک بزدلانہ حملہ ہے۔ مالک بن نویرہ کا قتل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بحالت ارتداد ثابت ہوا۔ اس لیے خالد رضی اللہ عنہ کو قتل مذکور کے جرم سے بری کیا گیا۔ ورنہ کسی قسم کی رعایت نہیں کی گئی۔ واقعات مقدمہ سے مالک کا مسلمان ہونا ثابت نہیں ہوا۔ جیسے کہ پہلے مالک بن نویرہ کے قتل کے بیان میں لکھا گیا ہے۔ پس کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا کہ امیرالمومنین عمرؓ نے کسی سابقہ رنجش کے سبب سے خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کیا۔ یہ معزولی جیسے کہ اوپر بیان کی گئی مسلمانوں کے عقائد کے تحفظ کے لیے تعمیل وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا[1] کے تھی۔ گو عام نگاہوں میں یہ بات بہت ہی خفیف دکھائی دیتی ہو۔ لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ برحق اگر ایسے امر کی طرف فروگذاشت کرتا تو خلافت اور سلطنت میں کچھ فرق نہ رہتا۔ اور فاروقی اور سکندری تدبر ذات میں کوئی تمیز نہ ہو سکتی۔ مخالفین اسلام کو سوچنا چاہیئے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی لڑائیاں اگر دیگر سلاطین کی طرح سلطنت پھیلانے اور روپیہ کمانے کے لیے ہوتیں تو خالد رضی اللہ عنہ کو اور نہیں تو یہ حکم دیا جاتا کہ بجکیل رومیوں کو کم سے کم ایشیا سے مار کر نکال دو اور آبنائے قسطنطنیہ پر علم محمدی گاڑ دو جس میں کوئی بھی شک نہ تھا۔ کیونکہ شہنشاہ ہرقل یورپا بند ہو بنا بانده کر دریا کو بھاگ گیا تھا۔ اس کے چیدہ اور مشہور جنرل غازیوں کی شمشیر کا طعمہ ہو چکے تھے اور زبردست اور تجربہ کار فوجیں لاکھوں تک تباہ ہو چکی تھیں۔ کروڑوں کا

[1] سورہ کہف پ ۱۵۔ کسی چیز کی نسبت یہ نہ کہو کہ میں کل اسے کام کر دوں گا ۱۲

خزانہ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا فوجی جلال و سطوت و جبروت غیر اقوام کے دلوں پر اس قدر چھا گیا تھا۔ کہ انکا نام سنتے ہی دشمن کے پاؤں اکھڑ کر اور بھاگ نکلتے۔ اس سے ہرگز انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم دینی کام کو دنیاوی اغراض سے مقدم رکھتے تھے اور آلہی احکام کی بجا آوری اور اسلامی مِن کسی پالیسی کے پابند نہ ہوتے تھے انکی نگاہ حق بین میں ہر وقت قل من بیدہٖ ملکوت کل شئی وھو یجیر ولا یجار علیہ ان کنتم تعلمون کا مضمون سمایا تھا۔ اُن کی حق پسند طبائع پر کسی کا رعب داب اثر نہیں کر سکتا تھا یہی وجہ تھی کہ بہت قلیل عرصہ میں اسلام نے حیرت ناک ترقی حاصل کی۔ اور کوئی پچیس سال کی مدت میں اندلس سے لیکر ہندوستان تک قرآن مقدس کی منادی کی گئی۔ خلافت راشدہ کے بعد اگرچہ بادشاہت کی بنیاد رکھی گئی اور سلاطین بنی اُمیہ خلفائے راشدین سے عادات و اطوار میں مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن چونکہ اُنکے عہد میں خیر القرون کا اثر موجود تھا اور تابعین اور تبع تابعین کا گروہ کثیر ساتھ تھا جو یا تو اصحاب نبی صلعم کی اولاد تھے یا انکی صحبت او فیضان سے مستفیض ہو چکے ہوئے تھے۔ چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں تو مثل زمانہ خلافت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل غزا ہوتے رہے۔ او فتوحات کثیرہ کرتے رہے۔ چنانچہ جب قسطنطنیہ پر معاویہ رضہ کے زمانہ میں چڑھائی ہوئی تھی۔ تو مجاہدین میں عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ اصحاب کبار ساتھ تھے۔ او قسطنطنیہ کے خونخوار جنگ میں ابو ایوب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور وہیں دفن ہوئے تھے۔ او خوف کفار سے اُن کی قبر زمین کے برابر کی گئی اور ۱۰۹ سال

سلہ سورۃ المومنین پ۱۸۔ اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو بھلا اتنی بات تو بتاؤ کہ کون ایسا قادر مطلق ہے جسکے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ جسکو چاہتا ہے پناہ دیتا ہے اور اسکے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا

نبید سلطان محمد ثانی غازی ترک فاتح قسطنطنیہ کے عہد میں ولی اللہ عارف باللہ تا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بالتماس سلطان محمد ثانی انار اللہ برہانہ بنور العرفان یوائیہ رضی اللہ عنہ کی قبر کا نشان دیا تھا۔ اور صحیح کتبہ نکلا تھا۔ جہاں بحکم سلطان محمد مرحوم جامع مسجد تعمیر کی گئی جس جگہ اب جدید سلاطین آل عثمان کو شیخ الاسلام شمشیر بند ہوتے ہیں۔ جو خاقان یورپ کی تاج پوشی کی رسم کے برابر ہے۔ عبد الملک اور اس کے بیٹوں اور بھتیجے عمر بن عبد العزیز کے عہد میں بھی عقبہ بن نافع فہری۔ قتیبہ بن مسلم۔ مہلب بن ابی صفرہ۔ محمد بن قاسم۔ موسیٰ بن نصیر۔ طارق بن زیاد۔ جیسے مقلدین صحابہ مجاہد نکلتے رہے۔ جن میں خالص عربی عادات کا بہت کچھ حصہ تھا۔ سلاطین اموی کے بیٹے اور بھائی خود فوجی خدمات کرتے تھے اور آرام اور تعیش سے پہلو بچاتے تھے۔ وہ بعد عہد عباسیہ میں نہ وہ اسلامی جوش رہا اور نہ عرب کے سادہ اطوار کا نشان رہا۔ بلکہ عجمی تکلفات اور عیش پسندی اور خوشامد گوئی بے اصل خطابات جن سے اسلام کو نفرت تھی۔ دربار شاہی میں داخل ہو گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بنی امیہ کے ممالک مفتوحہ کو ہی قابو میں رکھ سکے اور کوئی عظیم الشان جدید فتح نہ پا سکے۔ اگرچہ ہارون رشید۔ مامون رشید۔ معتصم باللہ عباسی کا زمانہ کمال اقبال کا زمانہ تصور ہوتا ہے اور زمانہ سابق کی طرح اس میں بھی گرمی کے موسم میں عیسائی ممالک پر فوجیں بھیجی جاتی تھیں۔ مگر سوا تاخت و تاراج کے کوئی معتدبہ فائدہ نہ نکلتا تھا۔ پس یہ کہنا بیجا نہیں ہوگا۔ کہ عربوں کے جنگی جوش اور فتوحات کا طوفان جس کو کوئی چیز روکنے والی نہ تھی۔ اموی عہد کے ساتھ ہی تھم گیا۔ وجہ یہی ہے کہ بادشاہ اور اس کے درباری جہاد فی سبیل اللہ کا شوق کم نہ رکھتے تھے۔ ذاتی فوائد پہ قومی مصالح کو قربان کر دیتے تھے۔ نمائش پر مرتے تھے۔ زہد و قناعت جو شیوہ صحابہ تھا۔ اس کو ترک کر دیا تھا تفوق اور تکاثر کی بیجا خواہش نے اسلامی

فضائل کو کھو دیا تھا جب سلاطین اور اہل دربار کا یہ رنگ ہو تو عوام کالانعام
کی حالت بدلتے کیا دیر لگتی ہے بقول اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ ہاں جب کبھی جب
کبھی کوئی سلطانِ وقت اسلام کو دل سے ماننے والا اور سچا جوش رکھنے والا پابند
شرع مسلمانوں کا والی اور سرپرست ہوا ہے تو عہد خیر القرون کی طرح اسلامی جلال
ظاہر ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ الپ ارسلان سلجوقی منصور (اندلسی)۔ یوسف بن تاشفین
مغربی یعقوب بن یوسف بن عبد المومن سلطان صلاح الدین ایوبی محمود غزنوی۔
سلطان سلیمان عثمانی نے قوم میں تازہ روح پھونک کر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح
فتوحات کا سماں باندھ دیا اور مخالفان اسلام کی صدیوں کی چال بازیوں کو توڑ دیا۔
غرضیکہ اگر مسلمانوں کا پیر و بیدار متقلد آثار صحابہ ہوا اور ملت محمدی کے فوائد
کو اپنے ذاتی اغراض پر ترجیح دے اور اس کے امراء و رؤسا پرہیزگار عقلمند ہوں
تو یہی مردہ قوم تازہ زندگی حاصل کر کے اپنی گذشتہ عظمت کو پھر قائم کر سکتی ہے
قوم میں سب کچھ موجود ہے اور اس قسم کا وہ ہیں وہ اختلال عموماً قوموں میں ہوجایا
کرتا ہے۔ یورپ جو آج روئے زمین کا ٹھیکہ دار ہے۔ اس کی حالت وسطی زمانہ
میں آج کل کی اسلامی حالت سے بدرجہا بدتر تھی۔ اگر ہم بھی اسلام کے عمدہ اصول
کی پیروی کریں تو بڑھنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم توحید باری تعالیٰ کے سوا مقاصد و مطالب افکار و اجتماع
ایک رکھتے تھے۔ سب کا مطلب ترقی اسلام تھا۔ نفسانی اغراض اور شیطانی خواہش
انکے پاس تک نہ پھٹکتی تھی۔ انکا افکار و خیال ایک ہوتا تھا کبھی کسی بات میں نہ
جھگڑتے تھے اور کج بحثی نہ کرتے تھے۔ ان میں متفرق فرقہ اور گروہ نہ تھے۔ وہ
نیک کام کے لوگوں کو ہدایت اور رہنمائی کرتے تھے اور برے کام سے روکتے تھے
اور ہر کام نہایت آزادی اور دلیری سے کرتے اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے

بڑھ بڑھ کر سبقت کرتے تھے چنانچہ خدا تعالیٰ اپنے کلام پاک میں اپنے لوگوں کے حق میں فرماتا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصالحین انکی سلامت روی اور معرفت حقوق العباد کا یہ عالم تھا کہ جب امیر المومنین ابوبکر صدیق رض نے عمر کو اپنے عہد میں قاضی مقرر کیا تو کبھی کوئی شخص مدعی اور مدعا علیہ کی صورت میں حضرت عمر رض کی خدمت میں کسی ایک بات پر استحقاق ثابت کرنے کے لیے حاضر نہیں ہوئے یعنے جس کا در اصل حق ہوتا تھا اس کو خود ہی دیدیتے اور مقدمہ نہ چلاتے۔ قوم کے محتاج اور فقرا کی مدد کرتے اور لوگوں کی ہمدردی کو اپنا فرض جانتے اور اللہ تعالیٰ کے پاک کلام (ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ) کے مصداق بنتے۔ یہی عادات حسنہ تھیں کہ مسلمان ممتاز تھے اور دنیا کی تمام قومیں ان کے سامنے گردنیں جھکاتی تھیں۔ اور مقابلہ سے دل چراتی تھیں۔ چنانچہ جب یزدجرد فارس امیر المومنین عمر رض کے عہد میں شکست پاکر مرو واقعہ ترکستان کو بھاگ گیا۔ تو اسنے شہنشاہ چین کے پاس امداد کے لیے ایلچی روانہ کیا۔ شہنشاہ مذکور اور ایرانی ایلچی میں جو سوال و جواب مسلمانوں کی نسبت ہوئے ہیں۔ ان سے بخوبی ثابت ہوسکتا ہے کہ کن وجوہات سے غیر اقوام مسلمانوں سے کانپتی تھیں۔ فھو ہذا

شہنشاہ چین۔ کیا یہ سچ ہے کہ مسلمان تعداد میں بہت کم ہیں اور انھوں نے تمہاری افواج کثیرہ کو ہرا دیا۔

ایلچی۔ ہاں حضور درست ہے۔ اسلامی فوج تیس ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی۔ جس نے کہ ہماری لاکھوں کے دل بادل فوج کے دھوئیں اڑا دیئے ہیں اور ہمارے شہنشاہ

۱؎ سورۂ آل عمران۔ پ ۴۔ تم مسلمان سب امتوں سے بہتر ہو کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور وہ نیک کاموں میں دوڑ پڑتے ہیں ۱۲

۲؎ سورۂ حشر۔ پ ۲۸۔ اور اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو محتاج مہاجرین بھائیوں کو اپنی پر مقدم رکھتے ہیں ۱۲

کو سو روپے کی ناک سے نکال دیا ہے۔ ایران کی صدیوں کی عظیم الشان سلطنت اور کیانی عظمت اور ساسانی عزت اور نوشیروانی سطوت کو مٹھی بھر جماعت نے خاک میں ملا دیا ہے

شہنشاہ۔ مسلمان ایفائے وعدہ میں کیسے ہیں۔ کیا عہد و میثاق کی پابندی لازم جانتے ہیں۔ یا کہ وعدہ خلافی کرتے ہیں۔

ایلچی۔ حضور جب ایک مسلمان کسی بات کا وعدہ کر لیتا ہے یا کسی کو امان دیتا ہے تو تمام مسلمان اس کے پابند ہو جاتے ہیں مضمون عہد نامہ کی حرفاً حرفاً تعمیل ہوتی ہے۔ جو کچھ صلحنامہ میں لکھا جاتا ہے اس کے سوا رعیت کی کسی چیز سے مسلمان فاتح تعلق نہیں رکھتے۔ اہل اسلام اپنی بات کے پکے معاملات کے سچے ہیں۔

شہنشاہ۔ مسلمان قبل از جنگ تم کو کیا کہتے ہیں۔

ایلچی۔ اول اسلام پیش کرتے ہیں۔ کہ ہمارا دین اختیار کرو۔ ہم تم برابر ہو جائینگے ورنہ جزیہ مانگتے ہیں اور لڑائی وغیرہ سے ہٹنے کے لیے کہتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی بات قبول نہ کیجائے تو تلوار اٹھاتے ہیں۔

شہنشاہ۔ اپنے امرا کی اطاعت کیسی کرتے ہیں۔

ایلچی۔ اس قدر تابعدار اور فرمانبردار ہیں کہ اور کوئی قوم نہیں۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کے بعد اپنے امیر کی تابعداری فرض جانتے ہیں۔

شہنشاہ۔ ان کے ہاں کونسی چیز حلال اور کون سی حرام ہے۔

ایلچی۔ شراب۔ زنا۔ غیبت وغیرہ حرام ہیں کہ جن سے جسمانی اور روحانی [illegible] پیدا ہوتے۔

شہنشاہ۔ کیا جو چیزیں ان کے مذہب میں حرام ہیں انکو حلال اور حلال ہیں انکو حرام کرتے ہیں۔

ایلچی۔ نہیں حضور کوئی مسلمان حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں جا[نتا]

نہ اب کسی کو اختیار ہے مسلمان اپنے پیغمبر کے ارشاد کے موافق حلت و حرمت کے سخت پابند ہیں۔

شہنشاہ۔ بیشک یہ قوم جب تک حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں بنائیگی یعنے اپنے مذہبی احکام میں رد و بدل اور اپنے ذاتی رائے اور خود غرضی سے تغیر و تبدل شرعی مسائل میں پیدا نہیں کرینگی۔ تب تک یہ قوم ہمیشہ منظفر و منصور رہے گی شہنشاہ انکا لباس اور سواری کس قسم کی ہے۔

ایلچی۔ مسلمان سیدھا سادہا لباس پہنتے ہیں جو عموماً موٹے کپڑے یا پشمی قسم کا ہوتا ہے اور اس میں کسی قسم کا تکلف نہیں پایا جاتا۔ ریشمی اور مزین لباس کو چھوتے نہیں عربی گھوڑے اور اونٹ انکی سواری ہیں۔

یہ تمام حالات سُنکر شہنشاہ چین نے یزدجرد کو لکھا کہ میں اس قدر فوج تمہاری مدد پر روانہ کر سکتا ہوں کہ اس کا مقدمہ (اوّل حصہ) تو مرد میں اور پچھلا حصہ (ساقہ) چین میں ہو۔ لیکن بیفائدہ اور فضول نظر آتا ہے۔ جس قوم کی تعریف تمہارے ایلچی نے میرے سامنے کی ہے اگر پہاڑ سے بھی ٹکرائیں اور مقابلہ کریں تو اُس کو بھی پاش پاش کر دینگے۔ اور جب تک ان میں یہ صفات :- ایفائے عہد۔ غیر مذاہب سے اسلام جزیہ لڑائی کے سوا اور کوئی خواہش نہ کرنا۔ اپنے امیر کی اطاعت۔ حلال حرام کا لزوم۔ شریعت میں رد و بدل نہ کرنا سادہ لباس پہننا۔ پائی جائے گی۔ کوئی قوم ان کا مقابلہ نہ کریگی۔ پس بہتر ہے کہ تم ان سے صلح کر لو۔ اور اطاعت مان لو۔

آج کل کے مسلمانوں کو جو اسلام کی حمایت میں بڑی لمبی چوڑی باتیں بناتے ہیں اور اسلام کی ترقی و تنزل کا مدار یورپ کی تہذیب پر رکھتے ہیں۔ کبھی پردہ کے برخلاف زبان درازیاں کرتے ہیں کبھی بیاج کے جواز میں حیلہ ڈھونڈتے

ہیں اور کبھی صوم و صلوٰۃ کی تخفیف کے لیے زندیقانہ تاویلیں کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ انکو یاد رکھنا چاہیئے کہ ممنوعات شرعی کے جواز اور استعمال کے ساتھ حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ترقی چاہنا ع این خیال است و محال است و جنوں۔ کا مصداق ہے اس سے یورپ کی ترقی تو حاصل نہیں ہوگی۔ البتہ شارع علیہ السلام کے ساتھ محبت کم ہو جائیگی۔ دین میں قطع و برید کا حوصلہ بڑھ جائیگا۔ اور یہ اعتقاد کہ عقائد اسلامی منزل من اللہ ہیں۔ کم ہوتا جائیگا اور اسلام کا خوبصورت چہرہ مسخ ہو جائیگا۔ اور اسلامی جوش جو ترقی کا اصل راز ہے اور جس سے نپولین فرانسیسی فاتح جیسے کو بھی بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہنا پڑا تھا۔ یوروپین لباس اتار کر مصری اسلامی پوشاک پہن لی تھی اور جس جوش کے معدوم کرنے کے لیے یوروپ ہمہ تن مصروف ہے اور بعض جگہ کامیاب بھی ہو چکا ہے۔ بالکل فنا ہو جائیگا۔ اور جب قومی جوش ہی نہ رہا تو وہ قوم مردہ سے بدتر ہے۔

یورپ جو آج ترقی کی معراج پر نظر آتا ہے۔ اسی قومی جوش کا نتیجہ ہے۔ دیکھو چند مبشران دین کے انتقام کے لیے یورپ اور امریکہ نے وہ جرأت و حماقت کھائی ہے کہ چین کی مغرور اور سب سے زیادہ آباد اور وسیع و قدیمی سلطنت کی جڑ ہلا دی ہے۔ اور یہی غیرت و عصبیت کبھی مسلمانوں میں تھی۔ چنانچہ روایت ہے کہ خلیفہ معتصم باللہ عباسی کے عہد میں ایک مسلمان عورت عیسائیوں کے ہاتھ قید ہو گئی اور شہر عموریہ میں جس کو بروسا کہتے ہیں۔ لونڈی بنائی گئی۔ اور اس کا مالک اس جرم میں کہ وہ اللہ و رسول اور اپنے پیارے دین سے انکار نہیں کرتی تھی۔ ایک شریر لنگڑے کے ہاتھ سے اس کو کوڑے پٹواتا۔ زد و کوب کراتا تھا۔ اور وہ بیچاری چلا چلا کر وا معتصماہ کہتی وہ لنگڑا طنزاً کہتا تھا کہ دیکھو وہ معتصم اپنے ابلق گھوڑے پر سوار تمہاری مدد کو آرہا ہے۔ ایک مسلمان سیاح یہ ماجرا دیکھ رہا تھا۔ اُسے معتصم باللہ کے پاس پہنچکر یہ دردناک واقعہ بیان کیا۔ معتصم نے عموریہ کی طرف

نفسہ پھیر کر کہا کہ لبیک یا ایتہا الجاریہ لبیک ھذا المعتصم باللہ آجا بدھے
اور فوراً لشکر کی تیاری کا حکم دیدیا۔ بارہ ہزار ابلق گھوڑوں کا دستہ تیار کیا گیا۔
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہانِ اسلام کا جاہ وجلال کہاں تک بڑھا ہوا تھا۔
معتصم ایلغار کرتا ہوا عموریہ پہنچا اور طویل محاصرہ اور سخت جنگ کے بعد شہر فتح
کیا۔ شہر میں داخل ہوتے ہی سیاح مذکور کو ساتھ لیکر سیدھا اس مکان کا رخ
کیا کہ جس میں وہ مظلوم مسلمان عورت تھی اس کو ظالموں کے پنجہ سے چھوڑا کر
کہا یا جاریہ ھل اجابک المعتصم۔ اس قومی جوش کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کی
طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ پس قوم کی ترقی اخوت اور ہمدردی پر موقوف
ہے جو بغیر پابندی شریعت ممکن نہیں۔

وفاتِ خالد رضی اللہ عنہ

حمص کی فتح ثانی ۱۷ھ یا ۱۹ھ میں ہوئی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ
امداد کے لیے معہ مہاجر و انصار حمص کو جارہے تھے کہ مقام جابیہ میں رومیوں کی
شکست کی خبر پہنچی اور واپسی کے وقت حضرت خالدؓ کو اپنے ساتھ مدینہ لے آئے
تھے اور بقولِ بعض حضرت خالد رضی اللہ عنہ مدینہ میں ہی ۲۱ھ میں فوت
ہوئے۔ لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں خالد رضی اللہ عنہ جیسے
قوم کے محبوب اور خادم کی قبر کا نشان نہیں پایا جاتا اور دوسری طرف شہر
حمص میں ابتک اُن کی قبر زیارتگاہ عام ہے جو حمص کے شمالی جانب فصیل
سے باہر واقع ہے۔ تو اُن کی وفات مدینہ میں نہیں پائی جاتی۔ ہاں یہ ہو سکتا
ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ بعد معزولی حضرت خالد کو اپنے ساتھ

مدینہ لائے اور کچھ عرصہ بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی سکونت حمص واقعہ شام میں قرار دی ہوئی بہرحال حمص میں فوت ہونا قرین قیاس ہے مرنے سے پہلے اپنا گھوڑا اور جنگی ہتھیار بیت المال ہیں واسطے استعمال مجاہدین دیدیئے تھے۔ اس بہادر نے اخیر وقت میں جو کلمات فرمائے ہیں وہ جنگی اشخاص کے لیے بہادری کا سبق ہیں۔ فہو ہذا لقد شهدت مائة زحف او زهاءها وما في بدني موضع شبر الا وفيه ضربة او طعنة او رمية وها انا اموت على فراشي كما يموت العير فلا نامت اعين الجبناء وما من عمل عندي ارجى من لا اله الا الله وانا متترس بها۔ واقعی یہ قول درست ہو کہ جان باز بہادر جو موت سے نہیں ڈرتے میدانِ جنگ سے صحیح سلامت نکل آتے ہیں اور عمر دراز پاتے ہیں اور بزدل نامرد ذلت سے میدان میں مارے جاتے ہیں اور کم عمر ہوتے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہمیشہ اپنی ہمراہی فوج کی نسبت مخالفین کو کہا کرتے تھے کہ میرے ساتھ ایسے لوگ ہیں قوم یحبون الموت کما تحبون الحیاة۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مرنے پر بنی مغیرہ کی عورتیں دردناک آواز سے رونے لگیں امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (ما علیهن ان یبکین ابا سلیمان ما لم یکن نقع او لقلقة) ایسے عظیم الشان بہادر پر جسقدر رونے کم تھا اور جس قدر غم کرتے بجا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کثیر الاولاد تھے۔ اُن کی اولاد میں سے چالیس مرد تو طاعون میں جو سنہ ۱۸ھ میں ملک شام میں پڑی تھی فوت ہوگئے تھے یہ وہی طاعون ہے کہ جس میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح معاذ بن جبل

یزید بن ابو سفیان وغیرہ بندرہ ہزار مجاہد راہی ملکِ بقا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی نسل قطع ہوگئی تھی۔ آپکا بڑا بیٹا سلیمان تھا جسکی نسبت سے خالد رضی اللہ عنہ کی کنیت ابا سلیمان ہے جو فلسطین یا مصر کی کسی لڑائی میں شہید ہوا تھا۔ آپ کا ایک بیٹا عبدالرحمن ہے جو جنگ صفین میں شامل تھا اور ۴۶ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں رومی ممالک میں نہایت بہادری سے لڑا تھا اور رومی طاقت کو بزورِ شمشیر توڑ دیا تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ کا منقطع نسل ہونا میرے نزدیک درست نہیں ہے۔ فتح کابل کے وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کوئی شخص ساتھ تھا جس نے افغانوں کے ساتھ رشتہ کرلیا اور اس سے افاغنہ سوری یا فتحی پیدا ہوئے۔ علاوہ اس کے نواح حمص میں بھی ایک قبیلہ خالدی کہلاتا ہے۔

وصلی اللہ علٰی سیدنا محمدٍ والہٖ وصحبہٖ وسلم۔

تمام شد

2026